

# جوابِ حکمت و معرفت

(ذاتی ڈائری کے اوراق سے)

جدید اطوار کے دل کو نور بصیرت فراہم کرنے اور دماغ  
کو فہم و حکمت سے آگاہ کرنے والی، مطالعے امت کے  
تحریروں سے ماخوذ کتاب

محمد امجد علی بھٹو

[toobaa-elibrary.blogspot.com](http://toobaa-elibrary.blogspot.com)

سندھ نیشنل اکیڈمی ٹرسٹ

۳۰۰ - فی الطیف آباد نمبر ۳ - حیدر آباد

بنانے کی کادشوں کو بھی پہچنا عملِ عمل حاصل ہے، لیکن آخرت کی زندگی پر مادی زندگی کو ترجیح دینے کا عمل فرد و افراد کا خاص اپنا انفرادی عمل ہے، اس سلسلہ میں دوسروں کو ذمہ دار بنا کر، فرد و افراد کے لئے آخرت میں بچاؤ کی صورت پیدا نہیں ہو سکتی۔

انسانی زندگی ایک بحر ہے کراں ہے، وہ ختم ہونے والی نہیں ہے۔ موت کے بعد ایک نئی زندگی شروع ہے، جو بعد الہیاد تک جاری رہے گی، دنیا کی اس زندگی کی مکمل حیثیت اس بحر ہے کراں میں سمندر کے قطرے سے زیادہ نہیں۔

مادی زندگی کی اس اصلیت اور حقیقت کا اگر استغفار قائم ہو جائے تو جدوجہد کا رنج دائمی زندگی کی بیماری کی لہر جدوجہد میں آسانی سے صرف ہو سکتا ہے۔

یہی وہ جتنی کتب ہے، جس پر قرآن وحدیث کا سب سے زیادہ زور ہے اور رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرام اور صلحاء امت کی زندگیوں کا ایک ایک درق اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اس زندگی کی مکمل حیثیت مسافر خانہ سے زیادہ نہیں ہے۔ آقا نے وہ جہاں حضور ﷺ نے ہمارے سامنے زندگی کا جو اعلیٰ نمونہ پیش کیا ہے، وہ سادگی دردوشی، دنیا سے آخری حد تک استغناء، صبر، شکر اور قناعت سے زندگی کے لمحات گزارنے، ہر وقت آخرت کی بیماری کی لہر، دنیا کے کاموں کی سرانجامی کے وقت محبوبِ حقیقی کی رضا مندی کی فکر، اللہ کی مخلوق کو اللہ کی اطاعت کے ذریعہ دین و دنیا کی سعادتوں سے بہرہ ور کرنے کی فکر، دولت و مال کو اجیت نہ دینے، دنیاوی آسائشوں سے استغناء نہ کرنے کی روش، دوسروں کو نوازنے کی ایوانی وغیرہ شامل ہیں، آپ ﷺ کی زندگی میں دنیا کا حصہ سب سے معمولی نظر آتا ہے۔ صحابہ کرام، بزرگان دین اور صلحاء امت کی زندگیاں حضور ﷺ کی زندگی کے نقوش سے عبارت تھیں اور ان کی زندگیوں میں بھی دنیا کا حصہ ہر اے نام نظر آتا ہے، اس لئے کہ مسلمانوں کے لئے اسوہ حسنہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی ہی ہے لہذا کسان لکھ لکھ لکھ رسول اللہ اسوہ حسنہ۔

مسلم امت کی تاریخ میں یہ پہلا دور ہے، جب افراد امت میں مادی زندگی

## تعارف

### علمائے ربانی کی تعلیمات کا حاصل

”جاہر نکلت و معرفت“ کتابِ امت کی صالح مضمینوں، اکابر بزرگوں اور ممتاز اہلِ دانش کی تعلیمات اور فکر کے مجموعہ پر مشتمل ہے، جو ہماری تیس سالہ ذاتی و انجمن میں تحریر شدہ مواد سے بناؤ ہے۔

اس مواد کو از سر نو ترتیب دینے اور ذیلی سرشیں لگانے اور بزرگوں کے بیان کردہ نکات کی تشریح کی بھی ضرورت تھی، تاکہ قارئین کے لئے کتاب سے چوبی طرح استفادہ کی صورت پیدا ہو سکے، ہم نے کوشش کی ہے کہ بزرگوں کے بیان کردہ مشکل نکات، سہل زبان میں اس طرح پیش ہوں کہ الفاظ کی مشکل ان کی تعلیمات کے فہم کی راہ میں حائل نہ ہو سکے۔ جدید نسل کے افراد، عام طور پر بزرگانِ دین کی اسلوبِ فکر کی مشکلات کی وجہ سے ان کی فکر سے استفادہ سے محروم رہتے ہیں۔ ہمیں اس کا تجربہ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی تعلیمات کو سہل کر کے پیش کرنے کے وقت ہوا کہ ملک کے بعض ممتاز اہل علم نے کہا کہ ہم زندگی بھر مولانا تھانویؒ کی کتابوں کے بغیر سے اس لئے بے بہرہ رہے کہ ان کی زبان کا فہم ہمارے لئے مشکل تھا، اب پہلی بار آپ کی تفہیم کردہ ان کی لمبھوالات کی کتابوں کے مسلسل مطالعہ سے اندازہ ہوا کہ ان کی فکر کتنی ہی جتن ہے اور وہ ہمارے اس دور کی کتنی خدمت ضرورت ہے۔

آج مادی زندگی اور مادی حسن کے عموماً متاخر و متاخر کی وجہ سے ہماری زندگی کی بیشتر جدوجہد، بلکہ ہماری ساری ذاتی و ملی توانائیاں مادی زندگی کو بہتر، کامیاب اور خوشحال سے خوشحال تر بنانے میں صرف ہونے لگی ہیں۔ اس میں جدید دور کے مادہ پرست سرمایہ دار کی طرف سے زندگی کو مشکل اور حسین سے حسین تر

کی نہ ختم ہونے والی دوز شروع ہے، غریب ہو، یا امیر، عالم ہو یا جاہل، حق ہو یا مرید، سب کی زندگی میں دولت دہاں نے فیصلہ کن حیثیت اختیار کر لی ہے، آخرت کی زندگی کے مقابلہ میں دنیاوی زندگی کی فکر غالب تر ہو گئی ہے۔ بہت گھیل افراد کو چھوڑ کر گنگ بنگ سب کی زندگی کا ہدف دنیا بن کر رہ گئی ہے۔ اور دل ہر وقت انہی جذبات سے سرشار ہے اور ذہن میں ہر وقت بھی فکر سوار ہے۔

دنیا دار افراد خاص دنیا کے روپ میں دنیا کو طلب کر رہے ہیں تو دیدار افراد اور صاحبان دیداری اور بزرگی کے روپ میں دنیا کے چنگار ہیں، یہی دوز اور یہی تکفل ہے، جو اس وقت عروج پر ہے اور دنیا سے والہانہ محبت کا ایک طوفان ہے، جس میں افراد ملت کی زندگی زیرِ لبر ہے اور ہماری تہذیبی اور اخلاقی قدریں مادیت کی ان طوفانی لہروں کی نذر ہیں۔

قرآن دنیاوی زندگی کی سب سے قیمتی اور اس کے سب سے وزن ہونے اور اسے اہمیت نہ دینے کی تاکید سے ہمرا ہوا ہے ﴿لَا تَلْبِسُوا صُلُوحَ الْفَاحِشَةِ وَالزُّلُمِ الْبَاطِلِ﴾ (اور تم بس دنیا ہی چاہتے ہو اور آخرت کو پانگل چھوڑ دیتے ہو)۔

يَنْفَلِسُونَ خَابِرَاتِنَ الصَّبَا وَالْمَنَ وَالْمَنَ وَالْمَنَ وَالْمَنَ وَالْمَنَ وَالْمَنَ (وہ صرف اس دنیاوی زندگی کی ظاہری چیزیں ہی کو چاہتے ہیں اور ان ہی کی فکر کرتے ہیں اور آخرت سے پانگل غافل ہیں)۔

اور رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: دنیا کی حیثیت سمندر کے قعر سے کے مثال ہے۔ آپ ﷺ کی مشہور دعا ہے کہ یا اللہ مجھے مسکینوں کے ساتھ زندہ رکھ، مسکینوں کے ساتھ مار اور مسکینوں کے ساتھ اغما۔

امت کی اکابر عقیان بڑی شہور کے ساتھ دولت و دنیا و مالداروں کو اہمیت نہ دینے کی تاکید کرتی رہی ہیں، حضرت محمد الف ثانیؒ فرماتے ہیں، مالداروں کی صحبت سے اس طرح بھاگو جس طرح شیر سے بھاگتے ہو، بلکہ اس سے بھی زیادہ اس لئے کہ شیر کاٹ کھائے گا تو اس دنیاوی زندگی کا نقصان ہوگا، جب کہ مالدار کی صحبت ابدی زندگی کے خسارہ کا موجب ہوگی۔

قرآن دولت اور بزرگان دین کی یہ تعلیمات اکمل ہمارے لاشعور میں موجود جب دنیا کے جذبات سے نگرا کر، ہمارے حواجز کو کھد کر دیتی ہیں، اور ان تعلیمات پر غور و فکر کر کے زندگی کے رنگ و ڈھب کو بدلنے کی فکر کی بجائے مادی سرگرمیوں میں حریف ٹینک ہونے اور دنیا سے زیادہ سے زیادہ متعلق ہونے کا ذریعہ بنتی ہیں، یہ بہت المیہ کی صورت ہے، جو اس وقت امت میں پیدا ہو گئی ہے۔ ہمارے موجودہ زوال میں سب سے زیادہ اسی چیز کو عمل و دل حاصل ہے، اس وقت دین کے حوالے سے ہونے والے بیشتر کام بھی مالداروں کے زیر سایہ اور ان کی سرپرستی میں ہی دور ہے ہیں۔ دینی مدارس ہوں یا خانقاہیں، وہ مالداروں کے زیر سایہ ہی چل رہی ہیں۔ اس کے اثرات ہیں کہ دینی کاموں میں خیر و برکت کم ہو گئی ہے اور آخرت کی فکر سے زیادہ دنیاوی روٹی، خانقاہوں، مکانات، عمارتوں اور گاہزہوں کی زیب و زینت فیصلہ حیثیت کی حامل ہو گئی ہے اور اللہ کی بجائے مالداروں سے توقعات وابستہ ہو گئے ہیں، جب کہ خانقائے ربانین کی ساری تاریخ بتاتی ہے کہ انہوں نے دولت دین اور دُروغ دین کا کام توکل، دمساک کی تہی داملی اور حالت فکر کے ساتھ کیا ہے۔ مالداروں سے بے نیازی ان کا درہ رہی ہے اور ان کی سیرت کا سب سے تاناک پٹلو بھی ہے۔

”جاہر نکتہ و معرفت“ کتاب بزرگان دین کی تعلیمات کے حوالے سے ہمیں چمکھوڑنے، بیدار ہونے اور مادی زندگی سے بلند ہو کر قاصد، سادگی، مہر و فکر، اور زہد کے ساتھ زندگی گزارنے اور دینی خدمت کا کام کرنے پر ابھارنے میں کردار ادا کر سکتی ہے اور اس سلسلہ میں فکر و نظر کے صحیح خطوط چھین کر سکتی ہے۔

کتاب میں محبوب حق تعالیٰ سے محبت، رحمت و دانائی، معرفت، انسانی نفسیات کی گہرائیں، حقیقی زندگی کے بہر استعمال، اسلام کے صحیح تصور، نفس کی بے پناہ قوتوں کی نشاندہی، خلق مع اللہ، راہ سلوک کے مسائل، زندگی کے مسائل سے عہدہ بردار ہونے کے نکات، انسانیت اور آداب زندگی اور مطلق زندگی جیسے بے شمار موضوعات پر قیمتی مواد شامل ہے اور ملت کی ممتاز شخصیتوں کے زندگی بھر کے تجربات

و مشاہدات کا تجربہ موجود ہے۔

اس عاجز نے پچھلے تیس سال میں اپنی ڈائریوں میں جو مواد جمع کیا تھا، اس سے مقصود صرف اپنی اصلاح تھی، لیکن اب ضرورت محسوس ہوئی اور بعض دوستوں نے توجہ بھی دلائی کہ اسے عام استفادہ کے لئے اترتو ترتیب دے کر کتابی صورت دی جائے۔ کتابی صورت دینے وقت بعض فی جزیئیں بھی شامل کی گئی ہیں۔

ملائے رہائی کی تعلیمات و افکار (جو زیر نظر کتاب کا موضوع ہے) اس کا اصل حوالہ انسانی شخصیت کی تعمیر اور اس کا استحکام ہے دین و دنیا کے سارے کاموں کا تعلق دراصل شخصیت کے اسی استحکام ہی سے وابستہ ہے۔ شخصیت کی محکم بنیادوں پر تعمیر کے بغیر معاشرہ سے خیر و برکت رخصت ہوگی، رواداری و محبت کی فضا معدوم ہوگی، باہم دست و گربان ہونے سے بظاہر مشکل ہوگا، حقیقی حیثیت دین کی صورت کا پیدا ہونا دشوار ہوگا، انسانییت و انسانی آداب کے بجائے حیوانیت و درندگی کے مظاہر و مظاہر عام ہوں گے۔ خدمت دین کے نام پر فساد فی الارض کی فضا پیدا ہوگی۔

اور شخصیت کی تعمیر کی سب سے بھر صورت اللہ کا ذکر، اس کی صفات و عبادت، اللہ کے دوستوں کی صحبت اور روح اور دل کی خواہیہ صلاحیتوں کی بیداری اور خود انسانی کے مسلسل عمل کے ذریعہ نفسی قوتوں کو پائیل کرتے رہنے کی ہے۔ اسی سے افراد معاشرہ میں وہ ساری صفات و خوبیوں پیدا ہوں گی، جن سے مسلم معاشرہ محکم ہوگا، جسے سکڑ اور پائل کی بزدلی یا بزدلی قوت بھی محسوس نہ کر سکے گی۔

ملائے رہائی کی فکر کا باعالمی یہ ہے کہ اسلام کی عمارت اللہ پر ایمان، رسولوں پر ایمان اور آخرت پر ایمان پر قائم ہے، اس ایمان کے بغیر اعمال صالحہ اور ذکر و فکر لا حاصل ہیں۔ اسلام کی عمارت کا ڈھانچہ شریعت کے احکام و تعلیمات سے وابستہ ہے، شریعت کے احکامات پر عمل کے بغیر قرب الہی کا حصول ممکن نہیں اور اسلام کی روح ان تعالیٰ اللہ کا نیک تواد (یعنی اللہ کی ہر گز اس طرح نہ کر گیا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو) ان تجلیں جزیروں کے مجموعہ سے ہی اسلام کی عمارت قائم ہوتی اور محکم

ہوتی ہے۔

ملائے رہائی کا تصوف و احسان پر زور اس لئے ہے کہ اس سے ایمانی عطا کر اور توحید کی بنیاد مستحکم ہوتی ہے، اسلامی شریعت کی عمارت کی حتمی شکل صورت پیدا ہوتی ہے اور وہ سارے اوصاف حمیدہ پیدا ہوتے ہیں، جو اللہ کو مطلوب ہیں۔

کتاب کی شروعات میں کچھ اہم تعمیری نکات اور کچھ احادیث شامل کی گئی ہیں۔ ڈائریوں میں کافی تعمیری نکات و اہم احادیث کا ذخیرہ موجود ہے۔ کتاب کی حفاظت سے بچنے کی خاطر اس کا کچھ حصہ شامل کیا گیا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو خود اس عاجز اور پڑھنے والوں کے لئے زیادہ سے زیادہ نافع بنائے۔ (آمین)

۸، فروری ۲۰۱۵ء

محمد مونی بھٹو

## پیش لفظ

ڈاکٹر محمد طاہر صاحب

(ایلو پیڈیہ، ہوپ پیڈیہ ڈاکٹر اور یونانی معالج)

حافظ محمد موسیٰ بھٹو صاحب کی زیر نظر کتاب جیسا کہ نام سے ظاہر ہے "جہازِ حکمت و معرفت" کے موضوع پر ہے، جس میں ہزارگان دین اور ممتاز اسلامی فلاسفس و دانشوروں کی تحریروں سے ماخوذ جیش بہا معلومات شامل ہے، جو ہمارے لئے زندگی کے صحیح خطوط تعیین کرنے اور ان کے رخ کو درست کرنے میں معاون ثابت ہو سکتی ہے۔

جہاں تک حکمت و معرفت کا تعلق ہے تو یہ علمائے ربانی اور حقیقی اہل اللہ ہی کو حاصل ہوتی ہے، ایسے حکمت و معرفت، نفس کو مکمل طور پر اللہ و رسول کے تابع بنانے اور دنیاوی زندگی کی نعمتوں، رامتوں اور دولت و دنیا کی فکر سے دست بردار ہو کر، آخرت کی فکر کو غالب کرنے اور توحید کے رُجھ کو محکم کر کے، اللہ کی محبت میں رخ بس جانے کے نتیجہ میں ہی حاصل ہوتی ہے۔

جب یہ حکمت و معرفت عطا ہوئی ہے تو قرآن و سنت میں موجود نور تک رسائی بھی حاصل ہونے لگتی ہے۔ اہل اللہ اور علمائے ربانی کو اللہ تعالیٰ اس نور کا دافر حصہ عطا فرماتا ہے۔ وہ علمائے دین جو معرفت کے اجڑا سے بہرہ ور نہیں ہوتے، وہ قرآن کی گہرائیوں تک رسائی حاصل کرنے اور قرآن سے حقیقی فیض حاصل کر کے اس فیض کو عام کرنے میں اکثر کامیاب نہیں ہوتے اور ان کے بیان کردہ نکات میں گہرائی و گیرائی اور تاثیر و صلاحیت موجود نہیں ہوتی، سبب یہی ہے کہ علمائے ربانی، محبت اہل اللہ اور ذکر و فکر کے غیر معمولی

جاہلوں کے ذریعہ نفس کو مہذب بنانے اور اللہ اور بندہ کے درمیان موجود تجاہل کو دور کرنے اور اخلاص و یقین کی کیفیات کو مستحکم کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ جب زندگی کا مقصود محض اللہ کی رضامندی ہو جاتی ہے اور اللہ کے لئے خداکارانہ رُجھ غالب ہونے لگتا ہے تو اس کے نتیجہ کے طور پر انہیں اللہ کی طرف سے حکمت کی ثنوت عظمیٰ عطا ہوتی ہے۔ وَمَنْ عَلَّمَ الْحَبْلَةَ فَلَهُ ثَوَابُ عَشْرَةِ عَشْرَةِ عَشْرَةٍ (جسے حکمت عطا کی گئی اسے بہت زیادہ خیر دیا گیا) اس حکمت اور نور بصیرت کی وجہ سے علمائے ربانی اور اہل اللہ ہر دور میں قرآن و سنت کے صحیح خطوط تعیین کرنے، مشکل سے مشکل حالات و مسائل میں صحیح دینی رہنمائی کرنے، اپنے دور کے حالات سے متاثر نہ ہو کر قرآن و سنت کے رسول اللہ ﷺ کے مہیوم کو پیش کرنے اور لوگوں کی اصلاح کے لئے اپنی زندگیاں صرف کرنے کے لئے کوشاں رہتے ہیں اور وہ زندگی بھر سراطِ مستقیم سے ہٹ کر ادھر ادھر دیکھنے کے روادار نہیں ہوتے، زیر نظر کتاب میں اس طرح کے علمائے ربانی و اہل اللہ کے (جو امت کا سرمایہ ہیں) ان کی تعلیمات کا تجرذ پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

علمائے ربانی، نور بصیرت کے ذریعہ مشکل مسائل میں کس طرح صحیح رہنمائی فرماتے ہیں۔ اس کی ایک جگہ مثال قرآن کی وہ دو آیتیں ہیں۔ جن میں سے ایک آیت میں انسان کی تخلیق کو بہترین تخلیق کی حیثیت سے بیان کیا گیا ہے پھر بتایا گیا ہے کہ لیکن ہم نے اسے اسفل سالفین میں گرا دیا۔ دوسری آیت میں انسان کو علوٰی مہول قرار دیا گیا ہے۔

ان دونوں آیات کا جو مفہوم عام طور پر پیش کیا جاتا ہے، اس پر عقل مطمئن نہیں ہوتی، لیکن ایک ممتاز عالم ربانی نے نور بصیرت سے اس کا جو مفہوم

بیان فرمایا ہے، وہ ایسا ہے، جس سے سارے اختلافات دور ہو جاتے ہیں اور طہانیت حاصل ہونے لگتی ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی اپنے مکتوبات میں *لَمْ يَزَلْ يَنْفَعُ مَنْفَعَتَيْنِ* میں روح اور نفس کے بارے میں لکھتے ہیں۔

”انسان کے اس بیکر جسمانی کے ساتھ حقیقی قائم ہونے سے پہلے روح کی ترقی وروج کی راہ بند تھی، لیکن اس جو ہر نفس کی فطرت و مرثیت میں ہم میں آنے کے بعد عروج کی استعداد موجود تھی اور اس استعداد کی بنا پر ہی انسان کی فضیلت فرشتہ پر ثابت ہوتی ہے۔ حق سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے کمال کرم سے اس نورانی جوہر کو اس جسم کے غلامانی بیکر کے ساتھ جمع کر دیا۔ تو پاک ہے وہ ذات جس نے نور اور ظلمت اور امر اور نفل کو ایک جگہ جمع کر دیا۔ جبکہ حقیقت میں یہ دونوں چیزیں ایک دوسرے کی نقیض واقع ہوتی تھیں۔ تو حکیم مطلق جل سلطان نے اس ابتعاث کو برقرار رکھنے اور اس انتظام کو موجود رکھنے کیلئے روح کی نفس کے ساتھ عشق و گرفتاری کی نسبت قائم کر دی اور اس گرفتاری کو اس انتظام کا سبب بنا دیا اور سورۃ اجن ۳۲ میں اسی طرف اشارہ ہے۔ ترجمہ: ہم نے انسان کو بہترین صورت میں پیدا کیا اور پھر اسے گرے ہوؤں سے گرا ہوا کر دیا، سوائے ان کے جو ایمان لائے اور اعمال صالح کئے۔“

مکتوب ۲۸ میں انسان کی عارفانہ صلاحیت کے بارے قرآنی انکشاف علوماً جہولاً کی تشریح میں لکھتے ہیں ”علوماً تو ہیں کہ انسان اپنے نفس پر بہت ظلم کرنے والا ہے۔ اس قدر کہ اپنے وجود اور وجود کے توابع میں سے کوئی بھی اثر اور علم نہیں رکھتا اور جب تک اپنے اوپر اس قدر ظلم نہ کر لے۔ امانت کا

یوچہ اٹھانے کے قابل نہیں ہوتا اور جہولاً یوں کہ کثیر الجہل ہے۔ اسے اپنے مقصود کے حقیقی (یعنی جس کا بار امانت اٹھانے کیلئے اپنی ذات پر ظلم کرتا ہے) کچھ ادراک نہیں اور نہ ہی علم رکھتا ہے۔ بلکہ نہ صرف ادراک سے عاجز ہے، بلکہ اپنے مقصود کے علم سے بھی جاہل ہوتا ہے اور بھی مجر و جہل اس کمال کے مقام میں معرفت ہے۔ گویا جو یہاں سب سے زیادہ جاہل ہے، سب سے بڑا عارف ہے۔ اور اس میں تو کوئی شک نہیں کہ جو سب سے بڑا عارف ہو، وہی بار امانت اٹھانے کا زیادہ حق دار ہے۔ انسان کے اندر یہ دونوں صلیقی یعنی علوماً جہولاً گویا بار امانت کے اٹھانے کا سبب ہیں۔“

زیر نظر کتاب میں بزرگان دین کے اس طرح کے بہت سارے نکات موجود ہیں، جس سے دل و ذہن کی تکلفی کی صورت پیدا ہوتی ہے۔

یہ کتاب اس اعتبار سے بھی اہم ہے کہ ہم جس اخلاقی اور روحانی بحران سے دوچار ہیں اور ہمارا اجتماعی نظام جس شدید غلطکار سے دوچار ہے اور ہم کچھ نہیں پارتے ہیں کہ اس بحران کے عوامل کیا ہیں اور اس سے نکلنے کی صورت کیا ہے۔ امت کی تاریخ کے ممتاز اکابر بزرگان دین کی تعلیمات اور ان کے افکار کی روشنی میں ہمیں اپنے بگاڑ و فساد کی نوعیت کو سمجھنے اور اس بگاڑ سے نکلنے کے لئے غور و فکر کرنے کی صورت پیدا ہو سکتی ہے۔

حافظ محمد سوئی جٹو صاحب ایک حصر سے جس چٹائشی سے مسلسل علمی کام کے ذریعہ ہمیں جو مواد فراہم کر رہے ہیں اور عصر حاضر کے انسان کو حوازن نگری خطوط دے رہے ہیں، ان کا یہ کام بڑی دینی خدمت ہے۔ ان کی کتابوں میں جس خوبصورتی سے دور جدید کی ذہنی و علمی سطح کو پیش نظر رکھا جاتا ہے، وہ ان پر اللہ کا خاص کرم ہے، اگرچہ مسلسل کام کی وجہ سے ان کی ذہنی توانائیاں

بُدی طرح متاثر ہیں، تاہم وہ ہمیں مسلسل نبی نبی جیتی ملی کتابیں دے دے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جسمانی و روحانی صحت عطا فرمائے اور ان کے اس سارے کام کو اپنے ہاں قبولیت کا شرف عطا فرمائے۔ اور ہمیں اس سے استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

۱۳ فروری ۲۰۱۵

## کچھ تفسیری نکات

اسلام

حلیم درضا اور فرمانبرداری کا نام ہوتا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ (اللہ کے ہاں اسلام ہی (قابل قبول) دین ہے۔) اسلام کے اصل معنی سوچ دینے کے ہیں۔ مذہب اسلام کو بھی اسی لحاظ سے اسلام کہا جاتا ہے کہ ایک مسلم اپنے کو ہر حق خدا کے واحد کے سپرد کر دینے اور اس کے احکام کے سامنے گردن ڈال دینے کا اقرار کرتا ہے، گویا اسلام اُلتیم دو تسلیم کا اور مسلمانی حکم برداری (فرمانبرداری) کا دوسرا نام ہوا، ہاں تو شرار سے آخر تک تمام بغیر بھی مذہب اسلام لے کر آئے، اور اپنے اپنے زمانہ میں اپنی اپنی قوم کو مناسب وقت احکام پہنچا کر اطاعت و فرمانبرداری اور خالص خدا کے واحد کی پرستش کی طرف بلاتے رہے۔ لیکن اس سلسلہ میں خاتم الانبیاء ﷺ نے تمام دنیا کو جو اکمل، جامع ترین، عالمگیر اور ناقابلِ متغییر چاربات دیے، وہ تمام شرائط ساہتہ حق پر شے دائم محسوس ہونے کی وجہ سے مخصوص رنگ میں اسلام کے نام سے موسوم و مقرب ہوئیں۔ بہر حال اس آیت میں نصاریٰ نجران کے سامنے خصوصاً اور تمام اقوام و ملل کے سامنے عموماً اعلان کیا گیا ہے کہ دین و مذہب صرف ایک ہی چیز کا نام ہو سکتا ہے، وہ ہے کہ بقدر دلی وہ جان سے اپنے آپ کو خداوند قدوس کے سامنے سپرد کر دے اور جس وقت جو حکم اس کی طرف سے پائے۔ بلا چوں چاں گردن تسلیم جھادے، اب جو لوگ خدا کے بیٹے، چوتے تجویز کریں، سب کریم کی تصویروں اور صلیب کی کڑی کو پھینک، خنزیر کھا لیں، آدمی کو خدا اور خدا کو آدمی بنادیں، انبیاء و اولیاء کو قتل کر ڈالنا معمولی بات سمجھیں، دین حق کو سنانے کی ناپاک کوششوں میں لگے رہیں۔ موسیٰ و حج کی بیارات کے موافق، جو بغیر ان دونوں سے جو حکم شان و نشان دکھاتا ہو، جان بوجھ کر اس کی تکذیب اور اس کے لائے ہوئے کلام و احکام سے قطعاً کریں، یا جو بے وقوف پتھروں، درختوں، ستاروں چاند سورج کے آگے سجدہ کریں

اور حلال حرام کا معیار معین ہوا ہے جس کو غمازیں، کیا ان میں کوئی جماعت اس لائق ہے کہ اپنے کو مسلم اور ملت ایمانی کا پیرو کہے۔ (تفسیر عثمانی، صفحہ ۱۶۶)

حق کی طلب سے محرومی کی سزا

وَلَوْ عِزَّتْ حَلَّةُ فَلَيْسَ خَيْرًا لِّأَتْسِلْهُمْ قُلُوبًا وَنُفُوسًا مِّنْهُنَّ (اور اگر اللہ چاہتا کہ ان میں بھلائی (موجود ہے) تو ان کو بنا دیتا، اور اگر ان کو آپ بنا دے تو ضرور بھائیگی، نہ پھیر کر) یعنی اصلی یہ ہے کہ ان لوگوں میں بھلائی کی جڑ ہی نہیں، کیونکہ حقیقی بھلائی انسان کو اس وقت ملتی ہے، جب اس کے دل میں طلب حق کی جگہ تہی اور نورِ ہدایت قبول کرنے کی لیاقت (موجود) ہو، جو قوم، طلب حق کی روح سے نکھر خالی ہو چکی ہو، اس طرح خدا کی بخشی ہوئی قوتوں کو اپنے باطنوں پر یاد کر چکی ہو، رفتہ رفتہ اس میں قبول حق کی لیاقت واستعداد بھی نہیں رہتی، اس کو قرابا ہے کہ اللہ نے ان کے دلوں میں قبول خیر و ہدایت کی لیاقت نہیں رکھی، اگر ان میں کچھ بھی لیاقت دیکھتا تو اپنی عادت کے موافق ضرور ان کو آیتیں بنا کر سمجھا دیتا، باقی جماعت موجودہ اگر انہیں آیتیں بنا اور سمجھا دی جائیں تو یہ صدی اور محالہ لوگ کچھ کر بھی تسلیم قبول کرنے والے نہیں۔ (تفسیر عثمانی، صفحہ ۲۳۸)

انسانی اور اس کے دل کے درمیان

اللہ کا حاکم ہو جانا

وَاللَّهُمَّ أَنْزِلْ إِلَيْنَا الْقُرْآنَ نَحْمَدُكَ وَنُحِبُّكَ (اور جان لو کہ اللہ روک دیتا ہے آدمی سے اس کے دل کو) (یعنی اللہ، انسان اور اس کے دل کے درمیان حاکم ہو جاتا ہے۔ (مرتب)

یعنی عزم بھلانے میں دیر نہ کرو، شاید ٹھوڑی دیر بعد دل ایسا نہ رہے۔ اپنے دل پر آدمی کا قبضہ نہیں، بلکہ دل خدا کے ہاتھ میں ہے۔ پھر چاہے پھیرا دے۔ جنگ و دلائی رحمت سے کسی کا دل ابتداء نہیں روکتا، نہ اس پر جبر کرتا ہے، ہاں جب بندہ اقتتال احکام میں سستی دکاٹی کرتا رہے تو اس کی جڑ اس میں روک دیتا ہے۔ یاقین رہتی چھوڑ کر، مدد و مدد کو شیوہ بنالے تو جبر کرتا ہے، لہذا فی الواقع بعض نے مفسدوں

مِنَ الْفِتْرِ، وقلوبہ کو بیان قرب کے لئے لیا ہے، یعنی حق تعالیٰ سے بندہ اتنا قریب ہے کہ اس کا دل بھی اتنا قریب نہیں۔ وَنَحْنُ مِنَ الْكَرْبَةِ إِلَيْهِ وَبَيْنَ عَيْنِ الْفِتْرِ نَدْوَا کی حکمر داری ہے دل سے کرد خدا تم سے بڑھ کر تمہارے دلوں کے احوال و سراں پر مطلع ہے۔ (تفسیر عثمانی، صفحہ ۲۳۸)

علم و حسیان پر غاموشی پر لئے دانی سزا

وَقُلُوبًا فَهِنَّ لَا تُعْثِرُنَّ عَلَيْهِنَّ وَلَكِنَّهُنَّ عَصَاةٌ وَأَعْيُنُهُنَّ أَفْكَارٌ ذَبِيلَةُ الْعِلْمِ (اور بچھ رہو اس فساد سے جو نہیں پڑے گا تم میں سے خاص ظالموں ہی پر اور جان لو کہ اللہ کا عذاب شدید ہے۔)

یعنی فرض کرو، ایک قوم کے اکثر افراد نے علم و حسیان کا تجرہ اختیار کر لیا، کچھ لوگ جو اس سے علیحدہ رہے، انہوں نے ہدایت برقی نہ نصیحت کی، نہ انہماں نفرت کیا تو یہ فتنہ ہے، اس کی پیشت میں یہ ظالم اور یہ غاموش ماہرین سب آجائیں گے۔ جب عذاب آئے گا تو حسب مراتب سب اس میں شامل ہوں گے، کوئی نہ بچے گا۔

اس تفسیر کے مطابق آیت سے یہ مقصود ہوگا کہ خدا و رسول کی حکمر داری (اعانت) کے لئے خود (بھی) تیار رہو اور ظالموں کو نصیحت و انہماں کرو، نہ مامیں تو جبراز کا انہماں کرو، باقی حضرت شاہ صاحبؒ نے آیت کا یہ مطلب لیا ہے کہ مسلمانوں کو ایسے فساد (گناہ) سے بالخصوص بچنا چاہئے، جس کا خراب اثر گناہ کرنے والے کی ذات سے صدی ہو کر دوسروں تک پہنچتا ہے۔ پہلے فرمایا تھا کہ خدا و رسول کا حکم ماننے میں ادنی تاخیر و کاٹنی نہ کرے، کہیں دیر کرنے کی وجہ سے دل ہٹ نہ جائے، اب حیدر فرماتے ہیں کہ اگر نیک لوگ کاٹلی کریں گے تو عام لوگ بالکل چھوڑ دیں گے تو دم پر چیلے گی، اس کا دباں سب پر پڑے گا۔ جیسے جنگ میں دیر سستی کریں تو نامزد بھاگ ہی جائیں، پھر شکست پڑے تو دیر بھی نہ تمام نہیں۔ (تفسیر عثمانی، صفحہ ۲۳۸)



ایمان و احسان کے باوجود  
اللہ سے کرزاں و ترساں رہنا

إِنَّا الْغَنِيُّ عَنْهُمْ وَلَهُمْ لُفْظُهُ (البتہ ہر لوگ اپنے رب کے خوف سے  
اندیشہ رکھتے ہیں) یعنی باوجود ایمان و احسان کے کفار مفرورین کی طرح مگر اللہ سے  
ناموں نہیں، ہر وقت خوف خدا سے کرزاں و ترساں رہتے ہیں کہ نہ معلوم دنیا  
میں جو انعامات ہو رہے ہیں، استدراج (جھیل و مہلت) تو نہیں، حسن بصری کا  
مقول ہے کہ مومن بھی کرتا ہے اور ڈرتا رہتا ہے اور منافق بدی کر کے بھی ہے  
فکر ہوتا ہے۔ (تفسیر عثمانی ص ۶۰)

ذکر کا ساری

عبادتوں کا روح ہوتا

وَلْيَحْضُرُ الْعِلْمُ الْخَيْرُ اور اللہ کا ذکر سب سے بڑی (چیز ہے) یعنی لازماً نہیں  
سے کیوں نہ روکے، جب کہ وہ اللہ تعالیٰ کی یاد کی سب سے بہتر صورت ہے۔ وَلْيَحْضُرِ  
الْعِلْمُ الْخَيْرُ (لماز قائم کرو میرے ذکر کے لئے) اور اللہ کی یاد بہت بڑی چیز ہے  
یہ وہ چیز ہے جسے نماز اور عبادہ وغیرہ تمام عبادت کی روح کہہ سکتے ہیں۔ یہ نہ ہو تو  
عبادت کیا، ایک جسد ہے درجہ اور لفظ ہے معنی ہے، حضرت ابو دردا وغیرہ کی احادیث  
کو دیکھ کر علماء نے یہی فصل کیا ہے کہ ذکر اللہ ہے یا سکر کوئی عبادت نہیں۔ اصلی  
فضیلت اسی کو (حاصل) ہے، یوں عارض اور وقتی طور پر کوئی عمل ذکر اللہ پر سبت لے  
جائے (ذکر اللہ سے آگے بڑھ جائے) وہ دوسری بات ہے، لیکن غور کیا جائے تو مانا  
پڑے گا کہ اس عمل میں بھی فضیلت اسی ذکر اللہ کی جہدات آتی ہے، بہر حال ذکر اللہ  
تمام اعمال سے افضل ہے، جب وہ نماز کے ضمن میں ہو تو افضل تر ہوگا۔ پس بندہ کو چاہئے  
کہ کسی وقت خدا کے ذکر سے غافل نہ ہو، خصوصاً جس وقت نہائی کی طرف میلان ہو، اس  
وقت خدا تعالیٰ کی عظمت و جلال کو یاد کر کے اس سے باز آجائے۔ (تفسیر عثمانی، صفحہ ۵۶)

مشرکوں کی خاصیت۔ اللہ کے ذکر سے اجتناب  
یہ فقیر کے ذکر سے سرت و انبساط کا ہوتا

وَلَا ذِكْرَ لَهْ وَخُذْ الْعِزَّةَ عَلَى الْكَافِرِينَ کی تشریح:

مشرک کا خاصہ ہے کہ اگرچہ بعض اوقات زبان سے اللہ کی عظمت و جہت کا  
اعتراف کرتا ہے، لیکن اس کا دل اکیلے خدا کے ذکر اور حمد و ثناء سے خوش نہیں ہوتا،  
باپ، دوسرے دیوتاؤں یا جھوٹے معبودوں کی تعریف کی جائے تو بارے خوشی کے  
اچھلے لگتا ہے، جس کے آثار اس کے چہرے پر نمایاں ہوتے ہیں۔ افسوس، یہی حال  
آج بہت سے نام نہاد مسلمانوں کا دیکھا جاتا ہے کہ خدا کے قدرت و عظمت  
اور اس کے علم کی لامحدود وسعت کا جان ہوا تو ان کے چہروں پر ابتہاش (بے چینی)  
کے آثار ظاہر ہوتے ہیں۔ مگر کسی یہ فقیر کا ذکر آجائے اور چھوٹی چنی کرامات الہیہ  
شاپ بیان کر دی جائیں تو ان کے چہرے کھل پڑتے ہیں اور دلوں میں جہدات  
سرت و انبساط جوش مارنے لگتے ہیں۔ بلکہ بسا اوقات توحید خالص کا بیان کرنے  
والہ ان کے نزدیک مگر اولیاء سمجھا جاتا ہے۔ (تفسیر عثمانی، صفحہ ۶۱)

مصل کو خواہشات کے

تابع بنائے کی سزا

لَا تَزِدْهُمْ مِغْرَابًا وَافْتَلَتْ عَلَيْهِمْ مِغْرَابًا عَلَى مِغْلٍ وَفُتِنُوا عَلَى شَيْءٍ وَفُتِنُوا عَلَى نَفْسِهِ (کیا تم  
نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنالیا ہے اللہ نے اس کے علم  
کے باوجود اس کو گمراہی میں ڈال دیا ہے اس کے کان اور دل پر ہمراہ لادی، اور اس کی  
آکھ پر پردہ ڈال دیا ہے ایسے شخص کو کون ہدایت دے سکتا ہے۔)

خواہش کو اپنا معبود بنانے کا مطلب خواہش کو اپنی زندگی میں سب سے بڑے  
مقام دینا ہے، جو شخص اپنی خواہش کے تحت سوچے اور اپنی خواہش کے تحت عمل  
کرے۔ وہ گویا اپنی خواہش ہی کو اپنا معبود بنائے ہوئے ہے۔ آدمی کی عقل، سمجھ اور  
فہم کو پہچاننے کی کال صلاحیت رکھتی ہے۔ مگر جو شخص اپنی عقل کو اپنی خواہش کا تابع

بنا ہے، اس کا حال یہ ہو جاتا ہے کہ اس کے سامنے حق کے دلائل آتے ہیں، مگر وہ ان کے وزن کو محسوس نہیں کر پاتا۔ وہ ہر بات کے جواب میں ایک جھوٹی وجہ پیش کر کے اسے رد کر دیتا ہے، آدمی کی یہ روش آخر کار اس کی عقلی قوتوں کو سبک کر دیتی ہے۔ ان کے کان الفاظ سننے ہیں، مگر ان کے معانی تک ان کی پہنچ نہیں ہوتی۔ اس کی آنکھ حقیقت کو دیکھتی ہے، مگر وہ اس سے سبق نہیں لے پاتی۔ اس کے دل تک ایک بات پہنچتی ہے، مگر وہ اس کے دل کو تڑپانے والی نہیں بنتی، عقلی قوتوں کو خدا نے ہدایت کے دافطہ کا دروازہ بنایا ہے، مگر جو شخص اپنی خواہش پرستی میں ان دروازوں کو بند کرے، اس کے اندر ہدایت داخل ہوگی تو کس راستہ سے ہوگی۔ (تذکیر القرآن)

سب سے بڑے روحانی

روگ کی نشاندہی

روحانی طور پر سب سے بڑا روگ اور سب سے زیادہ خطرناک بیماری عجب لیس اور غرور کی ہے۔ جس کی وجہ سے فرد دیکھتا ہے کہ میرا ہمدرد دماغ اس قابل ہے کہ تمام مصالح و مفاتحتوں کا ایک دولت املاک کر سکے۔ انہیں کہ مجھے کسی دوسرے کی اطاعت کی قطعاً ضرورت نہیں، میں خود دانا اور سمجھدار ہوں، معاملات میں بصیرت تامہ رکھتا ہوں اور غیر دشر میں جو فرق ہے اس کو بخوبی محسوس کرتا ہوں، اس لئے مذہب اور دین اگر میرے مفاد سے کے موافق ہے تو درست ہے، اگر میرے مفاد سے اور اس میں توافقی نہیں ہے تو بظاہر درست نہیں۔ کیونکہ میرے افکار و تصورات میں تعلیمت و صحت کی پوری استعداد موجود ہے، میں اس کی عقلی کا امکان نہیں۔ کہ والوں کی چالیں بھی ذہینت تھی، وہ اسی روحانی روگ میں مبتلا تھے کہ انارے خرافات و دنیاوی قریب حاصل وراثت ہیں۔ اپنی خواہشات و خیالات کو انہوں نے خدا سمجھ رکھا تھا۔ ان کا احترام اسی طرح کرتے تھے، جس طرح خدا کے احکام کا احترام کیا جاتا ہے، اس لئے فرمایا کہ یہ لوگ باوجود جاننے اور علم رکھنے کے بھی گمراہ ہیں۔ کیونکہ ازراہ کبر و غرور، یہ حق کی آواز کو سننے کیلئے ہی تیار نہیں۔ (تفسیر سراج المہمان، مولانا

محمد صلیبی ندوی)

تقویٰ کی بدولت

فرقان کی صلاحیت کا عطا ہونا

يا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّا جَعَلْنَا لَكُمْ فُرْقَانًا (سورۃ انفال آیت ۲۸)

مومنو، اگر تم اللہ سے ڈرتے ہو تو وہ تمہارے لئے فرقان بھی بنالیا ہے اور تم سے تمہارے گناہوں کو دور کرے گا۔

اگر اللہ تعالیٰ کی تقویٰ اختیار کر کے تو اللہ تعالیٰ تم میں اور تمہارے مخالفین میں فیصلہ فرمایا، دوسری بات یہ ہے کہ تقویٰ کی بدولت سے حق تعالیٰ تمہارے دل میں ایک نور ڈال دے گا، جس سے تم ذوقاً و وجداناً حق و باطل اور نیک و بد میں فیصلہ کر سکو گے۔ (تفسیر عثمانی، مولانا شبیر احمد عثمانی)

”فرقان کے معنی ہیں فرق کرنے والی چیز۔ یہاں فرقان سے مراد حق و باطل کے درمیان فرق کرنے کی صلاحیت ہے۔ آدمی اگر اللہ سے ڈرے وہی کرے، جس کا اللہ نہ غم دیا ہے اور اس سے بچے، جس سے اللہ ملے منع کیا ہے تو اس کو اس بات کی توفیق ملے گی کہ وہ حق و باطل کو ایک دوسرے سے الگ کر کے دیکھ سکے۔

یہ فرقان تقریباً وہی چیز ہے، جس کو صرفت یا بصیرت کہا جاتا ہے۔ بصیرت آدمی میں وہ اندرونی روش پیدا کر دیتی ہے کہ وہ غامضی پہلوؤں سے دھوکہ کھائے بغیر ہر بات کو اس کے اصل روپ میں دیکھ سکے۔ جب بھی کوئی آدمی کسی معاملہ میں اپنے آپ کو اتنا زیادہ شامل کرتا ہے کہ وہ اس کی پرواہ کرنے لگے، وہ اس کے بارے میں اندیشہ رکھتا ہو تو اس کے بعد اس کے اندر ایک خاص طرح کی حساسیت پیدا ہو جاتی ہے، جو اس کو اس معاملہ کے موافق و مخالف پہلوؤں کی پہچان کر دیتی ہے۔ یہ فرقانی معاملہ ہر ایک کے ساتھ پیش آتا ہے۔ خواہ ایک مذہبی آدمی ہو یا ایک تاجر اور ڈاکٹر اور انجینئر، کوئی بھی آدمی جب اپنے کام سے تقویٰ (کلک) کی حد تک وابستہ کرتا ہے تو اس کو اس معاملہ کی ایسی معرفت حاصل ہو جاتی

ہے کہ اور دوسرے مسلمانوں میں اچھے بغیر وہ اس کی حقیقت تک پہنچ جائے۔

کسی آدمی کے اندر یہ خدائی بصیرت (فرقان) پیدا ہوتا، اس بات کی سب سے بڑی ضمانت ہے کہ وہ نرائیوں سے بچے، یہ فرقان (حق و باطل کی عینی تمیز) پیدا ہو جائے، اس بات کا ثبوت ہے کہ آدمی اپنے آپ کو حق سے ساتھ رکھتا رہا وہ دہشت گرد چکا ہے کہ اس میں اور حق میں کوئی فرق نہیں رہا۔ (تذکیر القرآن)

فہم کے ساتھ اللہ کا معاملہ

اپنے صحابین کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی یہ عادت ہے کہ جب ان سے کوئی امر، ن کے مقام کے منافی صادر ہوتا ہے تو ایک طرف کے قہ سے ان کی تادیب کی جاتی ہے اور جب وہ اس کی کئی کچھ بچے ہوتے ہیں تو پھر ان پر نرمی و رسانی جاتی ہے۔ (تفسیر مہدی، مولانا عبدالماجد دریا بادی)

دوسرے میں تاخیر کا سبب

اور بالکل یہ کہتے ہیں کہ اس شخص پر قرآن اکہرگی (پورا) کیاں نہیں نازل کر دیا گیا، اس طرح اس لئے کہ ہم اس کے زہد سے آپ کے دل کو قوی رکھیں اور ہم نے اسے ظرافت قرار دیا ہے۔ (تذکیر القرآن، ص ۳۲)

مشائخ نے کہا ہے کہ شراعت و حکامات میں جو تاخیر و تردد رکھا ہوتا ہے، اس میں بھی ایسی حکمت ہے کہ نہایت دوسرے حاصل ہوتا جائے۔ جو چیز ہلکی آتی ہے، وہ جلدی نکل بھی جاتی ہے۔ سالک کو دیر ہونے سے تنگ نہ ہونا چاہئے، بلکہ صبر کرنا چاہئے۔ اللہ کے جس تسمیر کا سہارا ملتا ہو، اور مشائخ کے پاس افتاد و ضمانت میں تدریس اس آیت کی سرچشمہ کی حاجت میں ہے۔ نیت کا مضبوط ہونا، قلب کا حق پر کار ہونا اور ملک علی کا رائج ہونا سب اسی کے برکات ہیں۔

مرشد قاضی نے فرمایا ہے کہ جو سلوک میں غیر احتیاری احوال پاشی کا شکار رہتا ہے، اس کے اعتقاد کا غلط خیال غیر ہوتا ہے، گویا وہ اپنے اعمال و حکامات کو حتمی قرار دیتا ہے۔ (تفسیر مہدی)

فہم کے ساتھ اللہ کا معاملہ

یہ لگ جوتیسے پروردگار کے قریب ہیں، وہ اس کی محبت سے بھر نہیں کرتے، اور اس کی پاکی بیان کرتے رہتے ہیں اور اسی کو مجدد کرتے ہیں۔ (تذکیر القرآن، ص ۲۶)

مرشد قاضی نے فرمایا ہے کہ لایسکسکسروں یعنی بکیر سے بڑی ہونے کو دوسری جانوں پر مقدم رکھنے سے یہ (تجربہ) OK ہے کہ کیر کا زول اصلاح کی جاتی صورتوں میں۔ سول شرط ہے۔ اور امام رازی نے الفاظ آیت کی تہیہ سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ فہم کے ساتھ اللہ تعالیٰ پر مقدم ہیں۔ (تفسیر مہدی)

مرشد قاضی نے فرمایا ہے کہ ولایسکسکسروں یعنی اللہ تعالیٰ سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسری ایک قسم یہ بھی ہے کہ نصرت نہ ہو یعنی فرسور کچھ اس میں رہن کی حرکت نہ ہو، نہ علی نہ فہم۔ (تفسیر مہدی)

ہر دہرہ کے نتیجہ میں

نور بصیرت کے حاصل ہونے کا وعدہ

و لطف جلیل و کرم اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (الروم آیت ۶۹)

جو لوگ ہمارے راستے میں ہر دہرہ کرتے ہیں ہم ان کو ضرور راستہ دکھاتے ہیں۔

یعنی جو لوگ اللہ کے راستے صحت اللہ سے اور سختیاں سمجھتے ہیں، اور حرام طریح کے چھوڑتے ہیں سرگرم رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو ایک خاص نور بصیرت عطا فرماتا ہے اور اپنے قریب درمنا کی راہیں سمجھاتا ہے۔ جن لوگوں یہ ضمانت و چھوڑتے ہیں ترقی کرتے ہیں، اسی قدر ان کی معرفت میں دہرہ بند ہوجاتا ہے اور وہ انہیں سمجھنے لگتی ہیں کہ دوسروں کو ان کا احساس تک نہیں ہوتا۔ (تفسیر مہدی، سورہ تاوہید ص ۲۸)

## قرب کی متابعت سے

نفلوں میں وسعت کا پیدا ہوتا

عراق و سوا کی وہیں ہے اپنی جہاں۔ جس قدر اس کا قرب حاصل ہوگا، اسی تناسب سے نفلوں میں وسعت پیدا ہوگی اور معلوم ہوگا کہ ہزار دو ہزار چارے درمیاں میں جاگت ہیں۔ اور عقائد و احوال کی کثرت کا یہ عالم ہے کہ ان سب پر کسی شخص کا احاطہ ناممکن ہے۔ ہاں، یہ ضرور ہے کہ جدوجہد کرنے والوں کیلئے اللہ کی طرف سے توفیق ہے اور سادک ایک قسم کی اعانت اور شفقت محسوس کرتا ہے، یعنی بہت دور غلوں شرط ہے۔ (تفسیر سرائی الجہان، مولانا محمد حنیف مدنی)

نماز میں نرائیں کی

روک قسم کی استعداد کا ہوتا

إِنَّ خُضْرَاءَ نَهْرٍ عَنِ طَبَقِهِ

نماز کا نرائیں سے روکا دوسری میں ہو سکتا ہے۔ ایک طریق سبب۔ یعنی نماز میں اللہ تعالیٰ نے خاصیت و تاثیر یہ رکھی ہے کہ نماز کی گناہوں سے روک دے۔ جیسے دوا کا استعمال کرتا بیمار و بیمار امراض کو روک دیتا ہے۔ اس صورت میں یاد رکھنا چاہئے کہ دوا کیلئے ضروری نہیں کہ اس کی ایک ہی خراب کاری کو روکنے کیلئے کافی ہو جائے۔ بعض دوائیں خاص مقدار میں دہت تک التزام کے ساتھ کھائی جاتی ہے، اس وقت ان کا فائدہ اثر ظاہر ہوتا ہے۔ بشرطیکہ مریض اس چیز کا استعمال نہ کرے جو اس دوا کی خاصیت کے متضاد ہو۔ نہ بھی یہ شہ قوی الہیہ دوا ہے، جو روحانی بیماریوں کو روکتی ہے اور انہیں کاظم رکھتی ہے، ہاں، ضرورت اس کی ہے کہ ٹھیک مقدار میں اس اعتدال اور مقدار کے ساتھ جو اہل علم نے تجویز کیا ہے، خاصیت دہت تک اس پر مواظبت کی جائے، اس کے بعد مریض خود محسوس کرے کہ نماز کی طرح اس کی پرائی پرائی بیماریوں اور برسوں کے روک کو دور کرتی ہے۔ (سراج الجہان، مولانا حنیف مدنی)

## قیامت کے دن ہر چیز کا

اللہ کی محبت سے لبریز ہونا

لا یُکَلِّمُهُ اللّٰہُ کی دھمکی سے یہ امر صاف معلوم ہوتا ہے کہ ہر کسی کے دل میں محبت الہی خوب رائج ہے۔ اگرچہ سر درست محسوس نہ ہو، قیامت کو جب ساری رکاوٹیں دور ہوگی تو اس کا یقینی محبت کا عہدہ کامل ہوگا۔ کیونکہ اگر یہ نہ ہوتا تو کفار کو یہ دھمکی ایسی سونے کی کوئی اپنے دشمن کو ناشی و در عراض سے ذرا نہ ملے، جو بالکل بے اثر ہے۔ عجبان چنانچہ ان عراض محبوب کو درد چاند آواز سمجھتے ہیں نہ امداد، بس معلوم ہوا کہ قیامت کے دن ہر سینہ اللہ کی محبت سے امینا ہر چیز ہوگا کہ اللہ کی یہ ہے اللہ تعالیٰ عذاب و دوزخ سے بھی بدرجہا نرازدہ ان کو چکاہٹا معلوم ہوگی۔ (تفسیر عثمانی، مولانا شبیر احمد عثمانی)

روحانی و اخلاقی مریضوں کے بارے میں

اللہ کی سنت

تَوَسَّلْ بِطَبِيبٍ سَمِيعٍ مُّؤَدِّقٍ نَبِيٍّ مُّطَهَّرٍ لِّمَوَازِينِ الْمَلٰٓئِکَةِ وَفِي الْاَمْرِ اَدْنٰی مِنْ عِلْمِهِ ۝۱۰۰

(امداد آیت ۱۰۰)

یہ وہ لوگ ہیں، جن کے دلوں کو اللہ نے پاک کرتا نہ چاہا، ان کیلئے دنیا میں بھی دست ہے تو آخرت میں بھی بڑا عذاب ہے۔

جو لوگ روحانی و اخلاقی مریض ہو جائیں، ان کی مثال ایسے مریض کی سمجھو، جو نہ دوائی استعمال کرے اور نہ ٹھیک اور صحیح دوا سے پرہیز قائم رکھ سکے۔ امداد اور ڈاکٹروں کا خالق اڑائے۔ نسخہ پھاڑ کر ٹھیک دے یا اپنی رائے سے اس کے اجزاء بدل ڈالے۔

ان حالات کی موجودگی میں کوئی ڈاکٹر یا طبیب خود اس کا باپ ہی کہیں ہو، اگر معالجہ سے دست بردار ہو کر، یہ ارادہ کر لے کہ ایسے مریض کو اب اس کی بے استعدادیوں اور خدا کا خیر و بخشنے دوا کی یہ طبیب کا بے رحمی یا بے اعتنائی کا ثبوت ہوگا یہ خود مریض

کی خود بخوبی بھی جائیگی، اگر مرض اس بیماری سے ہلکا ہو گیا تو طریب کو مورد الزام نہیں ٹھہرا سکتے کہ اس نے علاج نہ کیا۔ اور محنت کرتا نہ پایا۔ بلکہ تارخو طرم ہے کہ اس نے اپنے مخصوص سے اپنے کو بچا لیا اور طریب کو موقع نہ دیا کہ اس کی صحت واپس لانے کی کوشش ہو۔ لیکن اسی طرح بیان فرمایا گیا ہے۔ یعنی اللہ نے ان کی استعداد اور ہمارے جی کی ہمت سے پاپ سے بچنے کا طریف و ثناء یہ اعلان، جس کے بعد ان کے رواج پر آنے والی رد کی قبول کرنے کی توقع نہیں رہی۔

باقی رہی یہ بات کہ ان کی سرکشی کے باوجود اللہ تعالیٰ تو اس بات پر قادر تھا کہ ان کو سرکشی کرب نہ دیتا اور ان کو مجبور کرتا کہ وہ خدا کری نہ سکیں۔ خدا کی قدرت سے سامنے بیٹھا یہ چیز کون مشکل نہ تھی۔ لیکن اس دیا کو سارا غلام ہی ایسا رکھا گیا ہے کہ بندوں کو خیر و شر کے قیام کرنے میں مجبور نہ کیا جائے۔ اگر ضرورت خیر کے اصرار پر سب کو مجبور کر دیا جاتا تو تحقیق عالم کی حکمت و مصلحت چرخی نہ ہوتی اور حق تعالیٰ نہ بہت سی مصلحتیں دیکھ جاتی کہ ان کے ظاہر ہونے کی کوئی جگہ نہ ہوتی۔ جیسے حق تعالیٰ ہمارے تمام عقائد و عقیم۔ قائم کا مصلحت، حالانکہ عالم کے پیدا کرنے کا مقصد ہی یہ ہے کہ اس کی تمام مصلحت کو یہ کام مظاہر ہو۔ (تفسیر طبری، صولانا شیعہ احمد طبری)

تحقیق انسانی کی غرض و نیت

یہ مسئلہ ابتدا سے بہت اہم رہا ہے کہ انسانی تحقیق سے مقصود کیا ہے۔ غلط ہے کہ نہ سب تک نے اس پر یکساں طبع آزمائی کی ہے اور ہلکا خر و دلوں نے عزائم کیا ہے کہ وہ اس کو کوئی تعلق مل اور پائنت نہیں کر سکے اور یہ جواب نہیں دے سکے کہ انسان کے پیدا ہونے کا مقصد کیا ہے۔ البتہ قرآن حکیم، اپنی زبان میں کہتا ہے کہ میں سب کا جواب دیتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ انسان کو مصلحت و جود سے اس لئے نوازا گیا ہے کہ جاکہ وہ اللہ کی عبادت کرے۔ محرم مدت کا ایسا مفہوم جو اپنے اندر واقعی صحت رکھتا ہو کہ اسے مردگی کا نصب نہیں قرار دیا جائے، یہ چیز قابل غور ہے۔

جہاں تک قرآنی عبادات کا تعلق ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ قرآن نے عبادت کے لفظ کو صرف مخصوص اور متعین نوع کی حرکات کے لئے استعمال نہیں کیا، بلکہ عبادت کا لفظ اس کے نزدیک اس سے زیادہ وسعت رکھتا ہے، چنانچہ جہاں اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کا اظہار فرمایا ہے کہ ہم اس مساند کو زہر میں گھد چکے ہیں کہ زمین کی وراثت تمہارے ٹیک بندوں کے ہاتھ میں رہے گی، وہاں فرمایا ہے کہ ہاؤنسن ہذا (یعنی لعلوم علیہم) اس واقعہ میں خدا سے پرستاروں کے لئے خوشخبری کا اعلان ہے (جس کے صاف معنی یہ ہیں کہ عبادت کی عطا صرف دلوں تک محدود نہیں، بلکہ یہ سحرانی کا بھی ذریعہ ہے۔ اور اس کے قیام سے زمین کے خزانے اور اقتدار بھی حاصل ہوتے ہیں، گویا خدا کے بندے وہ بن گئے ہیں، جو صرف دلیز مسند سے وابستہ ہوں، بلکہ وہ ہیں، جن کے ذریعہ تخت سلطنت بھی ہوں اور جہاں صحنہ ان کی پاکیزگی سے ڈرے، وہاں طاغوتی قوتیں بھی ان کے سامنے دبی رہیں۔) (سراج المہمان، ص ۱۵۵، مولانا محمد حنیف ندوی)

عبادت کی تشریح

اسلامی نقطہ نگاہ سے عبادت تعبیر ہے زندگی اور روحانی نفاذ ہے، غلام کی قیام سے اور ظاہر و باطن کی پائیدگی ہے، کیونکہ اس کے دو پہلو ہیں، ایک کا تعلق خالق مطلق سے ہے اور دوسرے کا تعلق ہے، مادہ سے، ہر ایک طرف اللہ کی مخلوق کے حق میں نہایت شوق، مہربان اور بخور ہو، دوسری طرف اللہ کے مقابلہ میں نہایت عاجز اور سحرور اور پکار کسب انوار میں یہ چیز اس کے پیش نظر ہو کہ اس کو معلوم و مادی اللہ پر عمل کیا جاتا ہے۔ سب عبادت کی فرض و نیت ہے۔ اور جب وہ اس بیکر حسن و جمال اور کثرت قدرت و کمال کو اپنا مد نظر بنائے گا اور کوشش کرے گا کہ اپنے میں اس کی عبادت اور کجیات کو بخود غرض متعلق کرے اور پھر وہ واقعی اس مقصد کو پورا کرے گا، جس کی وجہ سے اسے پیدا کیا گیا ہے۔ (تفسیر سراج المہمان، صفحہ ۱۵۵، مولانا محمد حنیف ندوی)

مولانا قنویؒ کی تحریر ”جہان القرآن“ سے کچھ  
تفسیری نکات

(ذیل میں مولانا قنویؒ کے تفسیری نکات جو دائری میں تحریر تھے، وہ شامل کئے جا رہے ہیں، کچھ نہیں مشکل زبان کو آسان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس کوشش میں لفظی کا امکان ہو سکتا ہے، اللہ معاف فرمائے۔ حرج)

درہم باقلاد و مسمنو و ہلہم انا صوف بقلاد (۱) (آپ اس وقت کے حال پر رہتے دیکھتے کہ وہ جہنم میں ہیں اور خلیفہ مسوہ انہیں نصرت میں لائے رکھیں، ان کو انہی حقیقت معلوم ہوئی پتی ہے۔)

اس میں ایسے شخص کی خدمت کی طرف اشارہ ہے، جس کو بڑی فکر ختم پری اور شہرت رتی کی رتی ہے۔ ایسا شخص قرآن میں کیجئے سے مراد رہتا ہے۔

قال لا صبر علیکم طوبی و عذاب اللہ (۲) ”بے صبر نہ ہو کہ جس کو تم پر کوئی اذراں نہیں، نہ حقانی تمہارے قصور صوف فرماتے۔“

روح میں شاہ کرمانی سے منقول ہے کہ جو شخص مخلوق کو نہر حق سے دیکھے گا، وہ نہ کی مخالفت کی پروا نہ کرے گا اور جو شخص اس کو اپنی فکر سے دیکھے گا وہ اپنی فکر کی بحث و فکر میں غرق کرے گا۔ دیکھئے، عارف علیہ السلام کو چونکہ عاری حق کا علم تھا، اس لئے اہل دل نے اپنے ہی میں اس کا کسی طرح تذکرہ قبول کیا۔

وما حدیثی عن علیہم من شایء الا انہم یحکمون علیہم ان لا یطعنوا فیہم ولکنہم یحکمون (۳)  
”شیطان کہے گا کہ میرا تم پر اور تو کچھ زور نہ چلا تھا، کچھ اس کے کہ میں نے تمہیں جادو تھا، سو تم نے میرا کہنا لیا، تو تم مجھ پر طاعت مت کرو، طاعت اپنے آپ کو کرو۔“

مجھ اثن حدیث سے کہا ہے کہ جو طاعت کا اصل مقدار نفس ہے، جو شخص نفس پر طاعت نہ کرے اور اس سے ہمیشہ راضی رہے، اس نے اسے پاک کیا۔

قلنا انہم یحکمون عن علیہم من شایء الا انہم یحکمون (۴) (اے ہمارے رب میں

اپنی اولاد کو آپ کے معظم مگر کے قریب ایک میدان میں جو زراعت کے قابل نہیں، آباد کرتا ہوں۔)

حق تعالیٰ کی عادت ہے کہ وہ اپنے خاص متبعین کے بڑے بڑے احسان لیتا ہے، تاکہ اسے اپنی ساری مخلوق سے نیکو کر دے، یہی اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر علیہ السلام کو یہ حکم کیا کہ اپنی اولاد کی دہائی میں رکھے، جب پانی تک نہ ہو، تاکہ خالص اسی پر اکتفا کرے، کیونکہ وہاں اسباب ہی نہ تھے، جس پر نظر ہوتی۔

فما یعمل بقلاد و خلیفہ ہوں اقلاد (۵) (آپ کو تو کھانوں کے قلوب کو ان کی طرف راغب کر دے)۔

ابن حطائے فرمایا ہے کہ جو شخص مخلوق سے بالکل منقطع ہو جاتا ہے حق تعالیٰ لوگوں کے قلوب کو اس کی طرف متوجہ کر دیتا ہے اور اس کی محبت ان کے قلوب میں داخل دیتا ہے۔

محمد بن عبد ربک ربک ربک بالحق ”ابن حطائے“

آیت اول سے معلوم ہوتا ہے کہ کبھی نفع بصورت ضرر ہوتا ہے اور غائی سے معلوم ہوتا ہے کہ کبھی ضرر بصورت نفع ہوتا ہے اور عارفین اسے ہر وقت اپنے معاملات اور اخوال میں مشاہدہ کرتے ہیں۔

اس میں وہ صورت بھی داخل ہوئی کہ جب ایک سے کوئی عبادت صادر ہو جاتا ہے یا کوئی مخالفت ترک ہو جاتی ہے تو اس سے انوار ویراکات مقصود متعلق ہو جاتے ہیں۔ (الانکشاف ۵۳ آیت کی تفسیر)

لولا انکم علیہ لایطعنوا فیہم لکنہم یحکمون (۶) (خبری ۵۳)

”آپ کہتے کہ میں تم سے کوئی اعتراض نہیں چاہتا، سوائے دشمن داری کے محبت کے، حدیث میں ہے کہ میں تم سے صرف یہ درخواست کرتا ہوں کہ میرے بل بیت اور اہل قرابت سے محبت کرو، اس میں دلائل ہوتی ہے اس بات پر کہ تعلق تعلق شے کے، اس کے خاتمان و اقارب سے محبت کرنا بھی ہے۔ جب شیخ سے محبت ہوگی تو عادتاً لازم ہے کہ اس کے اکابر سے بھی ہوگی تہذیب کی حدیث مرفوعہ اس کی غایہ ہے۔“



ہے، گو اضرری ہی ہو۔

فَلَا تَلْعَنُ مَنْ تَلْعَنَ عَلَيْهِ حَرَامٌ (۱۵ طر ۱۷۷) (تو ان پر کہیں کر کے کہیں آپ کی جان نہ چلی رہے۔) اس میں طریق سے اعراض کرنے والے پر زیادہ غم کرنے سے ممانعت ہے۔ (صفحہ ۸۸۲)

عَلَيْكَ حَرَامٌ مِمَّا نَزَّلَ اللَّهُ مِنْ بَيْنِ الْأَيْدِي وَالْخَلْفِ (۱۵ طر ۱۷۷) (پھر جب میں نے آپ پر ایسا تحریر کیا ہے تو میں ان کی قدرت ہی کو ترقی ہوئی) دنیا میں اپنے کو بڑا گنے کی جگہ سے اس میں وہی مذکور ہے جس کو صوفی کہہ کرتے ہیں کہ ہرگز واسطیٰ سے فاسد ارستود کا مرض اور بڑا جانا ہے کہ وہ اپنے کو بزرگوں میں شمار کرنے لگتا ہے، اس سے اللہ تعالیٰ نے انہیں آواز اس طرف منع ہے۔ (صفحہ ۸۵۸)

فَلَا يَحِلُّكَ الْوُكُوفُ (۱۵ طر ۱۷۷) (تو ان لوگوں کی باتیں آپ کے لئے آزدگی کا وصفت نہ ہوتا ہے۔)

اشارہ ہے کہ عاشقین کی باتوں کی پرواہ نہ کرنا چاہیے، اللہ تعالیٰ خود مضبوط ہے مناسب اقام لے ریگا۔ (صفحہ ۸۶۹)

فَلْيَسْتَفِمْ وَأَسْأَلْهُمَا مِنَ الْقُرْبِ فَتَقْبَلُ (۱۵ طر ۱۷۷) (اور ہم نے ان کو اور ان کے تابعین کو بڑے بڑے ہمارے غم سے نجات دی (حضرت نور کے حوالے سے) اس سے معلوم ہو کہ طبی غم، کمال کے مقام نہیں، کیونکہ طبی بڑی بڑی کمال میں بھی رہے ہیں اور اس کے خلاف جرح موقوف ہے، وہ ظاہر حال ہے۔

إِنْ هَلَاكَ الْوَدَّ الْعَسَنُ (۱۵ طر ۱۷۷) (حقیقت میں یہ تھا بھی بڑا احسان (حضرت امیر اکرم علیہ السلام کے حوالے سے) اس میں دلالت ہے کہ کبھی خواص کا بھی احسان ہوتا ہے، اس کو بعد کا گمان نہ کرنا چاہئے۔

وَلَوْ بَدَّلْتُكَ لَوَيْلًا لَوَيْلًا لَوَيْلًا (۱۵ طر ۱۷۷) (اور اگر اللہ تعالیٰ اپنے سب بندوں کے لئے رازی فراخ کر دیتا تو وہ دنیا میں شرارت کرنے لگتے۔)

اس میں اصل چلتی بھی بعض کے لئے تصادم ہوتا ہے تو اس کے نہ ہونے سے مشہور نہ ہو۔

مَنْ كَفَرَ بِخَيْرِ مَنْ لَمْ يَنْصُرْهُ فَهُوَ فِي ظُلْمٍ وَظُلْمٌ أَعْمَقُ سَبَبُ الْإِسْلَامِ لَمْ يَلْعَنُ لِيُخَرَّجْ فَلْيَحْمِلْ خِلَافَهُ مَا يَحْتَضِرُ (۱۵ طر ۱۷۷) (جو شخص یہ گمان کرتا ہو کہ خدا، دنیا و آخرت میں اس کی مدد نہیں کرے گا، اسے چاہئے کہ اوپر کی طرف (یعنی اپنے گھر کی محبت میں) ایک دین باندھے، اس سے اپنا لگ بھگت بے پھر دیکھے کہ آیا یہ تدبیر اس کے فسرک دور کر دیتی ہے۔)

يَا أَيُّهَا الْمَلَأَيْنِ اتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (۱۵ طر ۱۷۷) (اے ایمان والو! اپنے باپوں اور اپنے بھائیوں کو رکت مت دے۔)

اس میں حق تعالیٰ نے بیان فرما دیا کہ حق تعالیٰ اللہ بہت جلد حقیق مع الخلق کے زیادہ رعایت (ادبیت) کے قابل ہے۔

يَا أَيُّهَا الْمَلَأَيْنِ اتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (۱۵ طر ۱۷۷) (اے ایمان والو! اپنے باپوں اور اپنے بھائیوں کو رکت مت دے۔)

اس میں دلالت ہے کہ بندہ کو غیر اللہ پر نظر اور جب نہ کرنا چاہئے اور اس پر بھی دلالت ہے کہ ترک جہم، نزول سکینہ کا سبب ہوتا ہے، جس کی تہذیب کا حاصل یہ ہے کہ قلب کا قرار پاتا، راضی رہتا، در حکم حق، اور ظاہر، مظلوم کے ساتھ حق تعالیٰ کی معیت کا مقام ہو جائے۔ (صفحہ ۳۴۳)

يَا أَيُّهَا الْمَلَأَيْنِ اتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (۱۵ طر ۱۷۷) (اے ایمان والو! اپنے باپوں اور اپنے بھائیوں کو رکت مت دے۔)

یہ لوگ مہر حرام کے پاس نہ آئے (نہیں) اسی پر تو اس کر کے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص میں غیر اللہ کی طرف میلان کی گندگی موجود ہو، وہ حضرت حق کے ناک نہیں اور آیت میں جیسے شرکین سے میلاد کی ممانعت ہے، اسی پر قیاس کیا جاتا ہے کہ اہل دنیا اور مکررین صوفی کی محبت سخت معر ہے۔

لَعَلَّكُمْ تَفْلِحُونَ (۱۵ طر ۱۷۷) (خدا ان کو عافیت کرے یہ کہہ کر اٹھ چلا ہے) یہ جودعا ہے بلاکت کی، اور اس میں دلیل ہے کہ مشق پر بدو کرنا علم و حسن خلق کے مہانی نہیں۔



وَلَا يَحْسَبُونَ أَنَّ اللَّهَ مُبْدِي سَكْنَتِهِمْ يَوْمَئِذٍ ۚ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ  
مردم اور مشرکوں جہل عبود کے گھوٹے ہیں۔ مگر حق تعالیٰ کا قول ہے کہ جس شخص کو آخر (عقلمند دینے والے) کی معرفت نہ ہوگی وہ امر کی طرف کسلی کے ساتھ اٹھے گا۔ جس شخص کو آخر کی معرفت ہوگی وہ امر کی طرف قیامت اور راحت بھگتا اٹھے گا۔

وَلَا تَحْزَنْ جَنَابُكَ لِلْعَالَمِينَ ۚ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ  
تاکید ہے کہ اہل دین کے احوال و ذہن کو مستحق سمجھیں اور اس کے جب آخرت کے عمل اور اس پر نظر کرنے سے گھوٹا ہو جائیگا۔

إِنَّمَا يَهْدِي اللَّهُ الصَّالِحِينَ ۚ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ  
راحت کے لئے جمع کرتے ہیں، امن میں ان کو راحت نہیں، اس کے جمع کرنے اور حفاظت کرنے میں مصیبتیں سمجھتے ہیں، پھر اس میں اس کو ثواب کا عقائد اور حقیقت مع منہ بھی نہیں، جس سے ان کی مشقت سہل ہو جائے۔

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَنَنُوا أَنَّهُمْ كَانُوا بِإِيمَانٍ لَّهُ لَكُنْهُمْ فَتَىٰ ۚ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ  
راضی رہتے جو کچھ اللہ نے اور ان کے رسول نے دیا تھا (روح میں ہے کہ اس میں صداقتیں و حقائق و حیرتیں کے آداب کی تعلیم ہے اور اہل رضا کی علامت ہے کہ جو کچھ حق تعالیٰ کی طرف سے ان کو پیش آئے، اس پر شادمان رہے اور بلا سے حلقہ رہے۔

وَلَا يَحْزَنْ رَبِّيَ دُخَانُ السَّمُومِ ۚ إِنَّمَا يَحْزَنُ السُّمُومُ ۚ إِنَّمَا يَحْزَنُ السُّمُومُ ۚ إِنَّمَا يَحْزَنُ السُّمُومُ ۚ  
دُخَانُ السَّمُومِ ۚ آتے ہیں، اس کا عوم یا شہ قیامت کے سامنے حاکم کرنا جتنا صعب ہے اور یہ بھی بخیر ہے ہوا کی آیت کی۔

وَمَنْ يَرْجُ سِوَا اللَّهِ فَلْيَرْجُ سِوَا اللَّهِ ۚ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ  
اے اللہ! (جو شخص اپنے گھر سے اہل نیت سے نکل کر آجائے اللہ و رسول کی طرف ہجرت کر دے پھر اس کو موت آجائے تو اس کا ثواب ثابت ہو گیا اللہ کے ذمہ) اس پر دیا ہے کہ جو سادہ، سادہ، سادہ کرنے سے نقل ہو جائے، وہ رتبہ اور قبول میں اسی کے برابر ہے، جس کا سلوک تمام ہو جائے۔

وَلَا يَحْسَبُونَ أَنَّ اللَّهَ مُبْدِي سَكْنَتِهِمْ يَوْمَئِذٍ ۚ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ  
اس میں ایک طرح کی مشقت ہو۔

وَلَا يَحْسَبُونَ أَنَّ اللَّهَ مُبْدِي سَكْنَتِهِمْ يَوْمَئِذٍ ۚ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ  
شکر ادا ہے کہ نہ کہ رعب و انکار، یہ آیت اس میں صریح ہے۔

الْمُشْرِكُونَ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ۚ اللَّهُ صَمَدٌ ۚ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ ۚ اللَّهُ قَدِيرٌ ۚ  
کو توڑنا ہوتی ہے۔ وہ دور میں داخل ہے۔ پھر دوسروں کے بعد وسعت اور نظام اور اطمینان نصیب ہوتا ہے، جس میں توحید الٰہی، توحید ان کے سے بھی مانع نہیں ہوتی، وہ شرح صدر میں داخل ہے۔ پھر کبھی صلوات اور شاد سے اس کو شہرت و حمایت ہوتی ہے، وہ روح و ذکر میں داخل ہے اور عارفانہ ہجرت کرنے والا ان دونوں سے شرف ہوتا ہے۔

وَلَا يَحْسَبُونَ أَنَّ اللَّهَ مُبْدِي سَكْنَتِهِمْ يَوْمَئِذٍ ۚ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ  
ہے کہ جب بچا اٹھادے و ارشاد سے فارغ ہو جائے تو غفلت میں اسے فکر و مباحثات میں مشغول ہونا چاہئے۔ اپنے کو مجاہد سے مصروف نہ کیجئے۔

وَمَنْ يَرْجُ سِوَا اللَّهِ فَلْيَرْجُ سِوَا اللَّهِ ۚ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ  
وہ صمد و غریب اس میں اشارہ ہے کہ جو روح ہے، وہ کہی، وہ قرب کا اصل ہمارا ہے۔ اور تخلص کا ہمارا ہے، پس کیا کا ہمارا قرب ہونا بہت ہو۔

وَمَنْ يَرْجُ سِوَا اللَّهِ فَلْيَرْجُ سِوَا اللَّهِ ۚ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ  
زین العابدینؑ و زین العابدینؑ (اللہ تعالیٰ ان سے خوش رہے گا وہ اللہ سے خوش رہیں گے۔ یہ اہل شخص کے لئے ہے جو اپنے رب سے (دُعا رہے) روح میں ہے کہ اس میں اشارہ ہے اہل مراتب آخرت کے کہ رضائے حق حاصل ہونے کے لئے شہادت کی، اور اس کے مقوف علیہ یعنی معرفت کی ضرورت ہے۔

وَمَنْ يَرْجُ سِوَا اللَّهِ فَلْيَرْجُ سِوَا اللَّهِ ۚ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ  
وہ صمد۔ ان عبادت گاہوں نے دیر سے تکرار کرتے ہیں کہ اس میں صمد ہے وقت عمر کے تحت ہونے کی، اور اس پر اہل اللہ خوب شبہ ہوتے ہیں کہ ایک صمد صانع نہیں کرتے، یا کمال حاصل کرتے ہیں، جس کا ذکر آئنا میں ہے یا خیال میں مشغول رہتے ہیں۔ جس کا ذکر تو اوصاف میں ہے۔

وَمَنْ يَرْجُ سِوَا اللَّهِ فَلْيَرْجُ سِوَا اللَّهِ ۚ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ  
جمع معارف و غفلت اس میں اشارہ ہے کہ جمع دال وہ لازم ہے، جو حیرت و مشقت

کے ساتھ ہو، جس کے آثار میں پار پار شمار کرتا ہے۔

دائیں جانب خسرانہند اس میں اشارہ ہے کہ مصروف حقیقی حق تعالیٰ ہے۔  
سہا ب موثر حقیقی نہیں۔

ایک طرف لڑائی، دوسری طرف سے معلوم ہوا کہ اگر کسی کو اس روٹی کے سبب مالی وجہ نصیب ہو، جیسے کہ قریش کو بواسطہ تصدیق بیت اللہ کے تھ، جس کا ذکر اس میں ہے، اس کا حق ہے کہ کما حقہ دعاوائے شتمانی کے سامنے عد تواری کا شکر اور امت کا احترام کرے۔

وَلَا تَحْزَنْ أَلَيْسَ لَكَ بِأَلْفُ مَوْءِدٍ لِّهَذَا (اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے ہیں ان کو ہر روز ۱۰۰۰ مائید دیئے جاتے ہیں۔)

حاصل کی جن لوگوں کو شہداء کے بارے جاننے کی سرت تھی، ان کو نہ جاتا ہے کہ تم اس کی تمامت کر دو ۵۵ دینے میں رچے، بلکہ خود ۵۵ شہداء تہہ ہارے میں بی غوثی متا رہے میں کہ مگر تم ہی شہید ہو جاؤ تو تم ہی ایمین کی طرف شہر سے فائدہ ہو۔ یہ اس کی نظیر ہے جو اہل جہاد و کبار اور مجتہدین میں واقع ہو رہا ہے کہ ہر ایک (دوسرے کے لئے) بلی حاست ہے ہونے کی تمام کر رہا ہے۔ (۲۷ اعراب ۱۹۹)

وَلَا تَزُولُ أَمْثَلُهُمْ لَوْ كُنْتَ حِينَئِذٍ بِمَنْعَةٍ (اور تم کم عقلوں کو اپنے  
 دل سے مت دھکن کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے قیام کا ذریعہ بنایا ہے۔)

اس سے یہ فائدہ مستعد ہوتا ہے کہ کوئی ججز فیملی کے سپرد نہ کی جائے اور  
 سوال پر مناصب (مہدوں) کو بھی قیاس کریں گے اور جملہ مناصب کے ٹھکانے کی  
 تعلیم و تربیت کی خدمت ہے۔ سو کسی کو خفیہ بنانے میں نہایت احتیاط چاہئے۔ جس  
 طرح سوال کے بارے میں دخل نظر (غیبی) اور تم تجویز کو آزما کر (ک) کا جانچ کرنے  
 کا حکم ہے، اسی قیاس پر اس کے منصب کے بارے میں احتیاط کرنا ضروری ہوگا۔

وَلَوْ كُنْتَ فَضْلًا عَلٰی غُلَامٍ لَّكَتُ غُلَامًا تَزَوَّجُ الْوَلَدَ ۚ وَكَذٰلِكَ يَضِلُّ الْمُفْسِدُ (اور اگر آپ پر نہ کا فضل اور رحمت نہ ہوتی تو ان لوگوں میں سے ایک گمراہ نے تو آپ کا نکاح میں ہی ڈال دینے کا ارادہ کر لیا تھا) باوجود اس کے کہ حضور ﷺ سے کوئی امر موجب

استغفار کا مصدر فعلی ہوا جیسا جملہ ظانیہ اس پر دال ہے، مگر استغفار کا حکم ہوتا جسے  
 پہلی اس پر دال ہے۔ اصل سے اس کوئی کی حیات۔ برابر حیات انظر اور یہ  
 اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خود کیسے کی کو حاصل ہو جائے، مگر خلاف شریعہ کسی  
 حال میں سادہ نہیں ہوتی، اس پر دال ہے کہ کسی کو سچے علم و عمل پر احاد چتر  
 نہیں۔

کچھ منتخب احادیث

۴۔ اے کے لئے فارغ ہونے سے پہلے کو

طاعے بھرنے کی خوشخبری

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے  
 ہیں کہ اسے ابن آدم تو میری عبادت کیلئے فارغ ہوا تو میرے لیے جسے کہ تمہارا  
 سے بھر دو اور میری عبادت کو ختم کر دو، اگر تو یہ نہ کرے گا تو میرے لیے دلوں  
 باتوں میں مداخلت (مصرعویت اور تعلقات) سے بھر دو اور میری عبادت کو اکتا  
 ہو جاؤ گا کہ وہ ختم ہونے کا نام نہ لے۔ (ترمذی شریف)  
 لوگوں کے حوالے کرنے کی حیر

لوگوں کے حوالے کرنے کی وجہ

حضرت عائشہ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جو لوگ اللہ کی رضا کے طالب ہوں اور اس سلسلہ میں لوگوں کی ناراضگی کی پروا نہ کریں تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی پوری خدمت فرماتا ہے۔ نہ تو لوگ کی ناراضگی سے نقصان پہنچے ہیں۔ جو لوگ اللہ کو ناراض کر کے خوشنودی چاہتے ہیں تو اللہ ان سے اپنی عداوت باقاعدہ کھینچ لیتا ہے اور ان کو لوگوں کے حوالہ کر دیتا ہے۔ جس کا انصاف یہ ہے کہ وہ اللہ کی نصرت سے بھی محروم ہو جاتے ہیں۔ اور جن کی خوشنودی کیلئے اللہ کو ناراض کیا تو ان کی ہر بھی نہیں ملتی۔ (ترمذی شریف)

دنیا کو نصب العین بنانے سے  
لوگوں کے ایمین کا سب ہونا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص دنیا کو نصب العین بنایا اللہ اس کے دل کا ایمین بن سکون لیکن اور وہ ہر وقت مال جمع کرنے کی حرص و اطمینان میں مبتلا رہے۔ لیکن اسے دنیا کا اتنا ہی حصہ ملیگا جتنا اس کے حقدار میں ہوگا اور جن لوگوں کا نصب العین آخرت ہوگی وہ تو دل کو کتنی سکون عطا فرمایا اور ان کے قلب کو دل کی حرص سے محفوظ رکھیگا اور دنیا کا جتنا حصہ اس کے حقدار میں ہوگا وہ ان کو ضرور ملیگا۔

نکلت ذکر کا حکم

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جس شخصیں تم دنیا ہوں کہ اللہ کو زیادہ سے زیادہ یاد کیا کرو۔ ذکر کی مثال ایسی ہے جیسے کسی آدمی کے دھن اس کا بچا کر رہے ہوں۔ یہاں تک کہ اس آدمی نے بھگ کر ایک مضبوط کھد میں پناہ لے لی ہو۔ اور دشمنوں کی زد سے بچ گیا ہو اس طرح بندہ شیطان سے بھارت نفس حاصل کر سکا، مگر ذکر کے سہارے۔ (ترمذی شریف)

آخری دور کے فتنوں کی نشاندہی

اور ان سے بچنے کی تاکید

تندرست ہونا ہے، جو اس کو چمکائے، اس پر غفلت ہے۔ (کنز العمال)  
ایسے تھے، اختلافات اور مفرات ہوگا کہ اگر تم اس بات پر قدرت رکھو کہ تم قاضی بننے کی بجائے محفل میں سکو تو بن جاؤ۔ (مسند رشید حاکم)  
تم فتنوں سے بچو کہ اس میں زبان کا اثر ایسا ہوتا ہے جیسے تلواریں۔ (ابن ماجہ)

قیامت کے قریب قتل و قتل کا زمانہ ہوگا، جس میں کفار سے قتل نہ ہوگا، بلکہ مسیح آجی میں ایک دوسرے کو قتل کرے گی یہاں تک کہ ایک آدمی سے ان کا بھائی ملے گا اور وہ اس کو قتل کر دے گا، اس زمانہ کے لوگوں کی عقلیں سلب کر لی

جائیں گی اور اس کے بعد ایسے کم عقل لوگ پیدا ہوں گے، جو اپنے آپ کو یہ سمجھیں گے کہ وہ بہت بکھر چکے ہیں، حالانکہ وہ کچھ بھی نہیں ہوں گے۔ (مسند احمد)  
لوگوں کے اوپر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ انہیں اس بات کی کوئی فکر باقی نہ ہوگی کہ ان کے پاس مال طالع طریقے سے آیا ہے یا حرام طریقے سے۔ (نسائی)  
ایسا زمانہ آئے گا کہ اس میں آدمی اپنی بکری سے زیادہ ذلیل ہو جائے گا۔ (کنز العمال)

قیامت اس وقت تک نہ آئے گی جب تک دنیا کا سب سے بڑا بھٹ نہیں دھلے گا یعنی دھلے نہ ہو جائے گا۔ (ترمذی شریف کتاب الفتن)  
جب امانت خلیفہ کی جائے گی تو قیامت کا انتظام کرو آپ سے دریافت کیا گیا کہ امانت کا فیصلہ کس مرتبہ ہوگا؟ آپ نے جواب دیا کہ کسی عالم کو معاملات سونپ دیئے جائیں تو قیامت کا انتظار کرو۔ (بخاری شریف)

تہوار سے بعد ایک صبر کا زمانہ ہے، جس میں صبر پر لڑے رہتا، یہ عین ہے جیسا تم (صحابہ کرام) میں سے پچاس شہداء کا ثواب حاصل کرتا۔ (طبرانی)  
میں تہوار سے دس برس میں پھر چڑوں سے اڑتا ہوں، ایک بیوقوف و امیر بناتا، دوسرا فانی ہونے پہنچتا، سہم بدعتی فیصیح کی خرید و فروخت، چہارم قطع رحمی کرتا، پنجم ایک نسل کا قرآن کو کاٹنا، ششم بی بیوں کا زیادہ ہونا۔ (کنز العمال)  
زمانہ قریب قریب ہوگا (یعنی وقت بخیر سے گزرتا چلے گا) علم غیبی کریم جائے گا۔ اور نئے نمودار ہوں گے اور نکل پڑا ہو جائے گا اور ہرگز بڑھ جائے گا۔ دریافت کیا گیا کہ ہرگز کیا ہے، فرمایا قتل۔ (مسند احمد شریف)  
تخت کے زمانہ میں عداوت کرنے کا ثواب اتنا ہے جتنا میری طرف ہجرت کرنے کا۔ (رواہ مسلم)

میں اپنی امت میں گمراہ قائدین سے ڈرتا ہوں، جب گمراہ میری امت پر دیکھی جائے گی تو قیامت کے روز تک نہ اٹھائی جائے گی۔ (ابو داؤد و مشکوٰۃ)  
قیامت سے پہلے تھے تاریک رات کی طرح ہوں گے کہ آدمی صبح کو مومن ہوگا تو شام کو کافر ہوگا اور صبح کو کافر ہوگا، بیٹا اور بیٹا ایسے میں کھڑے ہوئے سے

بہتر ہوگا اور چننا ہوا دوڑے ہوئے سے بہتر ہوگا۔ پس اس وقت تم اپنی نئی خنت کرو  
اور اپنی کنوئیں کی تانہیں کاٹ ڈالو اور اپنی گوارہوں کو بچر پر دے مارو، پس تم میں  
سے جس نے بھی یہ کام کیا، وہ نئی آدم میں بہترین شخص ہوگا۔ (ایچ ڈاکٹر مشکوٰۃ)  
لوگوں پر ایک نہ نہ ایسا آنے کا کہ اپنے دین پر صبر کرنا ایسا ہوگا، جیسے  
لگا رہوں کو ہاتھ میں لینا۔ (ترمذی شریف)

## جواہر حکمت و معرفت

### سلاحی کے حصول کی راہیں

حضرت امام باقر صلاحی کا حصول بڑا دشوار ہے، اس کی راہیں بھی تنگی ہیں،  
اگر صلاحی مل سکتی ہے تو کمائی میں، اگر اس میں بھی نہ ملے تو صلوات میں اور صلوات  
کمائی کی طرف نہیں، اور اگر اس میں بھی نہ ملے تو خاموشی میں اور خاموشی صلوات کی  
طرف نہیں اور صلاحی خاموشی میں نصیب نہ ملے تو بزرگوں اور نیک بندوں کے کلام  
میں ملے، نیک خنت وہ ہے، جسے اپنی اہانت میں صلوات حاصل ہو جائے۔ (۲۰۲)  
امام جعفر نے اپنے والد مگر سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد  
ہے، اللہ تعالیٰ مجھے نعمت عطا فرمائے، اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا ضروری  
ہے، اور مجھے رومی کی تحفہ ہوا اسے چاہئے کہ مستغفر پڑھے، اور جو کسی کام کی  
جہ سے رنجیدہ و غمزدہ ہو، اسے چاہئے کہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی  
العظیم کا ورد کرے۔ (صوفی ۲۰۳)

### معرفت سے بلا آں پر صبر کی

توفیق کا عطا ہونا

ایک بزرگ کا قول ترک نفس ہی اصل حق ہے اور وہاں نفس ہی ترک حق  
ہے، جبرائیل و مل جنت سے، رب تعالیٰ نے اپنے تمام بندوں کو معرفت بخشی ہے،  
نئے معرفت کا جتنا حصہ ملا، اسی حصہ سے یاد ہوا پر صبر کی قوت عطا ہوئی۔

امام ربیع صمدی کے

بیان کردہ کچھ حقیقی نکات

حضرت امام ربیع صمدی فرمادیا کرتے، غور کرنے والے پر مجھے تعجب ہے،  
ابھی کل تک تو وہ ایک ناک صمد تھا، اور کل پھر ایک مردار لاش بن جایا اور اس  
سے زیادہ حیرت مجھے اس شخص پر ہے، جو غائی گھر کیلئے مل کر آتا ہے اور دار بھتا کے  
کام پھوڑ دیتا ہے۔

چار قسم کے آدمیوں  
سے پہچنے کی تحقیر

امام ہارن نے فرمایا، میرے والد امام زین العابدین نے مجھے چار قسم کے آدمیوں سے پہچنے کی نصیحت کی۔ فرمایا، نہ ان کے پاس بیٹھا، نہ اس سے دوستی رکھنا اور نہ ان کے ہمراہ سفر کرنا۔

(۱) دیکھنا وہ فاسق، کیونکہ وہ ہمیں ایک لشکر سے بھی کم میں بیچ دے گا،  
(۲) بیونا، کیونکہ وہ غریب نظر (سراپ) کی طرح ہے، قریب کو دور کر دے گا اور دور کو قریب بنا دے گا، (۳) امس، جو تجھے غامض پہنچا دے گا، پھر پٹی سے ڈھونڈنے سے تجھے نقص پہنچا دے گا، کہا جاتا ہے کہ حاکم دشمن بہ خوف دوست سے بتر ہے  
(۴) قاطع رحم۔ رشتہ داروں سے تعلقات توڑنے والا۔ اسے اللہ نے قرآن مجید میں تین مقامات پر طعن قرار دیا ہے۔

قتل اور اس کی مختلف منزلیں  
(حضرت حمید اہلدادی کی تقریر میں)

حضرت حمید اہلدادی فرماتے ہیں: خدا بندے پر بندے کی حیثیت سے موت وارد کر کے پھر اپنی ذات میں دوبارہ اسے زندہ کر دے، یہی قاتل ہے۔  
موت وارد کرنے کے سبب۔

قتل کی تین منزلیں ہیں، پہلی منزل یہ ہے کہ سالک اپنی ذلتی اور انسانی فوہشت کو جان پست اٹھ دیتا ہے اور سچے قسم کی حیثیت سے اللہ کے احکام کی تعمیل کرتا ہے۔ اس کیلئے اسے مسلسل مجاہدہ کرنا پڑتا ہے، تاکہ وہ زلیخانہ زندگی بسر کر سکے، قاتل کی یہ منزل سالک کی اخلاقی اور ظاہری زندگی سے تصفیٰ ہے۔

قتل کی دوسری منزل یہ ہے کہ سالک، لذات حسی سے بالکل کنارہ کش ہو جائے، بلکہ لذت جسمانی کی خواہش کو بھی تار کر دے، تاکہ وہ خالص اللہ کیلئے ہو جائے اور غیر سے کوئی تعلق نہ رہے۔

قتل کی تیسری منزل یہ ہے کہ یہ شہر بھی قاتل ہو جائے کہ مجھے خدا کی حضوری

حاصل ہے۔ اس حالت کے بعد بندہ صرف اللہ کیلئے زندگی بسر کرتا ہے۔ اس منزل میں سالک کی شخصیت خدا میں گم ہو جاتی ہے، خدا کی حضوری میں اپنا ظاہری وجود بھی قاتل ہو جاتا ہے۔ اگرچہ وہ ظاہر لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے، مگر وہ محض خدا میں اور خدا کیلئے زندہ رہتا ہے اور اس کی کوئی انفرادی ہستی باقی نہیں رہتی۔ اللہ میں قاتل ہو کر وہ اپنی زندگی سے ہیکر ہو جاتا ہے۔

قتل کی آخری منزل میں سالک ذاتی پہنچ کے مقام پر پہنچ ہو جاتا ہے۔

قتل کا مطلب یہ ہے کہ جب سالک اپنی صفات کو قاتل کر دیتا ہے اور خدا کی صفات سے متصف ہو جاتا ہے تو وہ اپنی مرضی کے بجائے اللہ کی مرضی پر چلتا ہے۔ اور اپنی مرضی کو اللہ کی مرضی میں قاتل کر دیتا ہے، موصوفہ وہ ہے جو اپنی عکسی خواہشات کو بالکل خدا کی مرضی کے تابع کر دے۔

چاروں درجوں کے علم میں فرق

حضرت حمید، علم اور معرفت میں کوئی فرق نہیں کرتے۔ لیکن وہ تسلیم کرتے ہیں کہ چار درجوں کے علم باری تعالیٰ میں حقائق کا فرق ہے۔ نہ کے تحقیق علم کا علم اولیٰ درجہ کا ہے۔ حواس کا علم اولیٰ درجہ کا علم، علم کہتے ہیں جس میں علم کے ذریعہ اللہ کا علم حاصل ہو سکتا ہے، موصوفہ کہتے ہیں یہ علم ناقص ہوتا ہے۔

صحیح علم یعنی معرفت، حقل کے ذریعہ سے کس بلکہ قلب کے ذریعہ حاصل ہو سکتا ہے۔ جیہ کی دانے میں علم حاصل کرے گا، ذریعہ عقل ہی ہے۔ لیکن عقل میں قنات پائی جاتا ہے۔ اس لئے جو زیادہ عاجل ہے، وہ زیادہ عالم ہے۔

اللہ کے تحقیق تبدل کا علم دو طرح کا ہے۔

پہلا علم استدلال کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے، دوسرا وجدان کے وسیعے۔

پہلی منزل میں سالک حقل کے ذریعہ سے علم حاصل کرتا ہے اور عقلی سطح پر وجدان سے اس کی حریت تائید ہو جاتی ہے۔

لیکن جب وہ توحید کے مقام پر پہنچتا ہے تو اس کی شخصیت پر قاتل ماری ہو جاتی ہے اور اس مقام پر حقل کا گذر نہیں ہو سکتا۔ حقل بے چارہ سالک کی اس حالت کا

اور اک نہیں کر سکتی، جو سے کافی اللہ ہوجانے سے حاصل ہوتی ہے۔ واضح ہو کہ فریق بحر وحدت ہو کر، سالک کی قلب بانیہ ہوجاتی ہے، جس طرح آگ میں پڑ کر لوہا بھی "تک" ہوجاتا ہے۔ (تاریخ تصوف، سطور ۳۳۳، تصنیف ہسٹ پیلم پبلی)

قول المست کی عبادت کا روح میں رقیق پس جاتا

حضرت جانے بلند دلی رضی اللہ عنہ سے سارے کے بارے میں سوالات کئے گئے۔  
سوال: حضور کیا بات ہے کہ آدمی نہایت اطمینان و سکون سے ہوتا ہے، مگر جب روح مٹتا ہے تو بے قرار ہوجاتا ہے۔

جواب: اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ادراج کو غائب کرتے وقت المست برکم کیا، میں تمہارا رب نہیں ہوں، ارشاد فرمایا تھا، جس کے جواب میں روحوں نے بلی کیا تھا، اللہ تعالیٰ کے اس قول المست کی عبادت ادراج میں رقیق پس گئی، جب سارے مٹتے ہیں، تو وہی عبادت تازہ ہو کر نچھین و بے قرار کر دیتی ہے۔

حضرت شیخ ابو اسحاق ابراہیم خواص رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا، کیا وجہ ہے کہ لوگوں کو قرآن مجید سن کر وہ نہیں "تک"، اور قرآن کے عباد کا دھرم سن کر وہ آجاتا ہے فرمایا قرآن عظیم جہت کا کلام ہے، جس کی وجہ سے حرکت نہیں ہوتی، اور دوسرے کلام میں نکلاؤ و لذت موجود ہے اور تلبہ و مغلوبت نہیں ہے۔ بیک چڑ وہد کا سبب ہے۔

حضرت ذوالنون مصری فرماتے ہیں، سچا وہد دل کو بڑھ دیتا ہے، سارے اگر کوئی حق کہنے سے تنہا صاحب حقیقت ہوجاتا ہے، اور اگر کسی کی خاطر سے تو زندہ رہتی ہوجاتا ہے۔

(دفع ہو کر جن بزرگوں کے ہاں سارے کی کچھ نہیں موجود رہی ہے، وہ مشروط ہے۔ حضرت نظام الدین اویسیہ کی نظر میں سارے چار شرطوں کے ساتھ مشروط ہے (۱) مٹنے والا اہل دل ہو، جس کا بندہ نہ ہو (۲) مٹنے والے سارے مرد ہوں، عورتیں درنوعمر لڑکے نہ ہوں (۳) سارے کا مضمون یاد ہوگئی پر مشتمل نہ ہو (۴) سارے میں مزاج کا استعمال نہ ہو۔

ان شرطوں سے بہت کم مجلس سارے میں شرکت، عائلوں کے دلوں کو کندہ کر سکتی

ہے۔

موجودہ دور میں سارے کی کچھ مجلسیں محبوب حقیقی کے ساتھ بندہ بہت محنت کو فروغ دینے کی بجائے شیوائی جذبات کو فروغ دینے کا دریدہ بنتی ہیں، اس طرح وہ نگرانی کا دریدہ بن جاتی ہیں، عائلی نگر اور اس کی مدتی سموا قوتیں اسی سارے کی قوت اور اس کے آفات کو استعمال کر کے لوگوں کو اس کے عکس جدوت کو متعلق کرتے ہیں۔ اس طرح انہیں عکس اناری کی راہ پر گامزن کر کے دین و مذہب کی تعلیمات سے دور کرتی ہیں۔ (مرتب)

### تعلیمات غزالیؒ

(اسی نام سے مولانا محمد حنیف ندوی کی کتاب کے اقبہ سات)

علم اور اس کے مشغلات

حدیث: جو شخص اپنے علم کے مطابق عمل کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو ان علوم کا وارث ٹھہراتا ہے جن کو وہ نہیں جانتا۔

خواہشات کو ترجیح دینے سے

ملنے والی سزا

حضرت داؤد علیہ السلام، اللہ تعالیٰ کے معاملہ کو جو عہد کے ساتھ ہے، میں نکالنے بیان کرتے ہیں۔ ایک عالم میری محبت پر اپنی خواہشات کو ترجیح دیتا ہے تو میں سے کم از کم اس کی سزا دیتا ہوں کہ اس کو نہایت ہی لذت سے محروم کر دیتا ہوں۔ اسے داؤد اس عالم کے بارے میں مجھ سے سول نہ کر، جس کو دنیا کی محبت نے مست کر رکھا ہے۔ وہ تم کو بھی میری محبت کی راہ سے روکے گا۔ ایسے لوگ میرے بندوں کے حق میں عتقاد اظہر ہیں۔

پانچ صفات کے حامل عالم کی صحبت کی تاجیہ

حدیث: مرہم کے پاس نہ جھو، سوا اس عالم کے، جو پانچ باتیں سے بہت کر پانچ نیکیوں کی طرف رجوع ہونے کی طرف رجوع دے۔ جو ملک سے بلیزین کی

طرف لے جائے۔ دیا سے اعضاء کی طرف لوٹے۔ رجعت دینا کو چھوڑ کر، رہہ کی طرف متوجہ ہو۔ کبر سے تواضع کی جانب پھلے۔ اور عداوت سے منہ موڑ کر، تواضع کی طرف اپنا رخ پھیرے۔

محض لحاظ سے علم پر اکتفا کرنے کی سزا

عبادت اور ذکر و فکر سے علم و حکمت کے سوتے قلب سے پھوٹتے ہیں، اس طریق سے عقل بھی حاصل ہوتا ہے، ورنہ کتنے ہی طالب ایسے ہیں، کہ ان کی عمریں اس وقت کی دہائی ہی میں گزرتی ہیں اور سوا، لحاظ کی غی کی سیخ کو چومنے کے، ان کے علم سے اور کوئی فائدہ نہیں پاچھو۔

۱۲۔ کے دل کا زمین شہر

کی طرح ہونے کی چٹان کی

مہمان بن مسعود کا قول ہے۔ ”مومن پر ایک اور ایسا بھی آیتا کہ اس میں نہ تو عالم ایسے علم سے فائدہ اٹھائیگا اور نہ ہی جسم، ۱۲۔ کے دل زمین شہر کی طرح ہو جائیگا کہ ان پر بارش ہوتی رہتی ہے، لیکن وہ مناسب زمین نہیں پاتی۔ یہ دور اس وقت آیتا، جب علم کے دل حب دنیا کی طرف مائل ہو جائیگا۔ اور یہ دنیا کو ”حسرت پر ترجیح دینے لگیں گے۔“ اس وقت اللہ تعالیٰ لوگوں کو حکمت کے سرچشموں سے محروم کر دے گا۔ اور جاہلیت کے چرخوں کو تھکا دے گا۔ اس زمانہ میں نہ انسانی عقلی شہادہات اور تردید زدہ ہوگی اور دل کسی درجہ شک اور مردہ ہوگی؟

علم سے محروم عالم کی مثال

مہمان بن مسعود کا حکایت یہ ہے قرآن اس لئے اترتا تھا، تاکہ اس پر عمل کیا جائے، مگر تم نے اس کے چارے چارے ہی کو مکمل تصور نہ کیا ہے۔ ایک دور ایسا آیتا، جب کہ لوگ قرآن کی حسین عی کو اپنا مشغلہ سمجھائیگا اور یہ تم میں آئے اور بہر نہیں۔ ایسا عالم جو عمل نہیں کرتا، ایسے عربوں کی طرح ہے، جو دوا کی تعریف کرتا ہے اور ایسے مجھ کے کی طرح ہے جو لڑنے کھانوں کو سراہتا ہے، مگر دوا اور کھانا اسے بھیر نہیں۔

حدیث امت میں بہترین لوگ وہ ہیں، جو دن کو اللہ کی رحمتوں پر کھسے بدلوں اکھبار مسرت کرتے ہیں اور راتوں کو اس کے خوف سے ڈرا کرتے ہیں۔ ان کے قالب جسمانی اگرچہ دنیا میں ہیں، لیکن ان کے دل آسمان پر ہیں۔ یہی طرح ان کی رو میں دنیا میں ہیں، لیکن ان کی عقل آخرت سے لگاؤ رکھتی ہے۔ ان کی چال میں سکینت ہوتی ہے۔

اس مضمون کو حق تعالیٰ نے اہل جان فرمایا ہے، بندہ تو اہل کے ذریعہ میرا تقرب حاصل کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ میں اس کو چاہنے لگا ہوں۔ تو پھر میں اس کا کان بن جاتا ہوں، جس سے وہ سنتا ہے۔

۱۳۔ علم سے سوا کی مثال، خبر کے دھانے پر پھرنے کی سی ہوتا

حضرت مسیح کا قول ہے۔ ”علم سوا اس پھر کی طرح ہیں، جو مینا قبر کے دہان پر گڑ چڑا ہو، جو نہ تو خود پانی چھو اور نہ ہی اس کو کھیت کی طرف آگے بڑھنے دے۔“ علم سوا ہمارے کی اس مثال کی طرح ہیں کہ جس کا ظاہر صاف نظر آوے، اور اس کی قبر میں بدبو اور فحشیت ہو۔

حضرت حسن کا کہنا ہے ”حقیق ایسا نہیں ہوتا چاہئے کہ تم میں علماء کا علم اور کلمہ کی پُر آواز دہائی پائیں تو بیخ ہو جائیں، لیکن عمل وہی جہل کا ہو۔“

حدیث آدمی اس وقت تک عالم نہیں ہوتا، جب تک اپنے علم پر عمل نہ کرے۔

علم کی دو قسمیں، ایک وہ علم ہے، جو صرف زبان تک محدود ہے، یہ تو ظن اللہ پر بھول دیکل و جھٹ کے ہے، دوسرا دل سے لگاؤ رکھنا ہے، ایسی علم ماننے ہے۔ جس نے علم میں ترقی کی، لیکن جاہلیت میں ترقی نہیں کی، یہ گویا اللہ تعالیٰ سے دور ہو گیا۔

حضرت ملا کا قول ہے، مجھے سب سے زیادہ ڈر اس امت کے پارے میں ہے، وہ پارے کھسے منافق سے ہے، کیا تمہارا کھسنا منافق کی طرح ہو سکتا ہے، فردا چڑھا کھسنا تو زبان کے اعتبار سے ہے، قلب اور عمل کے اعتبار سے وہ منافق ہو۔

میں نے ظاہر کا بھی احوال کو چھوڑ دینے کی روش

علماء ظاہر احوال قہر کو چھوڑ دیتے ہیں اور ان سے تعرض کرتا مناسب نہیں سمجھتے، جس سے کہ کج و شام انہیں واسطہ چلتا ہے اور جو ان کے قریب کا باعث ہو سکتے ہیں۔ یہ ان مسائل و تحقیقات میں لگے رہتے ہیں جن کا تعلق دوسروں سے ہے۔ سو ان لوگوں کی بد قسمتی کا کیا لگاتار ہے، جو ان مسائل کے بدلے جو ذاتی طور پر ان کے لئے مفید ہیں، ایسے مسائل کو فریضے میں دیتے، جن کا ان کی ذات سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔

جو شخص علم اور اعمال کو چھوڑ کر علم الجہل کی طرف ہلکتا ہوتا ہے، اس کی مثال ایسے مریض کی سی ہے، جس کو علق و متعدد امراض نے گھیر لیا ہو اور حسنِ خلقی سے اس کو ایسا طیبہ ملی جائے، جو اس کے جملہ امراض کو دور کر سکا ہو، مرض کی پیچیدگی اور نزاکت کا یہ عالم ہو کہ اگر فوراً علاج شروع نہ کیا جائے تو بیماری کے در پڑنے کا اندیشہ لاحق ہو۔ لیکن یہ سبہ و قوف بھانپے اس کے کہ بلا تاخیر دوا در پیر شروع کر دے، اس طیبہ سے دواؤں کی خصوصیات پر بحث کرنے لگے اور غراب طب کا کھوج لگانے لگے۔ اس کی بے وفائی کا کیا لگاتار ہے۔

قلب کا سرچشمہ معرفت دُور ہوتا

اگر یہ حقیقت اپنی جگہ تک پہنچی ہو کہ قلب بھی سرچشمہ معرفت دُور سے تو منہ بچ ایں حدیث میں آنحضرت ﷺ کو یہ دوسرا علم نہیں ہے لیکن نہ فرماتے۔ ”ہاں کہ راہد ہے، اپنے دہ سے فانی طلب کیا کر، اگر چہ وہ اس کے خوفِ حق ہی نہ۔“

راہِ محبت

اس کے تقاضے اور شہادت

(حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانیؒ)

حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانیؒ پانچویں صدی ہجری کے ممتاز بزرگ ہیں۔ ایمان کے علاقہ بظام میں پیدا ہوئے۔ اللہ نے علم و حکمت کے

ممتاز مقام پر فائز فرمایا تھا، ان کے حالات زندگی اور ملفوظات کو محترم محمد نظیر راجھا صاحب نے مرتب کیا ہے اور ”ذکرہ شیخ ابوالحسن خرقانیؒ“ کے نام سے کتابی صورت دی ہے۔ ان کے ملفوظات میں طالب کے استفادہ کے لئے بہت ساری قیمتی مواد موجود ہے، بلکہ ملفوظات کے معاملہ سے طالبوں کا دل محبوبِ حق کی محبت کے لئے چمکے مگن ہے، اور راہِ سلوک کے ان کے سفر کو تیز کرنے کا دریغ ہوتا ہے۔ مذکورہ کتاب سے کچھ ملفوظات پیش کئے جاتے ہیں۔ ان ملفوظات میں ذیلی سرخیوں دہاری لگائی ہوئی ہیں اور بعض ملفوظات کی توضیح و تشریح بھی کی گئی ہے۔ (مرتب)

خفا کا دروازہ پر کھٹکا ہوا کھٹ

”جو شخص بھی اس سرا میں آئے، اسے روٹی دوا، اور اس کے ایمان کے بارے میں محبت چھوڑ، کیونکہ اللہ نے جسے بھی جانِ عنایت فرمائی ہے، وہ ابوالحسن دہرخوان پر کھانے کے لائق ہے۔“ (صفحہ ۳۶)

سارے عالم کا دکھ میرا دکھ ہوتا

’اُمَرِ رُستاق سے لے کر شام تک کسی انسان کی انگلی میں کا کا چھو جاسے تو اس کا درد مجھے ہوتا ہے۔ اسی طرح رُستاق سے لے کر شام تک کسی انسان کے پاؤں پر پڑے تو اس کا رخم مجھ تک ہے۔ اور اگر کسی دل میں بھی کوئی دکھ سہرا ہو تو وہ دھکی دل میرا (ہوتا) ہے۔“ (صفحہ ۳۶)

انسانی خدمت کی اہمیت

خدمتِ خلق کے سوا کرامت کوئی چیز نہیں۔ جیسا کہ وہ پہلی تھے ان کی والدہ ضعیف تھیں۔ ان دو میں سے ایک بیٹہ دن رات ماں کی خدمت میں لگا رہتا اور دوسرا عبادت میں مشغول رہتا۔ کئی برس تک دونوں بھائی چوٹی عمل پیرا رہے۔ ایک



امت عابد بھائی کو مجھ کے دوران خیر آگئی۔ اس نے خراب میں آواز سنی کہ ہم نے تیرے بھائی کی بخشش کر دی ہے اور تجھے بھی اس کی بدولت بخش دیا ہے۔ عابد نے عرض کیا کہ اسے اللہ! میں کئی سالوں سے تیری عبادت میں مشغول ہوں اور وہ ماں کی خدمت میں لگا ہے۔ تیرے کرم سے یہ بھید لگتا ہے کہ تو آسے مجھ پر فوقیت بخشے۔ تو نے آئی کہ تو نے جو تجھ کو ہے، میں نے سے بے نیاز ہوں اور جو کچھ تیرے بھائی نے کیا ہے، ماں کو اس کی ضرورت تھی۔“ (صفحہ ۳۷)

(دو جمع ہو کہ خدمت کی توفیق کا حاصل ہوا، بڑی سعادت کی بات ہے، تاہم خدمت میں اخلاص، ذکر و عبادت سے ہی آتا ہے، راہ سلوک کا آخری مقام خدمت ہوتا ہے یعنی صوفی جب قرب الہی اور اخلاص کے بلند مقام پر فائز ہوتا ہے تو اس کے بعد اس کی بیشتر ترقی بندوں کی خدمت و تربیت کے کاموں سے ہی ہوتی ہے۔ مرتب)

#### قلوب سے محبت

آپ نے فرمایا ”کاش تمام قلوب کی بجائے صرف مجھے صحت آجاتی اور تمام قلوب کا حساب قیامت میں صرف مجھ سے لیا جاتا اور جو لوگ سزا کے مستحق ہوتے، ان کے بدلے میں صرف مجھے عذاب دیا جاتا۔“ (صفحہ ۳۸)

(اللہ کے بہت بڑے دلی کی دل سے یہ بات لکنا ہمیں حوصلہ دلاتی ہے کہ ن شاء اللہ، اللہ کے ہاں بندوں کے ساتھ فضل خاص کا معاملہ ہوگا، بالخصوص مکرر گو فراہ کی بخشش و بخشش ہی ہے۔ اگرچہ گناہوں کی وجہ سے کچھ عذاب ہو۔ مرتب)

اللہ کے ارادہ کو بیان

نہ کرنے کے باپ میں

فرمایا، میں خاص بندوں سے اللہ تعالیٰ کی خصوصیات میں اس لیے بیعت نہیں کرتا کہ وہ اس کے رموز سے واقف نہیں اور اپنی ذات سے اس لیے بیان نہیں کرتا کہ تکبر پیدا ہونے کا خطرہ ہے اور خدا نے میری زبان کو وہ طاقت بھی عطا نہیں کی

جس کے ذریعہ میں اس کے پیروں کو ظاہر کر سکوں۔ (صفحہ ۳۷)

(اس لفظ میں اللہ کے رازوں اور کشف و فیروہ کو چھپانے کی جو تاکید فرمائی گئی ہے، کلمہ ہرگز سارے اکابر بزرگوں کی سچی تاکید ہے، لیکن موجودہ دور میں عام طور پر کشف و فیروہ ہی کو بزرگی کا اصل معیار سمجھا گیا ہے اور بزرگ صاحبان خود بھی اور ان کے مرید بھی اپنی کلمتی ملاجیبتوں کی تشہیر میں مصروف رہتے ہیں۔ مرتب)

اللہ کے محبوب بننے کی سعادت اور اس کا اجر

فرمایا، ہر عبادت کا ثواب ممکن ہے، لیکن اولیائے کرام کی عبادت کا ثواب نہ مقرر ہے نہ ذخیرہ، بلکہ خدا اچھا اجر دینا چاہے گا، دے دے گا، اس سے اندر نہ کیا جا سکتا ہے کہ جس عبادت کا اجر خدا کی دین پر موقوف ہے، اس کے برابر کون سی عبادت ہو سکتی ہے۔ تہہ بندوں کو پاپیے کے عذاب کے محبوب بن کر، ہر وقت اس کی سعادت میں مشغول رہیں۔ (صفحہ ۷۳)

(اللہ کے دوستوں کے بے حد حساب ثواب کی بات ہمیں ذکر و فکر کی رہنمائی کے سلسلہ میں تحریک کرنے کے لئے ہمیز کا کام دے سکتی ہے۔ اللہ کے دوستوں کی زندگیوں کا جہد ایک ہی ہوتا ہے، اور وہ ہمہ وقت محبوب حق کی راضی کرنے کا جہد ہوتا ہے، اس مقصد کی خاطر پیسے و دھن کو مہذب بنانے کے لئے عرصہ تک ذکر و فکر کے فیروزوں کا جہد کرتے ہیں۔ دنیا و دال دنیا اور لوگوں سے بے نیازی اور کنارہ کشی اختیار کرتے ہیں، آخر میں وہ لوگوں کی خدمت اور ان کی تربیت کے کاموں میں مصروف رہتے ہیں۔ وہ زندگی کے قیمتی لمحات ضائع ہو کر نہیں کرتے۔ مرتب)

فہم دالم اور فقر و نیاز پر حطائے انجی

فرمایا، اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں القاء فرمایا ہے کہ اگر تو فہم دالم لے کر میرے سامنے آئے گا تو میں تجھے خوش کر دوں گا اور اگر فقر و نیاز کے ساتھ حاضر ہوگا تو تجھے بالدار باندوں کا اور اگر تو خودی سے کنارہ کش ہو کر پچھنے کا تو مجھے شکر

کو تیرا فرمانبردار کروں گا۔ (صفحہ ۳۷)

(یہ تینوں چیزیں انصاف کا حاصل ہیں۔ غیر معمولی عبادوں کے نتیجہ میں یہ تینوں سعادتیں حاصل ہوتی ہیں۔ کاش، ہمیں بھی اس کا ہنک حاصل ہو جائے۔ مرتب)

دوسروں پر بھروسہ کرنے سے اخلاص

کا پیمانہ نہ ہوتا

فرمایا جب تک میں نے خدا کے سوا دوسروں پر بھروسہ کیا، میرے عمل میں غلاص پیدا نہ ہو سکا اور جب میں نے مخلوق کو خیر باد کہہ کر صرف خدا کی جانب دیکھ کر میری ساری باتیں ہی اخلاص پیدا ہو گئیں اور اس کی بے نیازی کے مقابلہ میں کے بعد مجھے پتہ چلا کہ اس کے نزدیک مخلوق کا ہم داسہ کے برابر بھی وقعت نہیں رکھتا اور اس کی رحمت کے مقابلہ میں معلوم ہوا کہ اتنا بڑا رحم ہے کہ چوری مخلوق کے گناہ بھی اس کی رحمت کے آگے بچ جاتے ہیں۔ (صفحہ ۷۶)

دنیا طلب کرنے والوں

پر دنیا کا شکر ادا کیا جاتا

فرمایا، دنیا طلب کرنے والوں پر دنیا شکر ادا کیا جاتی ہے اور تارک الدنیا دنیا پر حکومت کرتا ہے۔ (صفحہ ۸۶)

(اے اللہ! دنیا والی دنیا سے دور ہوتے ہیں، اس لئے کہ ان کے دل دنیا سے بے نیاز ہوتے ہیں۔ مرتب)

نہی کی حیثیت

فرمایا، مخلوق کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ دنیا سے معافی کے لئے کوئی چیز ساتھ لے جائیں لیکن ثابتیت کے ساتھ حق کے قابل کوئی نہیں۔ (صفحہ ۸۹)

(ثابتیت کا مطلب نفس کی صحیح و سالم صورت میں آنا، محبوب حقیقی کی مرضی کے علاوہ ساری خواہشوں کو پامال کرنا اور جس کو اللہ و رسول کی مرضیت کے تابع بنانا

ہے۔ لہذا یہ مقام بڑے عبادوں کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں ثابتیت، نفس سے آخری حد تک دستبردار ہو کر اپنے آپ کو مکمل طور پر اللہ کے سپرد کرنے کا مقام ہے، جو غیر معمولی عبادوں سے اہل اللہ کو ملتا ہے۔ مرتب)

کم از کم ذکر، علم، یقین اور ہمت

کی صورت کا ہوتا

فرمایا، بندوں کو کم از کم اتنا ذکر الہی ضرور کرنا چاہیے کہ قوم شرعی احکام کی مکمل تعمیل ہوتی رہے اور اتنا علم بہت کافی ہے کہ اوامر اور نواہی سے کمال حقیت حاصل ہو جائے اور اتنا یقین بہت کافی ہے، جس سے یہ علم ہو سکے کہ ہمتا رزق مقدر ہو چکا ہے ضرور ملے گا اور اتنا زہد بہت کافی ہے کہ اپنے مقدر کردہ رزق پر اکتفا کرتے ہوئے زیادہ کی تنہا پائی نہ رہے۔ (صفحہ ۸۹)

نور یقین کے ذریعہ اس تک رسائی حاصل کرتا

فرمایا، اگر تم ارض و سما اور خدا کی ذات کے ذریعے خدا کو چاہنا چاہو گے جب بھی نہیں پہنچ سکتے۔ اللہ نور یقین کے ساتھ تم اس کو چاہنا چاہو گے تو اس کی رسائی حاصل کر لے گے۔ (صفحہ ۸۹)

نور کی چٹائی کا مٹا ہونا

فرمایا، خدا تعالیٰ صوفیاء کے قلوب کو نور کی چٹائی مٹا فرماتا ہے اور ان کی چٹائی میں اس وقت تک اضافہ ہوتا ہے، جب تک وہ چٹائی مکمل ذات الہی (کے مقابلہ میں) منظر نہیں بن جاتی۔ (صفحہ ۹۲)

خدا تعالیٰ اللہ والوں کے درجات

فرمایا، درود و محضر جب حضور اکرم ﷺ، مخلوق کے معارف کے لیے جنت میں شریف لے جائیں گے تو ایک جماعت کو دیکھ کر باری تعالیٰ سے سوال کریں گے کہ یہ لوگ کون ہیں اور یہاں کیسے پہنچ گئے؟ کیونکہ اللہ کریم خدای تعالیٰ اللہ ہونے

ولی بھرت کو ایسی راہوں سے جنت میں پہنچائے گا کہ ان کو کوئی نہیں دیکھ سکے گا۔ (صفوحہ ۹۲)

کرامت کے حامل صوفیاء کی کم بختی

فرمایا، اللہ تعالیٰ تک رسائی کے لیے ایک ہزار منزل ہیں، جن میں سے سب سے پہلی منزل کرامت ہے اور کم بہت افراد اس منزل سے آگے نہیں بڑھ سکے اور گلی منزل سے غمروں رہ جاتے ہیں۔ (صفحہ ۹۲)

(کرامت اور کشف کی ایک حیثیت ہے یہ کہ وہ انعام الہی ہے، لیکن جب فرد اسی کو مقصود اور ریاضتوں کا حاصل دیکھنے لگے تو یہ چیزیں بڑی آزمائش بن جاتی ہیں۔ مرہب)

لہ کو پاسے والے کا مقام

فرمایا، خدا کو پالنے والا خود ہوتی نہیں رہتا، لیکن وہ بھی تو بھی نہیں ہوتا۔ (صفحہ ۹۳)

مردہ نقوب

فرمایا، مردہ ہیں وہ نقوب جن میں خدا کے سوا کسی اور کی صحبت جائز نہیں ہو، خواہ وہ کتنے ہی عبادت گزار کیوں نہ ہو۔ (صفحہ ۹۳)

تین چیزوں کی حفاظت کا مشکل ہوتا

فرمایا، تین چیزوں کا تحفظ بہت دشوار ہے۔ اول حقوق سے خدا کے رازدوں کی حفاظت کرنا دوم حقوق کی برائی سے زبان کی حفاظت ہونا سیم پاکیزگی عمل کی حفاظت ہونا۔ (صفحہ ۹۳)

(ان تین چیزوں کا تحفظ فی الواقع سب سے زیادہ مشکل کام ہے، اگر وہی لہ، جو اپنی چشم تو تائیاں اللہ کی عبادت و ذکر و فکر میں صرف کر کے غس کو بڑی حد تک ملوث کر چکے ہوتے ہیں، ان کے علاوہ دوسروں سے ان چیزوں کی

حفاظت ہو سکے، مشکل ہے۔ حالانکہ اسلامی نقطہ نگاہ سے ان تین چیزوں کی بنیادی اہمیت ہے۔ اسلام کی سلاحتی میں بھی ایک حد تک ان چیزوں کو عمل دخل حاصل ہے۔ مرہب)

ایک لوگوں کو غس سے شکایت کا ہوتا

فرمایا، خدا اور بندے کے مابین سب سے بڑا حجاب غس ہے اور جس قدر ایک لوگ گزر گئے ہیں، ان سب کو غس سے شکایت رہی۔ (صفحہ ۹۳)

(غس کی سب کی خطرناک "خصوصیت" یہ ہے کہ وہ ہر کام میں اللہ کے ساتھ اپنا حصہ بھی رکھتا ہے، وہ نیت میں مسلسل باز پھرا کر سب کے لئے کوشش رہتا ہے اور عبادت و ذکر و فکر میں سستی و کالی کا مظاہرہ کرتا رہتا ہے۔ مرہب)

اہل دنیا کی نگاہوں سے بھگنا

فرمایا، اگر تم اہل دنیا کی نگاہوں سے ایک ہزار میل دور بھاگنا چاہو گے تو یہ بھی بہت بڑی عبادت ہے اور اس میں بہت مفاد مضمر ہیں۔ (صفحہ ۹۳)

(اہل دنیا سے دور ہونے کی تاکید اس لئے کی گئی ہے کہ ان کی صحبت سے کھپ میں ان کے اثرات آنا شروع ہو جاتے ہیں۔ اور پھر بزرگی کے نام پر دین آئے لگتی ہے۔ مرہب)

وگ

فرمایا، ایسے لوگوں کی صحبت اختیار کرو، جو آتش جنت سے فاسخ ہو چکے ہوں اور بخرم میں غرق ہوں۔ (صفحہ ۹۴)

(آتش خلق میں فاسخ شخصیتیں اس دور میں مایاب ہو گئی ہیں۔ بزرگی کے نام پر بھی مرید کے سلسلہ کو جاری رکھنے والے شخصیتیں عام ہیں۔ تاہم کمال کرنے سے ایسی شخصیتیں مل سکتی ہیں، اگر وہ دل چاہیں تو ساری دوست ٹھار کر کے بھی ان کی صحبت و صحبت اختیار کرنا سستا سوا ہے۔ مرہب)

ذکر و عبادت کے ذریعہ اعظام کا پیدا ہوتا

فرمایا، سکوت اس طرح اختیار کرو کہ سوائے اللہ اللہ کے اور کچھ اللہ سے نہ نکلے اور قلب میں سوائے فکر الہی کے اور کوئی فکر باقی نہ رہے اور تمام امور و باری سے کنارہ کش ہو کر، اپنے اعضاء کو خدا کی چاب متوجہ رکھو، کہ تمہارا ہر عضو متقی بر اعظام ہو اور اس کی عبادت کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ (صفحہ ۱۰۰)

(دنیا میں رہتے ہوئے دنیا سے بے نیاز ہونے کی استعداد کا حاصل ہونا، یہ ثلہ اللہ کی محبت ہی کا خاصہ ہے۔ مرتب)

نہ کے نتیجہ میں حاصل ہونے والی زندگی

فرمایا، جب تم راہ خدا میں اپنی ہستی کو فنا کر لو گے، جب تمہیں ایسی ہستی مل جائے گی جو فنا ہونے والی نہیں۔ (صفحہ ۱۰۰)

دوستوں کے لئے کرم کا ہونا

فرمایا، اللہ تعالیٰ اپنا کرم اپنے دوستوں کے لئے محفوظ رکھتا ہے اور اپنی راحت اپنے گناہگار بندوں کے لئے وقف کر دیتا ہے۔ (صفحہ ۱۰۱)

اللہ سے وصل

کے نتیجہ میں سارے صحابہ کو بھول جانا

فرمایا، خدا کی دوستی اس لئے ضروری ہے کہ جب مسافر اس مقام پر پہنچتا ہے، جہاں اس کا دوست موجود ہو تو وہ راہ کی تمام تکلیف بھول جاتا ہے اور اس کے قلب کو تسکین پہنچتی ہے۔ لہذا جب تم قیامت میں اس طرح مسافر بن کر پہنچے گے جہاں خدا تعالیٰ تمہارا دوست ہوگا، تو تمہیں مسرت حاصل ہوگی۔ (صفحہ ۱۰۰)

اپنی زندگی کو

امور خداوندی میں صرف نہ کرنے کی سزا

فرمایا، جو لوگ حقوق کے ساتھ شفقت سے پیش نہیں آتے، ان کے

قلب میں حقوق کی دوستی کی گنجائش باقی نہ رہتی اور جو لوگ اپنی زندگی کو امور خداوندی میں صرف نہیں کرتے، ان کی آسانی کے ساتھ ہی صراط سے گزر نہیں ہو سکتی۔ (صفحہ ۱۰۲)

مومن کے لئے حقوق کی برچ

کا دامن و قلاب ہونا

فرمایا، کہ حقوق کی برچ مومن کے لیے ایک قلاب ہے اور نہ جانے مومن اس دامن و قلاب میں کب پھنس جائے۔ (صفحہ ۱۰۲)

حقیقی صوفی کی علامت

فرمایا، آدمی جان جہاں کھائے اور ٹاٹ کا لباس پہننے لے سے ہی صوفی نہیں بن جاتا، کیونکہ صوفی بننے کا دار و مدار اگر اس پر موقوف ہوتا تو تمام اونٹ والے اور جو کھانے والے جانور صوفی بن جایا کرتے، بلکہ صوفی وہ ہے، جس کے قلب میں صداقت اور عمل میں اعظام ہو۔ (صفحہ ۱۰۳)

(حقیقی صوفی جتنا بہت دُشوار گزار کام ہے، اس کے لئے ساری توانائیاں صرف کرنی پڑتی ہیں۔ دنیا کے اپنے مجھے سے دُشوار گزار ہونا پڑتا ہے، اور بننے کی آرزوں کو بھی دل سے لٹا کر پڑتا ہے، دوسروں سے خدمت لینے کی بجائے ان کی خدمت کرنے کی نفسیات کو چیلنے پڑتا ہے۔ مرتب)

مریخہ کرنے کی خواہش کا نہ ہونا

فرمایا مریخہ کرنے کی خواہش نہیں، کیونکہ میں مرشد ہونے کا دعوٰی نہیں، بلکہ میں تو ہر وقت اللہ کافی کہا کرتا ہوں۔ (صفحہ ۱۰۳)

(آن کل معمولی عبادتوں کے بعد جو بن کر مریخہ بنانے کی روشی غالب ہے، غلطی و روئنی کی لائین اپنے آپ کو مکمل طور پر فنا کرنے کی لائین ہے، اگر فرد کی اپنی اصلاح ہو جائے اور وہ زمانہ کے غلوں سے بچ جائے تو یہ سب سے بڑی

کامیابی ہے۔ مرتب)

اللہ تعالیٰ کو ناراض

کرنے کی داغِ حسرت کا ہوتا

فرمایا، کہ اگر تم نے عرض میں ایک مرتبہ بھی خدا تعالیٰ کو آزر دیا کیا ہو تو زندگی بھر اس سے معذرت چاہئے رہو، کیونکہ اگر وہ اپنی طرف سے معاف بھی کر دے، جب بھی جہارے قلب سے یہ داغِ حسرت کو نہ ہوتا چاہیے کہ تم نے اللہ تعالیٰ کو آزر دیا کیا ہے۔ (صفحہ ۱۰۸)

(دفع ہو کہ یہ سختی صوفی کے لئے ہے، البتہ مبتدی و متوسطہ سالک اگر گناہوں کو یاد کرتا رہے گا تو وہ جلد ہی پاس کا شکار ہو جائے گا اور شیطان اسے ناشی میں ڈالنے والے گناہوں کے اقتضار کے ذریعہ راہِ محبت سے دور کرتا چاہتا ہے۔ اس لئے مبتدی و متوسطہ طالب کو اللہ کی رحمت کو ہر وقت پیش نظر رکھنا چاہئے۔ مرتب)

آشیانہ سے نکل کر

آشیانے کا بھول چاہا

فرمایا کہ افسوس ہے اس پر دہنے پر جو آشیانے سے دانے کی جستجو میں نکل کر آشیانے کا راست بھول چاہے اور ہر سمت، ہر جگہ بھٹکے۔ (صفحہ ۱۰۸)

(یعنی انسان کی اصل شخصیت جو روح سے عبارت ہے، جو اللہ کی طرف سے آئی ہے، جس کا اصل آشیانہ اللہ کی عبادت و ذکر و فکر ہے، دنیا میں آکر یہ انسانی شخصیت دانہ پالی کی تلاش میں اپنی معترف ہو گئی کہ اپنی اصل خدا (روحِ حق) نہ تو) ہوں گئی، اس سے بڑھکر انسان کی عمری اور بد قسمتی اور کیا ہو سکتی ہے۔ مرتب)

حقائقِ غریب کی تلاطم

فرمایا، حقیقت میں غریب دلی ہے، جس کا زمانے میں کوئی ہم نوا نہ ہو، لیکن

میں خود کو غریب اس لئے نہیں کہہ سکتا کہ نہ تو میں دنیا اور اہل دنیا کے موافق ہوں اور نہ دنیا میرے موافق ہے۔ (صفحہ ۱۰۸)

اللہ کے بندوں کو

تین مراتب کا حامل ہوتا

فرمایا، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو تین مراتب عطا فرماتا ہے، اول یہ کہ بندہ دیندار الٰہی سے مشرف ہو کہ اللہ تعالیٰ کہتا رہے، دوم بندہ عالم دین میں اللہ کو پکارتا بھرے، سوم، بندہ اللہ کی زبان بن کر اللہ تعالیٰ کہے۔ (صفحہ ۱۰۵)

چار چیزوں کے بدلے میں

اللہ سے چار چیزیں عیب کرتا

فرمایا، بندہ چار چیزوں کے ساتھ خدا سے پیش آتا ہے، اول جسمانی طور پر، دوم قلبی طور پر، سوم زبان کے ذریعے، چہرہ مال کے لحاظ سے، لیکن اگر بندہ صرف جسمانی طور پر خدا کی اطاعت اور زبان سے اس کا ذکر کرتا رہے تو اس کے بدلے بے سود ہوگا۔ کیونکہ قلب کو اس کے سپرد کرتا اور مال کو اس کی راہ میں خرچ کرتا بہت ضروری ہے اور جب ان چار چیزوں کو اس کی راہ میں صرف کرے تو یہ چار چیزیں خدا سے طلب کرے، محبت، محبت، خدا کے ساتھ زندگی گزارنا اور اس کے راست میں پناہ گزشتہ وصال۔ (صفحہ ۱۰۵)

(جب عابدوں کے ذریعے سے ابتدائی چار چیزوں سے دستبردار کی صورت پیدا ہوگی تو انکار، اللہ آخری چار چیزیں اس کے نتیجہ کے طور پر محبوب کی طرف سے از خود حاصل ہوتی جائیں گی۔ مرتب)

محبوب کی آنکھ عشق سے

حضور کی حاصل ہوتا

فرمایا، جس آدمی کا قلب شوقِ آتشِ الٰہی سے جل چاہے، اس کو محبتِ حق کرنے پائی ہے اور اس سے ارشِ دہا کو لبریز کر دیتی ہے۔ لہذا اگر تم یہ چاہو

کہ دیکھتے سنتے اور دیکھنے والے بن چاہے تو وہاں حاضر ہو، لیکن وہاں حضوری کے لیے تجدد اور بلند حوصلگی کی ضرورت ہے۔ (صفحہ ۱۰۶)

(یہ وہ مقامات ہیں، جہاں اکابر اہل اللہ ہی پہنچ سکتے ہیں، ہم جیسے لوگوں کے لئے اتنی صحت کافی ہے، جس سے قلم کی تہذیب ہو سکے۔ مرتب)

قرابت مع اللہ کے بغیر

نفس، قلب اور روح پر قابض کا نہ ہونا

فرمایا، جس کی زندگی خدا کے ساتھ وابستہ نہیں ہوتی، وہ اپنے نفس اور قلب اور روح پر قدرت نہیں رکھ سکتا۔ (صفحہ ۱۰۷)

(یعنی ذکر فکر کے کاموں کے ذریعہ قرابت مع اللہ کے بغیر نفس، دل اور روح نہ تابع ہو سکتے ہیں اور نہ ہی انہیں قرار مل سکتا ہے۔ مرتب)

ایک ہزار تھانوں کی قربانی

فرمایا، دنیا میں ایک ہزار تھانوں کو قربان کر دینے کے بعد آخرت میں صرف ایک تہہ پوری ہوتی ہے۔ ایک ہزار، حج مکہ کو رہ نہ پانی لینے کے بعد شربت کا ایک گھونٹ نصیب ہوتا ہے۔ (صفحہ ۱۰۸)

قلب کی اقسام

فرمایا، قلب بھی تین طرح کے ہوتے ہیں، اول قلب فانی، جو فکر کا مسکن ہے، دوم قلب غالب لغت، جو اہل رب کی آغوش ہے اور سوم قلب ذاتی، جو اللہ تعالیٰ کی قیام گاہ ہے۔ (صفحہ ۱۰۹)

عبادت کی حقیقت

فرمایا، عبادت گزار تو بہت سے ہیں، لیکن عبادت کو دنیا سے ساتھ لے جانے والے بہت قلیل ہیں اور ان سے بھی قلیل وہ ہیں، جو عبادت کر کے خدا کے حوالے کر دیتے ہیں، لیکن شجاعت یہ ہے کہ آدمی موت کے وقت دنیاوی عبادت کو اپنے

بھرا لے جائے۔ (صفحہ ۱۰۹)

عشق میں حقوق کا گمراہ نہ ہونا

فرمایا، بحر عشق میں حقوق کا گمراہ نہیں اور انکی درآہ ویرآہ بھی ہے، جس میں بندے کے علم و کمال کا گمراہ نہیں۔ (صفحہ ۱۱۰)

حق کی نکلانی وحدت

لوگوں نے پوچھا کہ فخر کی کیا علامت ہے؟ فرمایا کہ قلب پر ایسا رنگ چڑھ جائے، جس پر دوسرا کوئی رنگ نہ چڑھ سکے۔ (صفحہ ۱۱۰)

اللہ کی معرفت کے لئے دلائل کا بے سود ہونا

فرمایا، وہ لوگ عاقبت انہیں ہیں، جو خدا کو دیکھنے کے ذریعہ شہادت کرنا چاہتے ہیں، جب کہ اس کو صرف اسی کے کرم سے بے دلیل پہنچنے کی ضرورت ہے، کیونکہ اس کی معرفت سے لیے تمام دلائل بے سود ہیں۔ (صفحہ ۱۱۰)

دنیا میں گریہ و زاری کرتے رہنا

فرمایا، دنیا میں غم و دکھ ہمراہت کرتے رہو، لیکن ہے کہ اس کے صلہ میں "مرگ کی کامیابی حاصل ہو جائے اور دنیا میں گریہ و زاری کرتے رہو کہ آخرت میں مسکرا سکو اور وہاں جہیں طالب کسے فرمایا جائے کہ چونکہ تم دنیا میں روئے رہے، اس لیے آج جہیں دائمی مسرت عطا کی جاتی ہے۔ (صفحہ ۱۱۱)

(اہل اللہ کے حالات کے مطالعہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ محبوب حق تعالیٰ کے سامنے اکثر گریہ زاری کرتے رہتے ہیں، اپنے گناہوں پر روئے رہتے ہیں اور سارے کجاہدوں کے باوجود وہ لڑائیاں و ترماں رہتے ہیں۔ مرتب)

محبت کے سمندر کے پانی

سے تلکی کا نہ ہونا

فرمایا، محبت کی دہانیا یہ ہے کہ اگر کائنات کے تمام سمندروں کا پانی بھی محبت

کرنے والے کے حق میں اذیل دیا جائے، جب بھی اس کی تسکین رفع نہ ہو سکے اور مزید کی خواہش پتی رہے اور خدا سے منقطع ہو کر، اپنی کرامات پر تکبر نہ کرے۔ (صفحہ ۱۱)

(محبوب کے ساتھ محبت کی دنیا ایسی ہے، جس کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ اس میں کسی بھی مرحلہ پر آ کر سیری نہیں ہوتی، البتہ قلب کو یکہ نہ یکہ تسکین ضرور حاصل ہوتی ہے۔ مرتب)

محبوب کے غم کے علاوہ

سارے غموں کا یہ وقت ہوا

ایک مرحلہ لوگوں نے آپ سے یہ سوال کیا کہ آپ کو موت سے (دیکھیں گلا؟) فرمایا، مردے موت سے ڈرتے نہیں کرتے، کیونکہ اللہ کی ہر وہ چیز بندوں کے لیے لڑائی لگی ہے، میرے غم کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتی اور ہر وہ وعدہ جو حقوق سے آسائش و آرام کا کیا گیا ہے، میری امید کے مطابق میں بے حقیقت ہے اور اگر تم سے یہ سوال کیا جائے کہ ایمانسن سے جو فیصلہ جہیں حاصل ہوا ہے اس کے صدر میں کیا ہے؟ تو تم کیا صلہ طلب کر دے؟ اس پر ہر فرد نے اپنی خواہشات کے مطابق جواب دیا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر مجھ سے یہ سوال کیا جائے کہ تم محبت حقوق کے صدر میں کیا معاوضہ چاہتے ہو؟ تو جواب دوں گا کہ میں ان سب کو چاہتا ہوں۔ (صفحہ ۱۱۲)

(عالم، جب محبوب کے قرب کے مقامات ملے کرتا ہے تو وہ سب سے بہ نیر ہو جاتا ہے، اس طرح عالم کی محبوب سے حسن عین اور خوش گمانی اپنی درجہ تک ہوجاتی ہے، یہ خوش گمانی کیلئے نہ ہو، جب کہ محبوب کا پتا کہتا ہے کہ میں بندہ سے اس کے حسن غم کے مطابق منہ نہ کرتا ہوں، اس مخلوق کو اس میں سحر میں دیکھ چاہئے، مخلوق کے آخری نکتہ سے الہی اللہ کی اپنے مریدوں سے والہانہ محبت بھی ظاہر ہوتی ہے کہ وہ محبوب کے بعد اس کے چاہنے والوں کو اپنے دل کی گہرائیوں میں جگہ دیتے ہیں، اگرچہ بظاہر مریدوں کو اس کا ادراک نہ ہو سکے۔ لیکن حقیقت

یہی ہے کہ روحانی استاد کے دل میں اپنے مریدوں کی اپنے اوداد سے بھی زیادہ محبت قائم ہوتی ہے۔ مرتب)

بر اوقات اللہ کی معیت میں رہنے کا افسانہ

فرمایا، میں نے بچاس سال اس طرح گزارے ہیں اور خدا کے ساتھ اس اخص سے رہا ہوں، جس میں حقوق کا کوئی خیال و وسوسہ نہ تھا اور نہ راز و عشاء سے لے کر صبح تک حالت قیام میں رہا ہوں اور صبح سے شام تک محبت میں مشغول رہتا تھا۔ اس عرصہ میں کبھی پاؤں پھیلا کر نہیں بیٹھا۔ جب تک میں اس کے صدر میں یہ مرتب حاصل ہونے کے ظاہر طور پر میں دنیا میں ہوتے ہوئے فردوں و جنم کی سیر کرتا ہوں اور دونوں عالم میرے لیے یک ہو چکے ہیں۔ اس لیے کہ ہر اوقات میں خدا کی معیت میں رہتا ہوں۔ (صفحہ ۱۱۳)

(بزرگوں کے ان عبادوں کو دیکھ کر، اپنی حالت پر غور کرتے ہیں تو حیرت و احساس اور اپنی زندگی کو ضائع کرنے کے اذیت کا پہلو غالب ہونے لگتا ہے۔ مرتب)

محبت الہی کے مراحل

فرمایا پہلا راستہ نیاز کا ہے، اس کے بعد خلوت، اس کے بعد دیر اور اس کے بعد بیداری ہے۔ (۱۱۴)

(محبت الہی کا پہلا مرحلہ بھی طلب کے ذریعہ عاجزی اختیار کرنا ہے۔ یہ عاجزی و انکساری ہی فرد کو اپنے آپ کو الہی اللہ کے سامنے ہر دور کرنے کا ذریعہ بنے گی۔ اس کے بعد ذکر و فکر کے لئے طہارت کی ضرورت لاحق ہوگی، بعد ازاں انور الہی کے مشاہدہ کے ذریعہ نفس کی تہذیب ہوگی اور روح، نفس و قوت پر غالب آئے گی۔ انوار کی تجلیات سے فرد کی کائنات کا مکمل تجزیہ سے تیز تر ہوگا۔ آخر میں طالب کو حالت بجا حاصل ہوگی، جسے حالت بیداری اور حالت غمگینی کہتے ہیں۔ مرتب)

تفاوت نفس کی حالت

فرمایا، چالیس سال سے میرا نفس ایک گھونٹ مرد پانی کا غواؤ مشغول ہے، لیکن

میں نے اسے عزم کر رکھا ہے، نیز فرمایا کہ میں نے ستر سال خدا کی معیت میں اس طرح گزارے کہ اس دوران ایک لمحہ کے لیے بھی اپنا حق نہیں کی۔ (صفحہ ۱۱۳)  
(فلس کے ساتھ حراست کی یہ قوت خاص اہل فلسفہ و عقیدتوں ہی کو عطا ہوتی ہے، اس کے بعد فلسفہ صورت اختیار کرتا ہے اور روح کی پرواز کی راہ میں فلسفہ کی رکاوٹ نکل جاتی ہے، انہی عقیدتوں کو ہی دنیا میں جتنی حقائق کے مشاہدے حاصل ہو جاتے ہیں اور محبوب کی شان کے مشاہدے سے ان کی زبان گنگ ہو جاتی ہے اور وہ سراپا غزل کا جھرس بن جاتے ہیں۔ مرتب)

بندہ کی اصلی طبیعت

فرمایا، ایک بار میں نے اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں عرض کیا کہ مجھے میرا اصل روپ دکھ دے۔ میں نے دیکھا کہ میں ٹاٹ کے لباس میں ملیں ہوں اور جب میں نے غور سے دیکھا اور دیکھنے کے بعد پوچھا کہ میرا اصلی روپ کیا ہے؟ تو فرمایا گیا، ہاں میری اصلی ہیئت یہی ہے۔ پھر جب میں نے عرض کیا، میری ارادت و محبت اور مشغول و غصہ کیا ہے؟ چلے گئے؟ تو فرمایا میرے کہ وہ سب یکہ ہمارا حق، میری اصلی حقیقت تو یہی ہے۔ (صفحہ ۱۱۵)

صوفی کی صفت و خصوصیت

لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ صوفی کون ہے؟ آپ نے فرمایا، صوفی وہ شخص جس کے پاس گڈ بڑی اور چاندز ہو اور جو صوفیوں کی عبادت اور رسوم رکھتا ہو، بلکہ صوفی وہ ہے جسے مقام کا تعین ہو۔ وہ صوفی اس دن بنتا ہے، جب اسے سورج کی عبادت نہ رہے اور اس رات بنتا ہے، جب اسے چاند اور تاروں کی عبادت نہ ہو اور وہ ایسا بنا ہوتا ہے کہ اسے ہستی کی ضرورت نہیں رہتی۔ (صفحہ ۱۱۵)

(یعنی صوفی کی عظمت یہ ہے کہ جب دنیا کے حوالے سے اس کی خواہشات ختم ہو جائیں، بڑی نوعیت کی فطری خواہشات قوت نہیں رکھیں، لیکن دنیا باقی ہے اور لوگوں میں مقام کی چاہت کے حوالے سے اس کے جذبات کا ہوجائیں۔ مرتب)

سب سے روشن دل اور بھر ساجھی

فرمایا، دلوں میں سب سے روشن دل وہ ہے، جس میں حقائق نہ ہو اور کاموں میں سب سے اچھا کام وہ ہے، جس میں حقائق کا ڈر نہ ہو اور فتنوں میں سب سے طالع نصرت وہ ہے، جو حیرتی کوشش اور محنت سے حاصل ہو اور ساتھیوں میں سب سے اچھا ساتھی وہ ہے جس کی زندگی اللہ تعالیٰ کے سکھوں کے مطابق ہو۔ (صفحہ ۱۱۶)

تین چیزوں کی انتہا نہیں

فرمایا، مجھے ان تین چیزوں کی انتہا معلوم نہیں ہو سکی، رحمت و مہربانی کے درجہات، فلسفے کے کمر (غربی) اور معرفت (اٹلی) کی۔ (صفحہ ۱۱۷)  
(یہ ملاحظہ فرمایا ہے، جس کی تخریج مبتدی طالبوں کے لئے مفید ثابت ہوگی، ان مختصر سے ملاحظہ فرمائیے جو تعلیم کاات ہیں کئے گئے ہیں۔ سے انکر دنیا کو کر سے میں بند کرنا کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔

جب تک رسول اللہ ﷺ کے درجہات و کمالات کا تعلق ہے تو اسے بیان کرنا کسی فرد کے بس کی بات ہی نہیں۔ جس ہستی کو کمالات میں دور اور غیر کی تقسیم کا مبع بنایا گیا ہو، جس سستی نے اسے ان کمالات سے اللہ کی ربانیت کی ہو، جس ہستی پر قرآن مجید مقدس ترین کتاب کا نزول ہو، جو حقیقی معنی دنیا تک نسبت کی تہذیب اور اسے انسانی آداب اور عہدیت سے فراخ بنانے کا حقیقتہً کئے کا موجب بنی ہو، جس ہستی کے لئے دور قیامت اللہ کے عرش کے دائیں طرف کرسی بچھائی جائے گی۔ اس ہستی کے کمالات کس طرح بیان ہو سکتے ہیں۔

دور انکھٹھٹھ کے بے حد و حساب کمر و غربت کا ہے، فلسفے کے ہارے میں چل کرہ سکتے ہیں کہ دنیا میں فلسفہ ہی وقت ہے، جس سے مارے عالم میں فساد برپا ہے۔ ایک فرد فلسفہ کو اللہ و رسول کے تابع کرنے اور اسے انسانیت کے آداب سکھانے کے لئے جب چاہے شراب کرتا ہے تو وہ یہ دیکھ کر حیرت زدہ ہو جاتا ہے



کہ اسے آئے دل فہم کے نئے نئے طوفانوں سے واسطہ پڑتا ہے، ایک طوفان سے  
بہنکل نکل جاتا ہے تو مٹا بعد اس سے بڑے دوسرے طوفان سے سرگرداں کرتی  
پڑتی ہے، طالب فہم کے ساتھ طویل عرصہ تک ذکر و فکر اور محبت کے تہذیبی مراحل  
کے ذریعے مقابلہ آرائی میں مصروف رہ کر، جب وہ حالت چلا میں آتا ہے تو اس کی  
زندگی کی تہذیبیاں جواب دے جاتی ہیں۔ اس کے بعد کہیں جا کر وہ فہم طبع کے  
مقام پر فائز ہوتا ہے۔ فہم طبع کا یہ مقام ایسا ہے، جو جان توڑ جدوجہد کا متقاضی  
ہے۔ اس کے بعد بھی اگرچہ فہم کو فہم کی طرف سے دوسروں و فطرت کے ذریعہ  
طالب کے خاص ایمان میں آویڑا پیدا کرنے، اس کے انخاص کو ستر کرنے اور  
عمل صاف میں سستی و غفلت پیدا کرنے کی کاوش ہوتی ہے، تاہم طالب کے زندگی  
بھر کے کاموں کے نتیجہ میں طالب کے ساتھ اللہ کا فضل شامل ہو جاتا ہے اور وہ جلد  
ی متوجہ ہو کر، ذکر و فکر سے فہم کے ان دوسروں کو مغلوب کرنے میں کامیاب ہو جاتا  
ہے۔

حالت فنا سے حالت چلا میں آنے کے بعد بھی طالب کو فہم کی طرف سے  
چڑکا ہوا چلا میں ہے، اس لئے کہ جو محبوب حقیقی کے چہتا زیادہ قریب ہوتا ہے، محبوب  
اس کی محبت میں دوسروں کی محبت کی معمولی آویڑیں بھی دیکھنے کا روادار نہیں ہوتا،  
ور اس کی اطاعت کے مقابلہ میں دوسروں کی اطاعت کے میزان کو بھی پسند نہیں  
کرتا۔ تاہم یہ بھی حقیقت ہے کہ جان توڑ مجاہدے کرنے والا طالب اپنے آپ کو  
کھل طور پر محبوب حقیقی کے حوالے کر دیتا ہے، اس سے ہر وقت اس کا فضل نامتنا  
رہتا ہے اور اس کی بارگاہ میں ہر وقت عاجزی، فروغ اور لگی ذات کے ساتھ رہتا  
ہے۔

اللہ کی معرفت کا تیسرا نکتہ بھی عجیب ہے۔ خاکی انسان، تصور سے مادہی اور  
عرش و کرسی کی داک ہستی کی معرفت حاصل کر سکے، یہ ممکن ہی نہیں۔ ساری زندگی کی  
کاوشوں کے بعد اگر اس کی معرفت سے عاجزی دے لی اور اپنی کزور بشریت

وہمیت کی حقیقت داخ ہو سکے تو معرفت کا بھی مقام بڑا مقام تصور ہوگا۔ طالب کی  
تو حالت یہ ہوتی ہے کہ اس کا دل اس کی معمولی تجلیات ہی سے سوت ہوتا ہے۔  
دل میں چچ دیکار کا کل شروع ہو جاتا ہے، فرد پر نیم دہشت کی کیفیت طاری ہونے  
لگتی ہے۔ وہ اس ہستی کی کامل ذکر حد تک معرفت حاصل کر سکے، اس دنیا میں یہا  
نہیں ہو سکتا، البتہ چونکہ بندہ اور خدا کے درمیان محکم تعلقات کو معرفت کے نام سے  
ی موسم کیا جا سکتا ہے، اس لئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ محبت نے ساری تہذیبیاں خرق  
کر کے، محبوب کی معرفت کے کچھ اجزاء حاصل کر لئے ہیں، اس معرفت کی وجہ  
سے اب بندہ اس کی معرفت کی قید سے باہر نہیں سکتا اور معرفت میں مسلسل ارتقا  
کرتا رہتا ہے اور اسی حساب سے وہ محبوب حقیقی کی شان عظمت کے سامنے دلتا  
چلا جاتا ہے۔ (محبوب)

فہم، فکر اور نبی کا صر

فرمایا میں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نمائے فہم یعنی کہ اے میرے بندے،  
اگر تو فہم کے ساتھ میرے سامنے آئے گا تو میں تجھے خوش کر دوں گا۔ اگر محبت اور  
فہم کے ساتھ خوش ہوگا تو تجھے تو کمر اور بالدار بنادوں گا، جب تو اپنی ذات سے  
آزاد ہو جائے گا تو پانی اور ہوا کو تیرا مطیع اور فرمانبردار بنادوں گا۔ (صفحہ ۱۱)

دو دوں کو دو دوں دل میں پاتا

فرمایا میں نے دو دوں کو دو دوں کے اندر پاؤ۔ عاقبت کو چھائی میں اور  
سلاستی کو خاموشی میں۔ (صفحہ ۱۱)

یہ وہ فہم اللہ کے لئے جگہ کا نہ ہوتا

فرمایا آج چالیس سال ہو گئے ہیں کہ میں ایک ہی حالت میں ہوں، اور اللہ  
تعالیٰ میرے دل کو دیکھا ہے اور اپنے سوا کسی کو اس میں نہیں پاتا۔ میرے پاس  
مادہ اللہ کے لئے کوئی چیز باقی نہیں رہی اور میرے بند کے اندر غیر اللہ کے لئے

درویشی کی تین علامتیں

فرمایا ”درویشی تین چیزوں والا ایک دریا ہے پہلا (پیشہ) پرہیز ہے، دوسرا سخاوت و دیرتیرا ساتھ دہنا، تیسری کی تلقین سے بے نیاز ہونا ہے۔“ (صفحہ ۱۲۹)

اللہ کے دوست کی نشانی

(آپ سے) پوچھا گیا کہ (اللہ تعالیٰ) کے دوستوں کی کیا نشانی ہے؟ فرمایا (اللہ کا دوست) ”وہ (ہے) جس کے دل سے دنیا کی روٹی نکل چکی ہو۔“ (صفحہ ۷)

فلطنت کی تیار کا لائق ہونا

فرمایا ہم سب کو ایک بیماری لائق ہے۔ جب ہماری بیماری ایک ہے تو اس کا علاج بھی ایک جیسا ہے۔ ہم سب کو مرض فلطنت ملاق ہے۔ آئیے، تاکہ بیمار ہو جائیں۔ (صفحہ ۷)

(فرد پر غصے کی طرف سے سب سے بڑا عمل ذکر سے فلطنت کی صورت میں ہوتا ہے اور فلطنت ہی نفسی خواہشات کو پوراں چڑھانے کا ذریعہ ہوتی ہے۔ مرتب)

دل کو تکبر اور حسد

و غیرہ کی آگ سے بچانے کی ضرورت

فرمایا: ”اگر غور سے ایک آگ تیرے گہڑوں پر آگے تو فوراً کوشش کرتا ہے کہ اسے بجھا ڈالے۔ کیا تو جائز سمجھتا ہے کہ تکبر، حسد اور ریا کی آگ تیرے دل میں جگہ پاسے، کیونکہ یہ انکی آگ ہے جو تیرے دین کو بھڑا ڈالے گی۔“ (صفحہ ۱۷۷)

(تکبر اور ریا کی آگ سے بڑھکر کوئی آگ نہیں، یہی آگ ہے جو معاشروں کو بھڑا رکھ دیتی ہے۔ پڑھتی ہے اس دور میں تکبر و ریا کی آگ کا سرے سے ادراک ہی سبب ہو گیا ہے۔ مرتب)

تکلف صورتیں ایک اہم نکتہ

فرمایا ”ایمان والے آدمی کے جسم کا کوئی ایک عضو ضرور بیٹھ یا دھبی میں مشغول ہونا چاہیے، یا وہ دل سے اس کا ذکر کرے، یا زبان سے اس کا ذکر کرے، یا آنکھ سے اس کا مشاہدہ کرے، یا ہاتھ سے (اس کے لیے) سخاوت کرے، یا قدم سے (چل کر) مردان (خدا) کی زیارت کرے، یا ایمان والوں کی خدمت کو پہنچے، یا ایمان یقین سے زندہ رہے، یا عقل کے ذریعے صرفت (حق) پائے، یا انھما سے عمل میں مشغول رہے، یا قیامت سے خوفزدہ رہے۔ ایسے بڑے کو میں ضمانت دیتا ہوں کہ جب وہ قبر سے سر نکالے گا تو کھن کے ساتھ چٹا ہوا بہشت میں جا پہنچے گا۔“ (صفحہ ۷۱)

(عقلی شکی صورتی یا عقلی دایہ الی اللہ کے ذکر کی نوعیت میں ہوتی ہے۔ وہ شب و روز ذکر کی انجی حالتوں میں رہتا ہے۔ کبھی محبوب کے سامنے جواب دہی اور اپنی زندگی کے منہج ہو۔ کاساں اسے بے قرار کر دیتا ہے تو کبھی وہ عوامی زندگی، نفس سے بچنے اور انھما سے بے کوش اور گمراہ رہتا ہے، کبھی ۱۰۰۰ کی ساری گمراہیوں کے ساتھ محبوب عقل کے افراد حسن کے مشاہدہ میں رہنے لگتا ہے تو کبھی خدمت دین اور خدمت خلق کے کاموں میں مصروف رہتا ہے۔ عقلی دایہ یا عقلی صورتی نہ یہ زندگی انتہائی قابل رشک ہے، کاش۔ اس زندگی کا کچھ نہیں جس حاصل ہو۔ مرتب)

تکلف کا دنیا کی محبت سے

فانی دل میں داخل ہونا

فرمایا ”حدیث میں آیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ تکلف کو بھیجتا ہے تو یہ سحر جزر فرشتوں کے ہمراہ ایک سرپائے سے دوسرے سرپائے کے گرد گھومتی ہے اور چاہتی ہے کہ اسے اہل دین باندھ لگے، جس کے اندر دنیا کی محبت نہ ہو، تاکہ یہ اس میں

داخل ہو جائے۔ جب یہ ایسے دل میں داخل ہوا کرتی ہے تو اس وقت ان فرشتوں سے کہتی ہے کہ تم اپنے مقام پر (دائیں) چلے جاؤ، کیونکہ میں نے اپنا مقام پایا ہے (اس طرح) بندہ دوسرے روز صبح عکلت جان کرتے لگتا ہے، جو اسے اس کے رب نے عنایت فرمائی ہوئی ہے۔" (ص ۱۷۹)

(عکلت دراصل اللہ کا بہت بڑا عطیہ ہے، جو اس دل میں داخل ہوتی ہے، جو باسوئی کی محبت سے خالی ہوتی ہے، جب عکلت عطا ہوتی ہے تو اس کے مقابلہ میں سارے دنیاوی علوم بچے نظر آتے ہیں۔ عکلت اپنے ساتھ انسانیت کا سبق بھی لاتی ہے، اور عکلت کا حامل فرد خود حسن حقائق و کردار کا نمونہ ہوتا ہے۔ مرتب)

جوان مرد کا درد

فرمایا: "جوان مردوں کا درد ایک ایسا دکھ ہے، جو کسی طرح دو جہاں میں نہیں آتا اور یہ لوگ اس بات کا ہے کہ وہ اسے (اللہ تعالیٰ کا) اس طرح ذکر کریں، جس کے وہ لائق ہے اور وہ (ایسا) نہیں کر سکتے۔" (یعنی ہر شخص اور جوان مرد دلپ کی آرزو ہوتی ہے کہ اللہ کا ذکر اس طرح ہو جس سے دل کے جذبات محبت کی تسکین ہو سکے اور اللہ کی شان کے مطابق اس کا ذکر ہو سکے، ایسا نہ ہونے کی وجہ سے جوان مرد غائب، زندگی بھر محبت کے ذکر میں لگلاں ہونے کے باوجود احساس نایافت غم زدہ رہتا ہے۔ مرتب)

جوان مردوں کا مجاہدہ

فرمایا: "جو افراد کا مجاہدہ چالیس برس ہے۔ وہ سال فہم کھاتا پڑتا ہے، تاکہ زبان کی اصلاح ہو جائے اور دس سال سے کم (مجاہدے) سے زبان صحیح نہیں ہوتی۔ دس سال کی ریاضت درکار ہوتی ہے، تاکہ یہ حرام گوشت جو ہمارے تن پر چڑھا ہوا ہے (وہ زائغ ہو جائے اور حلال بن کر) وہ بخارا ہو جائے۔ دس سال محنت کرنی پڑتی ہے، تاکہ دل زبان کے ساتھ صحیح (طرح ہم رنگ) ہو جائے۔ جو شخص چالیس برس اس طرح گزارے، امید ہے کہ اس حق سے ایسی آواز نکلے، جس میں

حرم دیوانہ مو۔" (ص ۱۸۰)

(اکابر بزرگوں کے نزدیک دگر و گھر کے مجاہدوں کے بغیر نفس کی قوتیں تابع نہیں ہوتی، اور حب جاد و حب مال اور حرم دہوں کے جڑ سے نبٹ نہیں سکتے، اس پر سارے اکابر بزرگوں کا اجماع ہے، چونکہ سارے بزرگوں کا غیر معمولی مجاہدوں کے بعد ہی نفس مطہر کی سعادت عطا کی جاتی ہے، اس لئے وہ اپنے تجربات کی روشنی میں غالیوں کے لئے ذکر و فکر کے مجاہدے ہی تجویز فرماتے تھے۔ اس ملاحظہ میں چالیس سالہ مجاہدوں سے اصلاح نفس کو ضرور فرمایا ہے، اگرچہ یہ حقیقت ہے کہ بیسے عالی افراد کو اس کا تجربہ ہے کہ عرصہ تک راد محبت میں بیٹھے رہنے کے باوجود نفس کی گرفت کمزور نہ ہوئی، تاہم موجودہ دور میں اگر ذکر و فکر کے دس پندرہ سال کے مجاہدے بھی ہوں تو اس سے نفسی قوتوں کا ادراک ہوتا ہے، اور کچھ نہ کچھ کام بن جاتا ہے۔

اس ملاحظہ سے دور جدید کے اکثر بزرگوں کی یہ عموماً فعلی واضح ہوتی ہے، جو وہ چار اہلاد کی روزانہ کی تسبیح یا پندرہ میں صمت کے روزانہ کے عرائض کی بنیاد پر خلافت کی سند عطا فرماتے ہیں، معاشرہ میں تصوف کے نام پر ہونے والے بکاڑ اور جدید افراد میں اہل تصوف کی بدنامی کا ایک بڑا سبب جدید بزرگوں کی خلافت عطا فرمانے کی یہ غیاضانہ روش بھی ہے۔ معلوم ہوتا ہے اکابر بزرگان دین نے تصوف کے جو بنیادی اصول بیان کئے ہیں، اور خلافت کی اہمیت کے جو اوصاف بیان کئے ہیں اس دور میں وہی نظروں سے اوجھل ہو گئے ہیں۔ مرتب)

مسلسل عمل سے انقطاع اور اس کے بعد نور کا عطا ہونا

فرمایا: "قول میں لگ جا، یہاں تک کہ اخلاص ظاہر ہو جائے اور اخلاص کو باطن میں رکھ، یہاں تک کہ نور ظاہر ہو جائے، جب نور ظاہر ہونے لگے تو تجھے اطاعت کا ذوق، امید کا تک تراوا" (یعنی تو اس طرح بندی کر کہ جیسے لکھ کو دیکھ دیا

(ہے) عجیب ہو جائے گا۔“ (صفحہ ۱۸۹)

فرمایا ”اکثر چاقوں سے ماتم (رونے) کی آواز آتی ہے اور بعض سے دف (خوشی) کی۔ جب کہ میں اپنے دل پر جس قدر بھی ٹاؤ ڈالتا ہوں، (اس سے) ماتم (غم) کی صدا آتی ہے، شدہائی کی آواز یہاں سے سنائی نہیں دیتی۔“ (صفحہ ۱۸۹)

(اس ملاحظہ اور بعض دوسرے اہل اللہ کے حالات کے مطالعہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی شان عظمت کے قریبی مشاہدہ سے ان پر غم، فکر، اور اضطراب غالب رہتا ہے کہ معلوم نہیں، ان کے ساتھ اہل عقل شنہ کا معاملہ کیا ہو، اگرچہ انہیں رحمت کی بھی امید تھی، لیکن ساتھ ساتھ غم کا غلہ بھی، حق رہتا تھا۔ مرتب)

دنیا سے پیاد ہو کر نہ جانے کی تھیں

”اللہ تعالیٰ نے ہمیں دنیا میں پاکیزہ بنا کر بھیجا ہے، ہم دنیا سے اس کے حضور پیاد بن کر ملت چاہے۔“ (صفحہ ۹۰)

(دنیا کی محبت میں غفلت ہونا اور ہر وقت دنیا کی فکر کو غالب رہنا، آخرت کی فکر اور محبوب کی محبت کی فکر سے بے نیاز ہونا، یہ علامت ہے اس بات کی کہ فرد پر حب دنیا غالب ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں حب دنیا سے بچائے۔ مرتب)

اہل دل کا درد بھر غم

سے بڑے مقام پر پہنچنا

دہانہ نے فرمایا ”جب تہہ دار دل خورد ہو جائے تو اسے نصیحت سمجھو، کیونکہ اہل دل درد بھر غم کی دردناک ایک (بڑے) مقام پر پہنچتے ہیں۔“ (صفحہ ۲۰۰)

(اس ملاحظہ میں راد سلوک میں ہونے والے قبض و بے قبض کی اہمیت ظاہر فرمائی گئی۔ ہر طالب کو بے غمی سے دوچار ہونا پڑتا ہے، اس قبض کو سخت شمار کرنا چاہئے، نہ کہ محبوب سے دوری کی علامت ہے۔ مرتب)

## محارف و حقائق

(حضرت سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت سید علی ہجویری، امت کے اکابر بزرگوں میں شامل ہیں، ان کی کتاب ”کشف الکجب“ تفصیل و احسان کی بنیادی کتابوں میں شامل ہے۔ ”پلمی اور روحانی طور پر جس بلند مقام پر فائز تھے، ”کشف الکجب“ خود اس کی ایک بنی علامت ہے، اکابر اہل اللہ، زندگی بھر کے مجاہدوں کے بعد جب غم کو پال کر کے، اللہ سے قرب وصال کے مقام پر فائز ہوتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ اپنے نام کے ساتھ ان کا نام بھی زندہ رکھتے ہیں۔ آپ اس کی واضح مثال ہیں، ”کشف الکجب“ ایسی کتاب ہے جو دل کو بیدار کرنے اور ایمان و یقین کو فروزاں تر کرنے کا ذریعہ ہے۔ اس کتاب کی عجیب تاثیر ہے کہ اسے مسلسل زیر مطالعہ رکھنے سے خود شای اور خدا شای کے سلسلے کے ہونے میں غیر معمولی طور پر مدد ملتی ہے۔ اگرچہ یہ کتاب اس اہمیت کی حامل ہے کہ خود اس کی تفصیل پر مشتمل کتاب تیار کی جائے لیکن ہماری زیر نظر کتاب تفصیلی تفصیل کی محفل نہیں۔ یہاں کتاب سے چند نکات ہی جاننا کرنے پر اکتفا کی جاتی ہے۔ مرتب)

دل پر حق تعالیٰ کی نظر کا ہونا

آر طریقت میں سے علماء اہل حرمین مثلاً کرام کے قراء امین حضرت ابوبکر عبداللہ بن فضل بنی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کا ارشاد ہے۔

ترجمہ اہل معرفت میں بزرگ تر وہ ہے جو اداۓ شریعت میں کوتاہاں اور اپنے حق تعالیٰ کی سنت کی کماقت و بی ودی میں زیادہ خواہاں ہو۔

جو جتنا خدا کے نزدیک ہوگا، اتنا ہی زیادہ اداۓ غم میں حریص ہوگا اور جتنی خدا سے دور ہوگا، وہ اتنا ہی زیادہ اس کے رسول کی بی ودی سے کنارہ کش ہوگا۔ انہی

کا یہ بھی ارشاد ہے، ترجمہ میں اس شخص پر قہر کرتا ہوں جو جنگل، صحرا اور چاباؤں کو عبور کر کے اس کے گھر حرم یعنی کعبہ اللہ تک پہنچے۔ کیونکہ اس میں اس کے نبیوں کے آثار ہیں اور وہ اپنے نفس کے جنگل اور اس کی خواہشات کی دادچوں کو کیوں عبور نہیں کرتا، یہاں تک کہ وہ اپنے دل تک پہنچے، اسلئے کہ اس میں اس کے مرنے کے آثار ہیں۔

مطلب یہ کہ دل، حق تعالیٰ کی معرفت کی جگہ ہے، وہ اس کعبہ سے برتر ہے، جو خدمت کا قدم ہے۔ کعبہ وہ ہے، جس کی طرف بندہ کی نظر ہو اور دل وہ ہے، جس پر حق تعالیٰ کی نظر ہو اور جہاں میرے دوست کا دل ہے، وہاں اور جہاں اس کا حکم ہے۔ میری مراد وہاں ہے۔ کیونکہ جہاں میرے نبیوں کے آثار کا اثر ہے، وہاں میرے دوستوں کا قہر ہے۔ (کشف الکجب)

کمال محبت کی علامت

وصال و فراق سے بے نیاز ہونا

آخر طریقت میں سے ہمارے زمانہ حضرت ابو یوسف بن حنفیہ بن حسین رازی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، جو وقت کے اکابر ائمہ اور متقدمین مشائخ میں سے تھے، اپنی عمر گزاری۔ حضرت زکریاؑ اور حضرت علیؑ کے مرید بکثرت مشائخ کے محبت یافتہ و ان کے خدمت گزار تھے، چنانچہ فرماتے ہیں: اذن الساس الصغير الطماع و اصرهم المحب المحبوه الصديق. ترجمہ، یعنی لوگوں میں سب سے زیادہ دیکھیں۔ چلی درویش ہے اور ان میں سب سے زیادہ عزت والا درویش صادق ہے۔

کیونکہ لاٹھی درویش کو دونوں جہاں میں ذلیل کر دیتی ہے۔ اسلئے کہ بجائے خود درویش دینی والوں کی نظر میں حقیر و ذلیل ہے اور جب اس میں لاٹھی آجائے تو اسے اور زیادہ ذلیل بنا دیتی ہے۔ لہذا صاحب نزت و فخر، ذلیل درویش سے بہت چمے اور طبع لاٹھی سے درویش شخص چھوٹا معلوم ہوتا ہے اور دوسرا محبت بھی اپنے محبوب کی نظر میں تمام مخلوق سے زیادہ ذلیل ہوتا ہے۔ اسلئے کہ محبت خود کو اپنے

محبوب کے مقابلہ میں بہت ذلیل چاہتا ہے۔ وہ اس سے الجسا کی سے فحش ہوتا ہے یہ بھی طبع اور لاٹھی کا نتیجہ ہے۔ جب طبع ہیبت سے پانی رہے تو ہر ذلت میں عزت ہوتی ہے، یہاں تک کہ رجا کا حضرت یوسف علیہ السلام سے طبع حتیٰ تو ہر وہ عکس ذلیل تر ہوتی رہی اور جب طبع جاتی رہی تو اللہ تعالیٰ نے اس کا بھال اور جراتی اسے واپس کر دی۔ یہ گاہر ہے کہ جتنا محبت سامنے آنے کی کوشش کرے گا، محبوب انکا ہی مدعوں لے گا۔ جب دوستی کو ہاتھ میں لے اور محض دوستی میں دوست سے کنارہ کشی ہو اور صرف دوستی پر ہی اتکنا کرے تو لاچار دوست اس کی طرف متوجہ ہوگا۔ درحقیقت محبت کی عزت اس وقت تک ہے، جب تک دوس کی خواہش اور لاٹھی نہ کرے اور جب محبت میں وصال کی طبع پیدا ہو اور جس نہ ہوتی اس کا لازمی نتیجہ ہے کہ اس کی تمام عزتیں ذلیل ہو جاتی ہیں اور جب دوستی محبت کو دوست کے وصال و فراق سے بے نیاز و فارغ نہ کرے، اس کی محبت فرض مند ہوتی ہے۔ واللہ اعلم (کشف الکجب)

اپنی صفات کے زوال کے بغیر

محبوب کی صفات کا قہر نہیں

محبت کی تحقیق میں مشائخ صوفیاء کے رموز شمار سے زیادہ ہیں۔ میں نکات اللہ ان کے اقوال میں سے اس کتاب میں جس تحریر کے طور پر چند اقوال نقل کرتا ہوں۔ استاد ابو القاسم قشیریؒ کہتے ہیں کہ: (ترجمہ) محبت نام ہے کی اپنی تمام صفات کو محو کرنے اور محبوب کی ذات کو ثابت کرنے) یعنی محبت وہ ہوتی ہے کہ محبت اپنے محبوب حقیقی کی طب میں اپنے جسد و صاف کی جگہ اسے ذات دینی تعالیٰ کا اثبات کرے، کیونکہ جب محبوب ذاتی اور محبت ذاتی ہوگا تو دوستی کی میرٹ کو محبوب کے بقا کے ساتھ نہیں کرے گا۔ تاکہ اس کو منطق علیہ حاصل ہو جائے اور محبت کی صفت کا ذاتی، ذات محبوب کے اثبات کے بغیر نہیں ہو سکتا اور یہ نہ نہیں کہ محبت اپنی صفت کے ساتھ قائم ہو، کیونکہ اگر وہ اپنی صفت کے ساتھ قائم ہوگا تو محبت محبوب

سے بے نیاز ہوگا۔ ابنت جب وہ سمجھتا ہو کہ اس کی زندگی جہاں محبوب کے ساتھ وابستہ ہے تو اپنے اوصاف کے اثبات کی گلی کا ضرور طالب ہوگا، کیونکہ اسے معلوم ہوگا کہ وہ انکی صفات کی وجہ سے محبوب سے کجاب میں ہے۔ پس دوست کی وجہ سے اپنے آپ کا دشمن ہو جائے گا۔ (کشف المحجوب صفحہ ۳۱۵)

حبت کے قوی ہونے سے  
فرمانبرداری کا آسان ہونا

ابنت معلوم الحلال اور بے ہوش آدمی کا علم حقیق ہے اور اس کا طرز بھی دوسرا ہے، تاہم یہ درجہ ہے کہ حق تعالیٰ کسی بندے کو اپنی محبت میں اس مقام پر پہنچا دیں کہ حاجت فرمانبرداری کرنے میں جو دینی تکلیف ہوتی ہے، وہ اس سے غرض نہیں، کیونکہ کسی چیز کا رنج اور نہ کسی حقیقت میں چیز کی محبت کی مقدار سے مطابقت صورت اختیار کرتا ہے، جس قدر محبت قوی ہوتی جائے گی، فرمانبرداری کی تکلیف سہاں ہوتی جائے گی اور قویہ ہوگی کے حال میں بھی یہ حقیقی طور ہے کہ جب حق تعالیٰ نے "پ کی زندگی کی قسم خواتے ہوئے" (تحرک) کے الفاظ کہے تو آپ نے روز و شب اس قدر عبادت کرتا شروع کر دی کہ آپ اس میں مشغول ہو گئے اور آپ کے پاؤں ہر گاہ پر ارم آئیں۔ یہاں تک کہ حق تعالیٰ نے فرما دیا: "اے رسول ﷺ! ہم نے آپ پر قرآن اس لیے تو نازل فرمایا تھا کہ آپ مشغولیت میں مبتلا ہو جائیں، تاہم یہ بھی چاہیے کہ علم ہی اسے ہی حالت میں کام کرنے کی فکر بندے سے اٹھل جائے، جیسا کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ ترجمہ: جسے فلک جھڑے دل پر بھی پردہ نہ لایا جاتا ہے اور میں اپنے رب سے روئے سحر سحر استفادہ کرتا ہوں) اس لیے کہ آنحضرت ﷺ اپنے آپ کو اور چلنے کو نہیں دیکھتے تھے کہ اپنی حاجت پر مہرور ہو جائیں، بلکہ حق تعالیٰ کے علم کی تعمیر کو دیکھتے اور جہاد کرتے تھے کہ "میرا یہ عمل بارگاہ الہی کے سزاوار ہی نہیں۔" حضرت مولوی محمد، کہتے ہیں کہ "ذهب المحجوب اللہ بشفہ الدنیا والاخرۃ لان اللہ یسبغ فیہ قال المرء مع من

احب" (اللہ عزوجل کے محبت کو دنیا و آخرت کا شرف لے گئے کیونکہ نبی اگر محبت نے قرب کیا ہے کہ ہر انسان اس کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ محبت کرتا ہے) پس جہان حق دنیا اور آخرت میں حق تعالیٰ کے ساتھ ہوتے ہیں اور جس کے ساتھ حق تعالیٰ ہوں، اس سے غفلت نہیں ہوتی۔ پس دنیا کی بزرگی تو یہ ہے کہ حق تعالیٰ ان کے ساتھ ہوتے ہیں اور آخرت کا شرف یہ ہے کہ وہ حق تعالیٰ کے ساتھ ہوں گے۔ (صفحہ ۳۱۶)

صاحب وقت اور صاحب حال کے حالات

پس صاحب وقت کے لیے یہ جہان بھی تو ایک جہنم بن جاتا ہے، کیوں کہ وہ مشاہدہ سے غیبت میں ہوتا ہے اور محبوب کو نہ پانے کی وجہ سے اس کا دل وحشت کدہ بن جاتا ہے اور کبھی اس کی حالت یہ ہوتی ہے کہ حق تعالیٰ کی طرف سے ہر وقت اس کو نئے نئے امتحان کی خوشی میں اس کا دل جنت کی طرح ہو جاتا ہے، پھر صاحب حال کو ناپ حاصل ہو یا مشاہدہ کی نعمت یا کوئی "رہائش ساری حالتیں اس پر عین ہوتی ہیں، کیوں کہ وہ مقام حال سے وابستہ ہوتا ہے۔ پس حال حق تعالیٰ کے مطلوب کی صفت ہے، جب کہ وقت سرے کا درجہ ہے۔ ایک تو وقت کی راحت میں اپنے آپ میں باہوش ہوتا ہے اور دوسرے حال کی خوشی میں حق تعالیٰ کے ساتھ ہوش، پس ان دونوں حالتوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ وند اعظم بالصواب۔ (صفحہ ۳۱۷)

نفس اور اس کی واردات  
بزرگوں کے تجربات کا حاصل

(حضرت علی ہجویری)

کیا تم نہیں دیکھتے کہ ایک سرکش گھوڑے کو ریاضت کے ذریعہ حیوانی صفات سے انسانی صفات کی طرف لے آتے ہیں اور اس کے اندر حیوانی صفات کو بدل دیتے ہیں، جہاں تک کہ وہ زمین سے چابک کو اٹھا کر اپنے مالک کو دے دیتا ہے

در گیند کو اپنے ہاتھ سے پکڑ دے دیتا ہے اور اسی طرح بے عمل، جی ٹوٹے کو ریاست کے ذریعہ عربی زبان سکھلا دیتے ہیں اور اسی طرح اس کا طبی نفع اس کے عذر تبدیل کر دیتے ہیں اور ایک وحشی جانور کو ریاست کے ذریعہ اس درجہ پر پہنچا دیتے ہیں کہ جب اس کو کھولنے میں تو وہ چلا جاتا ہے، لیکن بحر جب آواز دیتے ہیں تو دھت کر آتا ہے اور قید کی تکلیف اس کو آزادی اور چھوٹ جانے سے زیادہ عزیز ہو جاتی ہے اور ایک ڈاکٹر کے کو ریاست کے ذریعہ اسی مقام پر پہنچا دیتے ہیں کہ اس کا مارا ہو، فکار طحال ہو جاتا ہے، جب کہ مجاہدہ اور ریاست حاصل نہ کرنے والے آدمی کا مارا ہو بھی حرام ہو جاتا ہے، جس قسم شریعت اور دم کا ہمارا مجاہدہ پر ہے۔ ۳۰۔ مسیحیت کے قرب حق، ماعت کے تصور، دین کے تصور، در معصومیت ہونے کے باوجود طویل وقت تک مجاہدہ دینے، مسلسل روزے رکھنے اور راتوں کا بیدار رہنے کی صورت میں اس قدر مجاہدہ ہے کہ آپ کو حق تعالیٰ کا حکم ”وَاكْرِهْهُ (مُجْتَهِدًا)“

عَلَى مَا لَوْ لَمْ يَكُنْ الْإِزَانُ يَفْضَلُ، ترجمہ: ”م نے آپ (ﷺ) پر قرآن اس لیے تو نازل نہیں کیا کہ آپ شفقت برداشت کریں۔“

حق کی اپنے آپ کو ہلاک کر لیں اور حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسجد ہوی کی قبر کے دور میں خود پیش افسانے تھے اور میں دیکھتا تھا کہ آپ تکلیف برداشت کر رہے ہیں تو میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ وہ پیش مجھے، میں کہ ”سب ﷺ کی تدبیر میں یہ کام سنا ہے، وہ آپ ﷺ نے فرمایا

رَبَا ابْرَاهِمَ رَحْلَ غَيْرِهَا لَمْ يَعْشِ إِلَّا عَيْشَ الْأَعْمَى،

”اے ابو ہریرہؓ! وہ دوسری پیشی اٹھاؤ، کیونکہ انھی زندگی تو آخرت کی زندگی ہے۔“

یعنی آرام کا مقام تو آخرت ہے اور یہ دنیا و شفقت اٹھانے کا مقام ہے۔ حضرت جن میں عادت کی روایت کرتے ہیں کہ میں سے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے دریافت کیا کہ غزوہ کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا

ترجمہ: ”جہاد کی ابتداء اپنے نفس سے کرو غزوہ کی ابتداء بھی اپنے نفس سے کر کہ اگر تو بھانپا ہوا کھن چائے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تجھے بھانپا ہو ہی اٹھائیں گے اور اگر تو ریاکاری کی حالت میں معقول ہوا تو تجھے اللہ تعالیٰ ریاکاری کی حالت میں اٹھائیں گے اور اگر ثواب کی نیت سے مہر کرتے ہوئے تو معقول ہوا تو اللہ تعالیٰ تمہیں مہر کرنے والا اور ثواب کی نیت کرنے والا ہی اٹھائیں گے۔“ (کشف المحجوب صفحہ ۲۷۰، ۲۷۱)

نفس کے بارے میں اہل اللہ کے کچھ مشاہدے

حضرت شیخ ابوالفی سراج مروزیؒ سے حکایت بیان کرتے ہیں کہ میں نے نفس کو خود اپنی ہی شکل و صورت میں دیکھا کہ ایک آدمی نے اسے ہاوس سے پکڑ رکھا ہے اور اس طرح اسے مہر کی گرفت میں دے دیا۔ میں نے اسے ایک درخت کے ساتھ باندھ دیا اور اس کو ہلاک کرنے کا ارادہ کر لیا۔ لیکن وہ مجھے کہنے لگا۔ اے بھئی! مجھے قتل کرنے کی تکلیف نہ کر، کیونکہ میں خدا تعالیٰ کا لشکر ہوں، تم مجھے کم نہیں کر سکتے۔ حضرت حنیفہؓ کے ایک بڑے بزرگ ساحبی حضرت محمد بن علیانی نسویؒ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے ابتدائی حالت میں ہی نفس کی معیت میں سے ”گاہ ہو گیا تھا اور اس کی کمین گاہوں اور چالوں کو جانتے ہوئے میں کی دشمنی میں لگا رہا تھا۔ ایک روز کوسری سے بچے جس کی پیچہ میرے گھر سے باہر لگی تو حق تعالیٰ نے مجھے اس سے روشناس کر دیا اور میں نے جان لیا کہ یہ نفس ہے، چنانچہ میں نے اسے پاؤں سے روک دیا شروع کر دیا، لیکن میں جو شکر بھی اُسے لگاتا، وہ پیچھے سے بڑا ہو جاتا۔ میں نے اُسے کہا ”اے فلاں، تکلیف دینے اور ذمہ لگانے سے دوسری تمام چیزیں ہلاک ہو جاتی ہیں۔ لیکن تو کس طرح بڑا ہوتا جا رہا ہے؟“ وہ کہنے لگا، مہر کی پیدائش ہی اتنی ہے کہ جو کام دوسری چیزوں کے لیے تکلیف دہ ہو، وہ میرے لیے باعث راحت ہوتا ہے اور جو کام دوسروں کے لیے باعث کشتی ہو وہ میرے لیے باعث رنج ہوتا ہے اور اپنے وقت کے امام حضرت شیخ ابو الہمس شافعیؒ،

فرماتے ہیں کہ ایک دن جب میں اپنے گھر میں داخل ہوا تو دیکھا کہ ایک درد رنگ کا کتا میرے بستر پر سویا ہوا ہے۔ میں نے یہ سمجھتے ہوئے کہ کوئی کتا اندر آ گیا ہے اس کو ٹکالنے کا ارادہ کیا تو وہ میرے دامن کے نیچے ٹھس گیا اور غائب ہو گیا اور اس وقت کے قلب اور عارضیہ حضرت شیخ ابو القاسم گرگانی "اللہ تعالیٰ ان کو سلامت رکھے" اپنے ابتدائی حال کا حوالہ دے کر فرمایا، میں نے ٹھس کو ایک سانپ کی شکل میں دیکھا اور اس سے پوچھا کہ تو کون ہے؟ کہنے لگا، میں غافل لوگوں کی ہلاکت ہوں کہ ان کے لیے شر اور برائی کا دعویٰ ہوں اور دوستان حق کی نہایت ہوں کہ میں جس کا وجود ایک آفت ہے، اگر ان کے ساتھ نہ ہوتا تو وہ اپنی پاکی پر مغرور اور اپنے افعال پر تکبر ہوتا، لیکر کہ جب وہ اپنے دل کی غمناکی، باطن کی پاکیزگی، اہمیت سے نوازا اور اہمیت پر استقامت کو دیکھتے ہیں تو ان میں برائی کی خواہش پیدا ہونے لگتی ہے، لیکن مگر جب مجھے اپنے دونوں پیلوں کے درمیان دیکھتے ہیں تو ان سے ترمیم پک ہو جاتے ہیں۔ (مفہوم ۷۷-۷۸)

یہ ترمیم نکالت اس بات کی، اصل میں کہ کس ایک اہمیت سے، صفت نہیں، اور اس کے لیے الگ ایک صفت ہے اور ہم اس کے اوصاف کو واضح طور پر دیکھتے رہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ

(اعدی عدوک لنفسک النسی بہن حبیبک۔)

"تیرے دشمنوں میں سے سب سے بڑا دشمن اپنا نفس ہے جو تیرے دونوں پیلوں کے درمیان ہے۔"

پس جب اس کی معرفت حاصل ہو جائے تو تم جان لینا کہ ریاضت کے ذریعہ اس کو قابو میں نہ کیا جاسکتا ہے، تاہم اس کی ذات اور مایستہ کو قابو نہیں کیا جاسکتا اور جب اس کی ابھی طرح شہادت ہو جائے تو ظاہر ہوگا کہ اس کا مالک بن کر اس پر قابو رکھنے تو اس کے باقی رہنے میں بھی کوئی پاک نہیں۔

"لان النفس کلب سیاح وامساک الکلب بعد الریاضۃ سیاح"

"کیونکہ نفس ایک بوجھ والا کتا ہے اور کتے کو چلا کر ریاضت کے بعد رکنا مہیا ہے۔" (مفہوم ۷۷)

نفس کی وہ تفرخ خواہشات

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

(اعوف ما اعاف علی امتی اتباع الہدی و طول الامل)

"جس چیز سے میں اپنی امت کے پاس میں زیادہ ڈرتا ہوں، وہ خواہشات کی پیروی اور لمبی امیدیں ہیں۔"

اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے اس ارشاد

لنفس من فعدہا عوط "کیا تم نے دیکھا ہے جس نے اپنی خواہش کو بے معور بنالیا ہے۔"

کی تحریک میں حضرت ابن عباسؓ کا قول نقل کرتے ہیں

ان اللین الہا معبودا۔ "یعنی خواہش کو اپنا الہ اور معبود رکھا ہے۔"

اس آدمی کے لیے ہلاکت ہے جس نے حق تعالیٰ کی بجائے اپنی خواہشات کو معبود بنا رکھا ہے اور شب و روز کی ترمیم و جدوجہد نفس کو خوش کرنے کے لیے صرف کرتا ہے۔

اور تمام خواہشات کی دو قسمیں ہیں، ایک لذت و شہوت کی خواہش اور دوسری حقوق میں حرج اور ریاضت کی خواہش۔ لذت و شہوت کی خواہش کا اتباع کرنے والا شراب خالوں (اور بیش محنت کے گھروں) میں رہتا ہے اور حقوق اس کے حقوق سے محفوظ رہتی ہے، لیکن جو شخص چاہے طلبی اور ریاضت کی خواہش کا تابع ہو وہ عبادت گاہوں اور خانقاہوں میں رہے ہوئے حقوق کے لیے باعث فتنہ ہے کہ وہ خود بھی گمراہ ہوتا ہے اور لوگوں کو بھی گمراہی کی طرف دعوت دیتا ہے۔ پس ہم خواہشات کی پیروی سے خدا تعالیٰ کی پناہ گاہ کے حفاظت کریں۔ پس جس کی تمام حرکات، خواہشات نفس کے تابع ہوں اور وہ نفس کی پیروی پر مطمئن ہو وہ اگرچہ مسجد میں تہجد سے



ساتھ موجود رہتا ہے بلکہ بھی حق تعالیٰ سے دور ہوتا ہے۔ لیکن جو شخص خواہشات نفس سے بچ رہا ہو اور اس کی بچ دہی سے گریزاں ہو، وہ بہت کم سے ہی کیوں نہ ہو، حق تعالیٰ سے نزدیک ہوتا ہے۔ (بہت کم سے مراد یہ بھی ہے کہ عبادت کی عمومی فہم، جب ہم وقت سے نئے وقت سے سامنا کرتا چلتا ہے، اللہ کا نقص بندہ اس ہمہ گیر بہت کم سے کی فضا میں رہتے ہوئے بھی اللہ سے غافل نہیں ہوتا اور وہ ہمہ وقت متوجہ الٰہی اللہ رہتا ہے۔ مرحمت) (صفحہ ۸۷)

خواہش نفس کا روزانہ تین سو ساٹھ

توں کی صورت میں سامنے آتا

حضرت ابراہیم خواصؑ فرماتے ہیں "ایک دلہن میں سے سنا کہ وہم کے اندر یک پادری ہے، جو ستر سال سے رہبانیت اختیار کیے ہوئے ایک کلیسا میں بیٹھا ہے، میں بڑا حیران ہوا کہ ان کی رہبانیت کی شرط تو پچیس سال ہے، یہ شخص کس شرب پر عمل کرتے ہوئے ستر سال تک کلیسا میں آرام سے بیٹھا ہوا ہے، چنانچہ میں نے اس سے ملاقات کا ارادہ کیا جب میں اس کے کلیسا کے نزدیک پہنچا تو اس نے درجے کو کھنک کر مجھے کہا "اے رہبان! میں جانتا ہوں کہ تم کس سے آئے ہو (تو سنو!) میں یہیں ستر سال سے رہبانیت کے لیے بیٹھا ہوا ہوں، بلکہ میرے اندر خورشید سے بھرا ہوا ایک ستارہ موجود ہے۔ میں اس کلیسا میں بیٹھا اس کی نگرانی کرتا ہوں اور اس سے شر کو حلق سے رانے کوں ہوں۔ باقی میں یہ کہیں ہوں، جیسا تم نے گمان کیا تھا۔ ابراہیمؑ فرماتے ہیں کہ جب میں نے اس سے یہ بات سنی تو میں نے کہا "پاری خدا! تو اس پر قادر ہے کہ گمراہی میں بھی کسی آدمی کو سیدھا راستہ دکھا دے اور جلی کے راستے پر گامزن کر دے" وہ پادری کہنے لگا "اے ابراہیم! کب تک لوگوں کو حلاش کرتے رہو گے۔ جاؤ اور اپنے آپ کو جستجو کرو! اور جب اپنے آپ کو پاؤ تو پھر پاسپنی کرو، کیونکہ خواہش نفس روزانہ معصیت کے تین سو ساٹھ لپس یعنی اور بندے کو گمراہی کی طرف دعوت دیتی ہے۔ ہر حال شیطان کو

بندے کے دل اور باطن میں گھسنے کی اس وقت تک چال نہیں ہوتی، جب تک اس کے دل میں تاثراتی کی خواہش پیدا نہ ہو جائے، جب اس خواہش گناہ کا مادہ نفس میں ظاہر ہو جاتا ہے۔ اس وقت شیطان اس کو پکڑ لیتا ہے اور اس کو آراستہ کر کے بندے کے دل کے سامنے پیش کر دیتا ہے اور اس حالت کو دوسرے کہتے ہیں۔ پس گناہ کی ابتداء خواہش نفس سے ہوتی ہے اور ابتداء کرنے والا زیادہ ظلم ہوتا ہے اور حق تعالیٰ کے اُس فرمان کا بھی معنی ہے کہ جب شیطان نے کہا کہ "میں تم سے مانوس کو راہ راست سے چٹا دوں گا، تو حق تعالیٰ نے انہیں کو فرمایا تھا کہ

اِنَّ جَنَادِي قَتَلَ لَكَ خَلْفَهُمْ شَطَانًا "بے شک میرے خاص بندہ پر تیرا کوئی بس نہ

چل سکے گا۔"

پس درحقیقت بندہ کا نفس اور خواہش ہی شیطان ہیں۔ اسی وجہ سے خطیب مجتہد نے فرمایا کہ

ترجمہ: "کوئی آدمی ایسا نہیں جس پر اس کا شیطان (خواہش نفس) قلب حاصل نہ کرے سوائے عمر فاروقؓ کے کہ وہ اپنے شیطان پر غالب ہیں۔"

پس خواہشات حضرت آدمؑ کی سرشت میں داخل اور بنی آدم کی جان کی راحت ہیں کہ خطیب مجتہد نے فرمایا ہے کہ

(الھدی والشہودہ معجودۃ بطبیۃ ابن آدم)

"خواہش اور شہوت ایسی آدم کی سرشت میں ملائی گئی ہیں۔" (صفحہ ۳۹)

نفس سے مقابلہ کے لئے

ہمت و حوصلہ کی ضرورت

طالب کو اپنا گھرانہ اور حاکم ہونا چاہیے اور دن رات اس کام میں لگے رہنا چاہیے کہ نفس میں پیدا ہونے والے خواہشات کے اسباب کو اپنے آپ سے دور کر دے اور خدا تعالیٰ سے امداد کا طلبگار رہے کہ وہ اس میں ایسی صفت پیدا کر دے کہ اس کے باطن سے یہ خواہشات دفع ہو جائیں۔ کیونکہ جو آدمی شہوت کے کسی حصے

میں بھی متا ہو جائے، وہ قسم مٹائی (میں انور) سے محبوب ہو پاتا ہے۔ میں بندہ  
مگر جھکنا اس کو اپنے آپ سے دلچ کرے تو اس کی تکلیف ہو جائے گی۔  
کیونکہ خوشی کا وجود تو ہے درپے ہوتا ہے اور اس کو حق تعالیٰ کے ہی سپرد کر دینا  
بہتر ہے، تاکہ گوارہ حضور حاصل ہو جائے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے حکایت  
میں کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا "میں ایک دفعہ حمام میں گیا ہوا تھا اور سخت  
کے مطابق (در بناف) استراحت حاصل کر رہا تھا کہ میں نے اپنے آپ سے کہا "اے  
براعلیٰ، سر پشہ شہوات اور تجھے اتنی آفات سے جھلا رکھے والے اس عضو کو اپنے  
وجود سے الگ کر دے، تاکہ تو شہوات سے بچا رہے" میرے دل سے آواز آئی کہ  
"ابھی تو تیری عیب میں تعریف کر رہا تھا؟"۔ تاکہ جسم کی راحت میں کوئی  
عضو دوسرے سے زیادہ محزون نہ ہو۔ ہمیں اپنی عزت کی قسم! اگر تو اس کو اپنے  
وجود سے ہٹا کر دے گا تو ہم تمہارے ہر حال میں سیکڑوں مناسکات اور خواہش پیدا  
کر دیں گے۔ اس حق میں کسی نے کہا ہے

لعلی الاحسان دوع احسانک ترک بعضی اللہ ربہا حک

"تو نیک کی تلاش ہے تو احسان کو چھوڑ دے۔ اللہ تعالیٰ کے خوف سے اپنی  
راحت کو چھوڑ دے۔"

بندہ کو اپنے جسم میں تصرف کرنے کا کوئی اختیار نہیں، البتہ اپنی کسی صفت کو حق  
تعالیٰ کی توفیق اور اس کے علم کی فیض کے ذریعہ تبدیل کر سکتا ہے، درحقیقت بندہ  
جب حق تعالیٰ کی حسیں و رضا کا حرج حاصل کرتا ہے تو اسے حق تعالیٰ کی صفت  
حاصل ہو جاتی ہے، اور بندہ مجاہد ہے کہ نسبت حق تعالیٰ کی تائید و نصرت کے ذریعہ  
تمام آفات سے زیادہ بہتر طور پر محفوظ رہ سکتا ہے۔

"لان علی الدہاب بالمعصنہ السور عن عیبه بالمعصیہ"

"کیونکہ ادا کرنے والی چیز سے کھجور کو روکا، گیس دان کے ذریعے ہٹا دے  
رہنے سے زیادہ آسان ہے۔" (متوفی ۶۸۲ھ)

## غافل انسان کو انتہائیت

(حضرت سید عبدالقادر جیلانی)

حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ بزرگان دین میں ممتاز اور منفرد  
حیثیت رکھنے والی ہستی ہے۔ ان کے مجاہدے بھی بہت زیادہ تھے۔ ان کے  
مواظع میں وہ تاثیر ہے کہ معظم ہوتا ہے کہ وہ برادر راست اخلاقی سے  
نیوش حاصل کر کے لوگوں کے ایمان و یقین کے راع کو درست کرنے اور  
ان کے اعمال کی درجہ دار نہیں حب دین سے بن کر محبوب حق تعالیٰ کی محبت  
کی طرف گامزن کرے کے لئے کوشش میں۔ ان کے مواظع میں صبر،  
جلالی صفت کا بغیر سبب یہ ہے کہ ان پر حالت نزول کے باوجود حالت  
مردود غالب رہی۔ ہم یہاں ان کے مواظع میں سے کچھ چار حصے دینے پر اکتف  
کرتے ہیں۔ (مرتب)

خوشحالت کی موجودگی میں

قرب الہی کا حصول ممکن نہیں

"تم ایسی حالت میں راحت ضرور ڈالنا، درست، امن و سکون اور جاز و فخر  
کے محتاج ہو، جب کہ تم نفس کشی اور خوشی سے مجاہد کرنے لگاؤ، دنیا و آخرت کی  
مراہوں کو زائل کرنے کیلئے یکجا دینے والی بجلی میں چلے ہوئے ہو۔ اور یہ ہم  
چیزیں تمہارے اندر کا حق موجود ہیں۔"

ایسی صورت میں تمہیں چاہئے کہ مہاندہ روی اختیار کرو، کیونکہ موجودہ چیزوں کے  
ذوال تک تمہارے لئے اس وقت تک تمام دروازے بند نہیں گئے، جب تک تمہارے  
اندراج برابر بھی خواہش و آرزو موجود ہے۔

کیونکہ مکاتیب عدم اس وقت تک بخدا سے رہائیں ہو سکتا، جب تک اس کے  
ذرا ایک قدم بھی ہٹتی ہے، اس طرح جب تک تمہارے اندر بھی کچھ رہائیں ہو سکتے  
تھے بقدر دنیا باقی ہے، اس وقت تک تمہیں قرب الہی حاصل نہیں ہو سکتا۔ جب تک دنیا

تہارہی مروائی رہیگی۔ تہارے اندر جب تک کسی دنیاوی شے کے بیوہ ہونے کی تمنا باقی رہیگی، تہارے نفس میں کسی شے کا اشتیاق باقی رہیگا۔ جب تک تم دنیاوی و حروی مقام کے متعلق رہو گے، اس وقت تک تم مقام حق کے دروازے پر ہی کھڑے رہ جاؤ گے۔ اور جسیں عمل طور پر حاصل نہ ہو سکے گا۔ لہذا اس وقت تک جہیں مہر کرنا چاہئے، جب تک عمل طور پر ثابتیت حاصل نہ ہو جائے اور تم بھی حق کے اندر سے صاف و شفاف ہو کر نہ نکلی آؤ اور ساری کسوٹی پر چارے نہ اتر آؤ اس کے بعد جہیں حریف و صریح لباس و زینت سے آراستہ کر کے خوشبو سے مسطر کرتے ہو، سب سے عظیم بادشاہ کے دربار میں پہنچا جاوے گا۔ اور وہاں تم کو اس طرح تعجب کیا جائے گا۔ آج تم میں ہیں کہ ہمارے پاس معلم ہو، مگر تہارے ساتھ طلبہ انہوں سے پیش آتے ہوئے ایسی دولت حاصل کر رہے ہیں کہ تم ہر شے سے مستثنیٰ ہو جاؤ گے۔ (فتوح غیب، صفحہ ۵۹، سید محمد تقی قادری جیلانی)

”انداز اس عوالم کے صاف مختلف ہو کر رہتا ہے، جن کو مذہب و دین اور بزرگی کیلئے منتخب فرما دیے ہو، حضور کا فرما ہے سب سے زیادہ مصائب انبیاء کرام پر آتے ہیں، اس کے بعد نہ پڑنے سے مناسب سمجھتے ہیں مگر جو جس وجہ کا ہے، اسی کے مطابق ایک اور حدیث ہے میں اللہ کو تم سے زیادہ چھوٹا ہوں اور تم سے زیادہ اسی سے غرور و بہتان ہوں، لہذا جو شخص بادشاہ سے جس قدر قریب ہوگا، اسی کو خوف و ڈر بھی زیادہ ہی ہوگا۔ کیونکہ سب کی قدم حرکات و سکنات ہمہ وقت بادشاہ کی نظر و ہر میں رہتی ہیں۔ (فتوح غیب، صفحہ ۵۹)

حقائق و حقائق کا راستہ

”صاحبزادہ“ (فرشتے) مگران مقرر ہیں (جو تھیں) پلہیں کی طرح تہارے قدم قدم کی مگرانی اور ساری حرکتیں علم بند کرتے رہتے ہیں (تم حق تعالیٰ کی (شائے) حرمت میں ہو (کہ کہیں جانیں سکتے) اور تم کو پتہ نہیں (کہ محض خدا ہی عزت کا یہ حشر ہوگا) تاہم اپنے دل کی آنکھیں کھولو۔ جب تم کسی شخص کے مکان پر دوسرے

لوگوں کے ساتھ فرماؤ؟ تو جہیں چاہیے کہ خود تنگ میں رہتے نہ کرو بلکہ چپ رہو اور جب وہ خود بات کریں تو اس کے کلام کا جواب دو اور ایسی بات نہ چلو جس سے کوئی فائدہ نہ ہو۔ تو خود بھی فرض ہے، طلب مطالعہ بھی فرض ہے اور ہر قسم کے معوضہ کا چھوڑنا بھی فرض ہے۔ قاضیوں اور منافقوں سے بھاگو اور ٹیککار حدیثین کے ساتھ ملاؤ رہو اور جب معاملہ مشتعل ہو (کہ ٹیککار اور منافق میں فرق نہ کر سکو) تو راستہ کو (تجربہ کے وقت) بطور اور درویش (مطلیٰ بہ نیت حصول معرفت) پر چلو۔ اس کے بعد عرض کر دو کہ ”اے میرے بھائی، ہمارا اپنی مخلوق کے ٹیککار، بھلا یا برے ملے ہیں۔ مجھ کو واقف ہمارا اس شخص سے جو مجھ کو میرا راستہ دکھائے اور مجھ کو میرے کھانے کھائے اور میری شراب بہت چلائے اور میرے قلب کی آگ میں میرے قرب کی روشنی کا سرمہ لگائے اور مجھ کو ان سے باخبر کر دے جس کو آگ سے دیکھ چکا اور مشہور سے ایمان لایا ہے، نہ کہ دوسروں کی تقلید سے۔ اہل اللہ حق تعالیٰ کے فضل کا کھانا کھاتے ہیں۔ اس کے انہی کی شراب پی ہے اور اس کے قرب کا دروازہ دیکھ لیا ہے۔ انہوں نے محض خبر پر اکتفا نہیں کیا بلکہ مجاہدہ اور صبر اور سچے نفس اور حقیق سے (نظر ہٹا کر) رب کی طرف مائل کرتے رہے، یہاں تک کہ کالوں سے سنی ہوئی خیرات کے درمیان آنکھوں دیکھیں نہ تھی۔ جب وہ اپنے رب تک پہنچے تو اس نے انہیں اپ سکھایا اور مذہب بنایا۔ محض اور عوام کی تعلیم دی۔ اپنی مملکت پر مطلع کیا اور بتایا کہ درحقیقت اس کے سوا نہ کوئی دین ہے والا ہے، نہ اس کے سوا کوئی روئے والا ہے، نہ کوئی خدا و قدر والا ہے اور نہ کوئی عزت و ادب دینے والا ہے۔“

خدا میں جس کی موجودگی میں ناصحت نہ سمجھ کر رہے

سے باز آ جائے گی تحقیق

صاحبزادہ! جب تک تو اپنے نفس اور اپنی خواہش کے ساتھ قائم رہے (مخلوق کو دھوکہ نہ دے کہ اور آسمان) سمجھو سے میرا۔ میرا حق تعالیٰ جب تم سے کوئی کام لینا چاہئے گا، اس کیلئے خود تجھ کو تیار کر دے گا۔ وہ جب چاہے گا، تجھ کو زندہ کر دے گا اور الہیت نصیب فرمائے گا اور تجھ کو (دعائے کیلئے) قائم کر دے گا۔ وہ خدا ہر کرنے والا

ہے گا، نہ کہ تو خود اپنے نفس، اپنے کام اور اپنے جملہ احوال کو اس کے حوالہ کر، (کہ جب جو کچھ قدر ہوگا ہو کر دے گا) اور خود اس کے کام میں مشغول ہو جائے۔ عمل بن، بلا گفتگو کے، افلاں بن، بلا ریا کے، سر تپا تو حیل بن، بلا شک کے، سنا بن، بدشیرت کے، دعوت بن، بدعتوں کے اور باطن بن بدنام کے اور ارادہ کو باطن کر، اپنے سے باطن کے ساتھ مشغول ہو تو اپنے قول پشاک، غلبہ و دنیا کی مسخ میں حق تعالیٰ کو غضب کرتا اور اس کی طرف شرہ کرتا ہے (کہ ہم حیرتی ہی عبادت کرتے ہیں، اچھی ہے یہ دعا ہے میں) یہ لفظ یعنی حق کو غضب ہے، حاضر کہنے کہ وہ ذات جو میرے قریب حاضر ہے۔ اسے وہ ذات، جو مجھ سے واقف اور میرے قریب ہے اور اسے وہ ذات، جو مجھ پر مطلع ہے، پس اچلی نماز میں اور اس کے علاوہ دوسری حالتوں میں اسی طرح اور اسی نسبت سے اس کو خطاب کیا کہ۔ اس لئے جناب رسول اللہ ﷺ سے فرمایا کہ اللہ کی عبادت کرو گے کہ تو اس کو دیکھ رہا ہے۔ پس مگر تو اس کو نہیں دیکھتا تو وہ تجھ کو دیکھ رہا ہے۔

صاحبزادہ ارسل کھانے سے اپنے کلب کی مثال کر۔ یقیناً حق تعالیٰ کی معرفت حاصل ہونے کی۔ اپنے نوالہ، اپنے لباس اور اپنے دل کو صاف کر، صوفی بن جائے گا۔ صوفی غلہ منہ سے مشتق ہے (صوف سے نہیں) جس شخص نے (صوفی بننے کیلئے) صوف پہن رکھا ہے اور اپنے صوف میں سچا ہے، اس کا کلب مولا کے سوا تمام چیزوں سے صاف ہوتا ہے اور یہ ایک ایسی چیز ہے، جو کچڑوں کو رنگ سے متغیر کرتے اور (ریا کاری کی ریافتیں کر کے) چیزوں کو زور بخانے اور (بزدلی کی صورت بنا کر) کدوؤں کو انکھا کرنے اور بزرگوں کی حکایتیں بیان کرنے میں زبان چلائے اور کثرت اور درود و مخالف اختیار کر کے شیخ و جہل میں الگیاں بنانے سے حاصل نہیں ہوتی۔ بلکہ حق تعالیٰ کی طلب میں سچا بنے، دنیا سے بے رغبت ہو جائے، تقویٰ کو کلب سے باہر نکالتے اور اپنے مولا کے سوا سب سے غالی ہو جانے سے حاصل ہوا کرتی ہے۔ یک بزرگ سے محفل ہے کہ ایک رات میں نے عرض کیا "یا اللہ! ان (نصرتوں کو) مجھ سے مت روک، جن کے (ملنے سے) میرا حق فائدہ ہے

اور میرا کچھ نقصان نہیں۔" بار بار یہی دعا مانگی اور اس کے بعد سو گیا تو میں نے خواب میں دیکھ کر کوئی کہے "وہا میں کتاب ہے" تو مٹی تو چنے "پ کہ یہ عمل سے مت روک، جس کے (کرنے میں) تیرا معاوہ ہے اور ایسے (ناچار) کام کرنے سے باز آ، جن سے تیرا نقصان ہے (کہ نصرتوں کے مستحق تو کام کے کرنے والے ہیں اور مجھے اپنے نفع و نقصان کی خواہش نہ ہو، وہ ہم سے سوال کیلئے منہ سے کرتا ہے)۔

صاحبزادہ جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اپنے حساب کو سمجھ کر دے۔ آپ کا اتباع جس کیلئے سچ ہوتا ہے، اس کا استباب بھی سچ ہوتا ہے اور چارہ کے بغیر تیرا میں کہتا کہ میں آپ کا سنی ہوں، تیرے سے ملنے نہیں۔ جس تم آپ ﷺ کے اقوال و افعال میں آپ سے تسبیح بن جاؤ تو آخرت میں تم کو آپ ﷺ کی مصاحبت نصیب ہوگی۔ یہ تم نے حق تعالیٰ کا ارشاد نہیں سنا کہ جو کچھ تم کو پیار دینا اس کو لو اور جس سے روکیں باز آ جاؤ کہ آپ جو کچھ تم کو قسم دیں، اس کی تعمیل کرو اور جس بات کی انکی مخالفت کریں، اس سے رک جاؤ، یقیناً دنیا میں حق تعالیٰ کے قریب ہو جاؤ گے، کعبہ کے اقطار سے اور آخرت میں قریب ہو جاؤ گے، اجسام اور نفوس کے اقطار سے بھی۔ (شرح النبی)

ردہ خرقہ اور باطنیان

"حسرت کے بازار میں غافل بول نہیں

صاحبزادہ ارسل کھانہ تعالیٰ کو اختیار کر۔ اسی کا ہونا اور اسی سے تعلق رکھ۔ دنیا اور آخرت کی ساری ضرورتوں میں تجھ کو کافی ہونے کا اور حیات و مرگ میں حیرتی حفاظت فرماتے گا اور ساری حالتوں میں تجھ سے دفع حاجت کرتا رہے گا۔ اس کی سیاسی کو جو سفیدی پر ہے (یعنی اوراق پر لکھے ہوئے کلام اللہ) کہ مضبوط پکڑ۔ قرآن کی خدمت کر، تاکہ وہ حیرتی خدمت کرے کہ جس سے قہر کا ہاتھ پکڑے اور اس کو اپنے رب و ربہاں کے سامنے لا کر اکرے۔ تجھ کو خدا تک پہنچانے کی بڑی خدمت اس طرح انجام دے گا کہ اس پر عمل کرنا تیرے قہر کے بازوں پر لگا دے گا۔ پس

تو ان سے اپنے رب عزوجل کی طرف اڑ جائے گا۔

اے وہ شخص جس نے صوف پہن رکھا ہے۔ اول اپنے باطن کو صوف پہنا، اس کے بعد اپنے قلب کو پھر لٹس کو اور پھر اپنے بدن کو۔ تو یہی ابتدا اسی جگہ (یعنی باطن) سے ہوا کرتی ہے، نہ کہ ظہر سے باطن کی طرف۔ جب باطن صاف ہو جائے گا تو صفائی قلب، لٹس، اعضا اور لباس تک پہنچ جائے گی۔ اول مکان کا اندرون آرامت کیا جاتا ہے، جب آرامت ہو جائے تو دروازے لگائے کیلئے باہر آئے۔ یہ نہ ہو کہ دروازہ ہو، مکان کے بغیر اور قفل ہو دھماکا پڑے (کہ دیکھنے والے کہیں اندر فرما رہے ہیں، حالانکہ کھنڈر ہے) یعنی یہ نہ ہو کہ ظہر پر باطن غدار اور نہ یہ کہ خلق (سے انس) ہو اور خالق کی طرف دھین نہیں دیکھا جن خیالات و مشاغل میں قہر ہے ان میں سے کچھ بھی حیرے لئے قیامت کے دن مفید نہ ہوگا، بلکہ انہی نقصان پہنچائے گا۔ جو سودا حیرے پاس ہے وہ وہاں تھکے سے فریاد نہ جائے گا۔ اسلئے کہ حیرا دوسرا رہا، نقد اور نافرمانیاب ہیں اور وہ انکی چیزیں ہیں، جن کا آخرت کے بازار میں رواج نہیں۔ اپنا اسود درست کر، اس کے بعد دنیا کی طرف متوجہ ہو۔ حق تعالیٰ کا کہ اس کے سپرد کر دے (کہ روٹی پہنچانا اس سے اپنے ذمہ لیا ہوا ہے، وہ خود پانی تا رہے گا) اپنا لٹس تو اس کو سوپ دے، پھر لٹس پہ بگورہ کر۔ اپنا زور و طاقت اور جبر کچھ حیرے پاس ہے، اس کی ادا میں جس خرچ کرے۔ نیک کام کر اور ان کو بھی بھول جا (کہ معاوضہ کا متوقع رہے) تیرا سارا عمل غالی اطروت ہے، کیونکہ ہر وہ عمل جس میں اخلاص نہ ہو، وہ عمل چھٹکا ہے، جس میں گری نہیں لکڑی ہے، جو بجز جلائے کے کسی کام کی نہیں۔ جسم بے بلا درجہ کے اور صورت بے بلا معنی کے اور یہ منافقوں کا عمل ہے۔

صاحبزادہ! ساری مخلوق مانند اوزار ہے اور حق تعالیٰ ان کا کاربگر اور ان میں تصرف کرنے والا۔ پس جس نے اس کو سمجھ لیا، اس نے اوزار کی پابندی سے رہائی پائی اور ان میں تصرف کرنے والے پہ نظر لگی (کہ خیار کے تصرف کے بغیر نہ آری چیز سستی ہے اور نہ کیل دھنوں کو جڑ سکتی ہے) حقوق کے ساتھ رہنا، ناگواری و کلفت

اور کرب (کا موجب) ہے اور حق تعالیٰ کے ساتھ رہنا فرمت و راحت و نصرت ہے۔ اے راستہ سے دور چلے ہوئے شخص! تجھے انسان، و جنات و شیطن نے اپن کیں بنا رکھا ہے اور اے لٹس و خواہش و طبیعت کے لزام تو (حق تعالیٰ یعنی سلف صامین) کے راستہ سے دور چلا ہوا ہے۔ حیرے اور ان کے دوسروں کوئی منافیت نہیں رہی۔ تو اپنی رائے پہ قناعت کر دینا ہے اور قہر سے اپنا کوئی استاد نہیں بنایا، جو تجھے معرفت اور ادب سکھاتا۔ تھکے ہوئے انسان تو کنگا بن گیا (کہ تھکے سے دعا بھی مانگی جاتی) فرمایا کہ، حق تعالیٰ کی جناب میں اور پیشانی و حضرت کے قدموں سے اس کی طرف رجوع کر کہ وہ تجھے حیرے دشمنوں کے ہاتھ سے چھڑائے اور تجھے بدست سے نہایت دے۔ جس بدنامی میں قہر مشغول ہے، اس کے انجام کو سوچ، یقیناً اس کا چھڑاؤ تھکے پا آسان ہو جائے گا۔ (تذوق الغیب)

حق تعالیٰ اور دنیا کی محبت کا مفاد ہوتا

صاحبزادہ! حق تعالیٰ کی محبت اور فیر کی محبت ایک قلب میں جمع نہیں ہو سکتیں۔ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "اللہ نے کسی شخص کے سینے میں دو قلب نہیں بنائے" خدا دینا اور آخرت جمع نہیں ہو سکتیں اور خالق و خلق (ایک جگہ) جمع نہیں ہو سکتے۔ تاویع راہیہ کو چھوڑ، تاکہ تجھے وہ شے حاصل ہو جسے خائش نہیں ہے۔ لٹس اور مال کو خرچ کر، تاکہ تھکے کو جنت حاصل ہو۔ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "بلکہ اللہ نے مومن سے ان کے لٹس اور مال کو خرچ لیا اس پہ کہ ان کیلئے جنت ہے۔" اس کے بعد جملہ ماسوا اللہ کی رحمت بھی اپنے قلب سے لگا، تاکہ اس کا قرب تھکے کو حاصل ہو جائے اور تو اس کی محبت میں رہے لگے، دنیا اور آخرت میں۔ اے محبت خدا، اس کی تقاضا و قدر کے ساتھ کھڑا رہو کہ جس طرح بھی وہ کھوے اور اپنے قلب کو جو قرب حق کی سکونت کا مقام ہے، پاک رکھ، مجاہد دے کہ ماسوا اللہ سے اس کو صاف کر اور توجہ و اخلاص اور صدق کی کنوارے کرے کہ اس کے دروازہ پہ بیٹھ جا اور خدا کے سوا کسی کیلئے بھی اس کو مت کھول اور اپنے قلب کے گوشوں میں سے کسی

گوش کو بھی مجروح سے مشغول مت بنا۔ حق تعالیٰ تمہارے غلبہ سے تقویٰ اور  
خلاص کا خواہش ہے، وہ تمہارے ظہری اعمال کو نہ دیکھے گا۔ (توح خلیفہ)  
لکس کے سخت احباب کی ضرورت  
اور اس کی تحیہ

اے پہل! تو ہم کا دعویٰ کرتا ہے اور کلمات جہالت کے دے رہا ہے، کیونکہ  
حیرا دنیا کے پروردگار کے سوا دوسرے کسی سے طلب کرتا، تیری جہالت کی وجہ سے  
ہے کہ تو غلو تک اپنا شکوہ پہنچا کر سمیٹوں سے رہائی چاہتا ہے۔ تجھ پر افسوس،  
جب یہ حریف کن (میان ہونے کے باوجود شکری کی تعلیم سے) شکار کا (اپنے  
ملک کیلئے) غلو رکھ رکھ رہتا ہے اور اپنی مرضی اور اپنی طبیعت کو ترک کر دیتا ہے  
اور یہ (مقابلہ، دوز و لیوہ) پرندہ بھی تعلیم کی بدولت اپنی طبیعت کی طاقت کرنے لگتا  
ہے اور اپنے شکار کے لئے جانوروں کو کھالینے کی عادت دل دیتا ہے، جن کو وہ  
پنے لکس کیلئے شکار کیا کرتا تھا۔ تو تیرے لکس (جہلیت نہیں) تعلیم کا یہاں مستحق ہے  
کہ (اپنی غرض پھیل کر اپنے اعمال کو اپنے آقا کی عزت کرنے کی) اس کو تعلیم  
اے درگشاہ، تاکہ وہ حیرا دین نہ کھائے، تجھ کو پارہ پارہ نہ کرے اور حق تعالیٰ کی  
نمائندوں میں طبیعت نہ کرے، جو اس کی نگرانی میں دی گئی تیا۔ مسکن کے  
زردیک اس کا دین گویا اس کا خون اور گوشت ہے (کہ اس کا تار کرنا کسی طرف  
گوارہ نہیں) تعلیم دینے سے پہلے جس کو اپنے ساتھ مت رکھ۔ جب وہ تعلیم پائے  
اور مالک کی اطاعت کا حق سمجھ لے اور غلبہ میں جائے تو اس وقت ہر طرحی وہ  
جائے، اس کے ساتھ وہ اس کی حالت بھی لکس اس سے جدا کی مت اختیار کر۔ جب  
وہ اطمینان والا بن جائے گا اور بردبار، واقف کار اور اس کی تعلیم شدہ بن جائے  
بند جائے گا، جو تقدیر سے اس کے پاس آئیں گی تو گھیبوں کے مہیہ اور ان کی روٹی  
میں کچھ فرق نہ سمجھے گا اور جن باتوں کا حاصل صرف حیرا اڑانا ہے، وہ ریش ہو جائیں  
گی۔ فاتح اس کو کھانے سے زیادہ مہلا معلوم ہوگا اور کار خیر، اطاعت اور ایثار حیرا

وقت مار دوگا۔ طبیعت بدل جائے گی، نئی اور کریم دنیا سے ہے رحمت اور عاقبت  
سے باریت میں جائے گا۔ اس کے بعد جب تو آخرت سے رحمت اور اپنے مولیٰ  
کا شکار پائے گا تو وہ بھی تیرے ساتھ اس کا صاحب بن جائے گا اور تیرے قلب  
کے ساتھ اس کے دروازے کی طرف چلے گا۔ پس اس وقت قسمت آئے گی اور  
کہے گی کہ کھالے، اے وہ شخص، جس نے کچھ کھالیں نہیں اور پی لے، اے وہ شخص  
جس نے کچھ چاٹیں، سمجھدار حریف کی کسی کے ہاتھ سے کھا کھیں، جو غلبہ کے  
اس کے غم سے اور بیٹھ اس کا لب غلو خاطر رکھتا ہے۔ اس کی بات مانا اور اس  
کی موجودگی و عدم موجودگی دونوں حالتوں میں جس کو چھوڑے رہتا ہے۔ اے حریف  
اور اے جلد باز! وہ کھاتا جو درحقیقت تیرے لئے پیدا کر دیا گیا ہے، تیرے سوا کسی  
کی طاقت نہیں کہ اس کو کھالے۔ لکس، مکان اور سواری جو تیرے لئے بنائی گئی  
ہے، تیرے سوا کسی کی طاقت ہے ان کو لے یا چھوڑے، مگر یہ ذاتی کسی؟ تجھے نہ قرار  
ہے نہ حمل، نہ امان اور نہ حق تعالیٰ کے وعدہ کو کچا سمجھتا۔ (توح خلیفہ)

خوف اور امید کی درمیانی

حاصلت میں رہنا

اے زہرا! تم اپنا زہد اختیار نہیں کرتے۔ اپنے لکس اور اپنی خواہشات کے  
موافق زہد چاہتے ہو اور اپنی رائے کو مستقل سمجھتے ہو (خود عالم مت ابو) تابع ابو اور  
اللہ کی معرفت والے ان مشائخ کی صحبت اختیار کرو جو جو عالم حاصل اور بغیر کسی رنج  
سے خاص خیر خواہ شخصیت کی رہاں سے غلو کی طرف متوجہ ہیں۔ وہ اپنے غلبہ کا  
رہنما دیا سے بغیر یہے اور حق تعالیٰ کی طرف متوجہ رہنے سے اب وہ وہی منع، مالک  
کر چکے ہیں۔ وہ ذاتی کی طرف سے متوجہ ہیں اور اس کے سوا سب سے روگرداں  
ہیں۔

مجازا اور اس سے قل کہ (تجھ کو مت آجائے اور تیری جگہ پر) حیرا چاہئیں  
بیٹھے، اپنے دل سے اپنے رب کی طرف رجوع کر۔ صالحین کے حالات میں ٹو

کہ وہ قرآن و سنت کی کوئی پرہیزگار تہذیب کرے، قرآن و سنت کی حفاظت کی یہی صورت ہے۔ لیکن ہم جیسے عالمی افراد جو قرآن و سنت سے مسائل اخذ کرنے کی صلاحیت سے بہرہ ور ہیں اور ہم کی اصلاح و تزکیہ اور خودآستانگی کی استعداد سے فائدہ اٹھانے کے لئے نہ صرف تھکے اور اہل اللہ کی صحبت کے بغیر چارہ کار نہیں، تھکے اور ملے، تعویذ پر اتنے جوری کی تھکے پر یہ ہے بغیر بھی رہ نہیں پا سکتا کہ موصوف اس تہذیب میں استعمال کے دامن کو قائم نہ رہ سکے ہیں، بلکہ اس میں طریق طرح کی نفی کی بجائے موجود ہے، جو ان کی طبیعت کے لئے (یعنی ہمیں خدا - مرہب)

उत्तर:  $\frac{1}{2}$

زندگی بھر کے تجربات و مشاہدات کا نچوڑ

اس لذت میں کیا خیر،

دنیا طبعی طور پر محبوب ہے، اس لذت میں کیا خیر، جس کے بعد سزا اور عذاب

(ادام ابن جوزی چالیس صدی ہجری کے بزرگ ہیں، عظیم  
 قربت شخصیت ہیں، چار سو کتابوں کے مصنف ہیں۔ ان کے پاس ایک  
 دوسرے غیر معمولی طور پر عاثر تھے۔ ایک ایک لاکھ افراد شرکت کرتے  
 تھے، میں ہزار بیرونی دھیمائی ان کے ہاتھ پر مسلمان ہوتے، ان کی  
 یہ نظر کتاب کی سحر سے زندگی کے تجربات و صاف کا پتہ لگتے تھے۔  
 علامہ ابن جوزی نے تصوف، دینی تعصبات اور تفسیر پر کافی تحقیق کی  
 ہے۔ ان مسدس میں سے عظمیٰ میں کافی فتح کا مظاہرہ ہوا ہے۔ لیکن وہ  
 علم نفس، توحید اور اجتہاد پر ملامتوں کے اقرار سے جس بلند مقام پر  
 فائز ہیں، اس مقام کی حامل شخصیت کو اس بات کا پورا حق حاصل ہے

ہے۔ یہ وہ شخص جاعھوں میں شمار ہو سکتا ہے جسے کہا جائے کہ تفت شامی پر ایک ماہ کے لئے بیٹھو، پھر تھے قتل کریں گے، بلکہ عاقل وہ شخص ہے، جو جدوجہد و مشقت کی تکلیفوں پر صبر کرتا ہے، تاکہ انجام کار آرام و راحت پائے۔ (۱۸۰)

بے ماگ غراہشات کے نتیجہ میں

بدلت کا خطرہ

بھرا گرم سمیت ہوجوے والے کی رضا کے لئے کوڑا کرکٹ کے ڈھیروں پر کتوں کے ساتھ سجاد، تو اس کی رضا کے مقابلہ میں یہ کچھ بھی نہیں اور اگر تم دنیاوی افراط و تفریط کی ابتلا کو پاؤ اور وہ تم سے ناراض ہے تو تمہاری سلامتی بدلت میں ہے۔ (۱۱۵)

اللہ کی رضا سے بچنے کے سبب

اللہ کی نجات کا ہوا

دنیا میں جو شخص بھی (اللہ کی رضا سے) بچے وہ گیا ہے، وہ اپنی بہت سی کمزوری اور پستی کی وجہ سے بچے رہا ہے، یقین رکھو کہ تو مسیحیت کے میدان میں قرا ہوا ہے اور اوقات دم بدم فتنہ اور بے یقینی اور کھینچ سستی کی طرف مائل نہ ہو کہ جو کچھ بھی کسی سے وہ گیا ہے وہ سستی کی وجہ سے رہا ہے اور کسی نے جو کچھ پایا ہے، وہ عزم و ہمت سے پایا ہے اور بہت کھوپ میں اس طرح جوش مارتی ہے، جس طرح بھڑکا جوش دہتی ہے۔ صلف کا قول ہے کہ ہار ہار محنت کرنا ہی سرمایہ ہے، اسی کی بدولت میں زندگیوں میں بھر ہوئے۔ (۱۹۱)

مصدق اور آوازوں کا دل میں نقش

ہونا کے عمل

آگہ جن صورتوں کو دیکھتی ہے، وہ دل میں نقش ہونے لگتی ہیں اور کان جو سنتے ہیں، اس کی آوازیں خیال میں محفوظ ہونے لگتی ہیں اور آنکھ اہل عاقلات غفلت والے ہوتے ہیں، اور طبیعت ان کی مجلس میں ان کی طبعی عادات و املاق کو چرانے

گنتی ہے۔ (۲۳۳)

انسانی طبیعت کی مثال چور کی سی ہے

طبیعت چور ہے، اگر اسے اپنے زمانہ کے لوگوں کے ساتھ چھوڑ دیا جائے گا تو وہ اہل زمانہ کے طریقے سے اندھ کرے گی، اور انہی کی طرح ہو جائے گی اور اگر حق میں کے حالات اور طریقوں کا مطالعہ کیا جائے گا تو ان کے ساتھ چھپنے کی کوشش ہوگی تو ان کا رنگ اور ان کے سے اطلاق پیدا ہوں گے۔

چور بھی باند ہوا ہے

وہ نیٹوں کی حفاظت کی وجہ سے ہوا ہے

مطیان قوری فرمایا کرتے تھے کہ تیرا جو عمل ظاہر ہو جائے، میں اسے شرم میں پس لاتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ غلو کو قتل تعلق کرنا اور عمل کے رعب ب کے قلوب میں وجاہت کا طالب نہ ہونا، اپنے قصہ اور نیت کو خالص کرنا اور حال کو چھپانے رکھنا، یہ ایسے امور میں کہ جو بھی بند ہوا ہے، نبی کی بدولت ہوا ہے۔ اہم اہم نہ منہل ایک وقت میں نکلے جاؤ پھرتے، جوتا پاؤں میں ہوتا تھا، اور کمری پڑی چڑی میں کرے لگتے تھے۔ بشر حافی نکلے چائے پیتے تھے، اور تباہ لگتے تھے صرفہ سمجھو کہ گھٹیاں چتا کرتے تھے۔

نیٹوں کی اصلاح کی فکر کرنی چاہئے۔ غلو کے لئے بنا چھوڑ دینا چاہئے۔

سرور کی کتنا اللہ سے لیا

کاتیر ہوتی ہے

سرور کی کتنا اس وقت "تی" سے، جب دل کی غفلت، عقل کی ریاکاری اور حق شنائی کا لیاں پختہ ہوجاتا ہے، جب مل دیا ہے ریاست کی حسب پیدا ہوتی ہے۔

دعا کی قبولیت میں پائیدہ نصرتیں

دعا مانگتے وقت قبولیت کی تاخیر سے پریشان نہ ہونا چاہئے۔ حدیث شریف میں ہے کہ ایک شخص اللہ تعالیٰ سے چہ کے لئے دعا کر رہا تھا، آواز آئی کہ تو میدان جہاد میں جائے گا تو قید ہو جائے گا اور قیدی ہو کر عراقی بن جائے گا۔



ایک حدیث میں ہے کہ مسلمان کی مردعا قبول ہوتی ہے۔ اسی وقت یہ جائز ہے یا نہ وہ دعا ذخیرہ رہی جاتی ہے۔ آخرت میں جب منکھور نہ ہوئے والی دعاؤں کا ثواب دیکھے گا تو حزن کرے گا کہ کاش دنیا میں میری کوئی دعا قبول نہ ہوتی۔ (۱۶۴)

عزم کے اسرار کا عمل کے بعد نکھنا

علم حاصل کا ہر کی وجہ سے نافع نہیں، علم کی حقیقت یہ ہے کہ عمل کے لئے اسے حاصل کیا جائے۔ علم کے اسرار اس کے بعد ہی سمجھتے ہیں۔

امام احمد بن حنبل کی طرف سے جواب کا

باب کھولنے کی دعا کرنا

روایت ہے کہ ام محمد بن فضیل نے، اللہ سے دعا کی کہ اس پر خوف کا باب  
 کھول دیا جائے۔ لہذا جب خوف کا باب وہاں ہوا تو عقل کے عاقل ہونے کا خطرہ  
 ہوا۔ پھر عرض کیا کہ واللہ، یہی حالت کہ وہاں لٹا ہوا ہے۔ (۱۶۶)

معلومات میں اختلاف کا سبب

ہمارے امور میں بہترین چیز امتحان ہے، رسول اللہ ﷺ نے ایک بار حضرت عائشہ سے دوزخ لٹائی اور دو آدمے بڑھ گئے۔ وہ دوزخ بھر آیا ہوا۔ اب کئی بار آپ آئے بڑھ گئے، آپ کبھی حراج بھی لڑتے تھے۔

سرکاری آفسز کا

کھانا کھانے کی وجہ سے سزا کا ملتا

جس شخص کو پاکیزہ قلب اور لذت مناجات حاصل ہے، اسے اس کی حفاظت کرنی چاہیے۔ مجھے بھی پاکیزہ قلب اور لذت مناجات حاصل تھی کہ ایک صاحب منصب نے کھانے پر بل لیا۔ انکار مشکل تھا، چلا گیا اور کھا کا کھا لیا۔ جس کی تکلیف اور سختیوں خوب یاد ہیں، جو نقد و مخفی چیزیں اور مدت تک مسلسل چریا۔ دل صبر سے لبریز تھا اور اسے حالی احوال سمجھا چٹھا دل میں ایک دن کہنے

گا کہ میں تو مجبور کی طرح تھا، سوچتے پر جواب ملا کہ علم کی رعایت چند نقول (۷۷۳) کے ذریعہ ممکن تھی۔ (۷۷۳)

اپنے حالات کے لیے دعا کرتا ہوں

میں جب بھی طبعی مشاغل سے غفلت کی طرف مائل ہونے لگتا تو علم مجھے  
 پکارتا تھا کہ کہاں کا خیال ہے؟ مجھ سے منہ موڑ رہا ہے، جبکہ میں حق تو میری اس  
 معرفت کا سبب ہوں تو میں اسے جواب دیتا تھا، ہے شک تو دلیل اور رہنما ہے، مگر  
 رسول کے بعد رہنمائی کی حاجت نہیں رہتی۔ وہ کہتا تھا محسوس۔ تو جس قدر بھی ادھر  
 بڑے گا، حیرتی محبوب کی معرفت بھی پہنچتی چاہے گی اور اس کے قرب کی کیفیات  
 محسوس ہونے لگیں گی اور اس کی دلیل یہ ہے کہ آنکھ کھلی تجھے محسوس ہوا کہ حیرا  
 آج کا غمزدہ اور نقصان کا تھا اور کیا تو خود اللہ تعالیٰ کی بات پر توجہ نہیں دیتا کہ وہ  
 اپنے نبی پاک ﷺ کو فرماتے ہیں (اور آپ کہیں کہ اسے اللہ ہے۔ علم میں اضافہ  
 فرما) اور تو اس کا قرب بھی تو چاہتا ہے، لہذا تجھے چاہیے کہ اس سے بندوں کو اس کی  
 طرف رہنمائی کر، حضرت امیہ، یحیٰی بن عمر، کابلی طریقہ ہے، کیا تجھے علم نہیں کہ  
 انہوں نے سہ عبادت کی غلوں پر تعلیم غفلت کو ترجیح دی، کیونکہ وہ چاہتے تھے کہ یہ  
 ان سے محبوب (اللہ تعالیٰ) کو زیادہ چند ہے اور خود مصیبت نے خود معرفت حق کو فراموش  
 کر (اللہ تعالیٰ کا کسی کو حیرتی وہ ہے عبادت غفلت فرماتا ہے۔ سب سرخشا اذواں سے  
 زندہ بکتر ہے)۔

اس کام میں کچان محسوس کرتے ہوئے میں ایک چل رہا، جب بھی لوگوں کے  
مجھ سے ملتا جلتا تھا، ان میں ایک اشتکار پیدا ہوتا اور جب بھی یہ واقعہ سامنی  
کا مقصد پورا ہوتے دیکھا تو اپنا قصہ بھی سامنے آتا تھا، جس وجہ سے میں حیران  
اور تردد میں مبتلا رہتا تھا، کچھ پتہ نہ چلتا تھا کہ اس قدم پر اتحاد کروی اور جب جوں  
حیران کھڑا ہو جاتا تھا تو علم پکارنے لگتا تھا، لیکن، اہل و عیال کے لئے کسب معاش  
تھیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتی اولاد حاصل کرنے کی کوشش تھیں، پس جب میں

دھر متوجہ ہوتا تو دودھ نکالنے کے وقت دنیا کے پستان سکر جاتے تھے اور میں معاشی کے دروازے اپنے سامنے بند پاتا تھا، کیونکہ علمی مشغلہ نے کوئی اور فن پھیلنے کی مجھے فرصت ہی نہ دی تھی اور سبب میں مل، مینی کی طرف مہمان کرتا تو دیکھتا تھا کہ وہ دنیا کا سامان، خریدار کے دین کے عوض بچ رہے ہیں اور کاش کہ ان لوگوں کے ساتھ خفائی کر لیا، اور دیکھتا کہ ان کی دنیا ہی کا کچھ حصہ پالیتا، بلکہ بے ادبیت تو یہ ہوا کہ اس کا دین بھی گیا اور مراد بھی حاصل نہ ہوئی، ہر دل ہو کر بھگنے کی سوچتا تو شریعت کا حکم سامنے آتا کہ ایک آدمی کو جیسا گناہ کافی ہے کہ (اپنے لوگوں کو ضائع کر دے، جن کی روزی کا وہ ذمہ دار ہے)۔

گر گوشہ نشینی کا ارادہ کرتا تو کہنے والا کہتا ان کا کیا بنے گا، جس کی ذمہ داری ترسے مر ہے، آشکارا میں نے دنیاوی امور میں قلم اٹھایا کرنا شروع کر دی، جبکہ اس کی ناز و نفوس میں میری تربیت ہوئی اور اسی کی چھاتج سے مجھے مدد ملی تھا، اس طرح میں صلی حلف سے باز کر عفت آجلی تھی، بس سبب میں نے بنا لوس بدل بنا اور کھانے میں بھی تنگی اور سادگی آگئی کہ اس میں وسعت آتی کہ اس سے تو عیسیت میں عادت کے خلاف ہونے کی وجہ سے نفرت اور بڑا ہی بڑا ہوگئی، بھر بھر رہنے لگا، واجہوت کی ادائیگی فہم اور مصائب و آفات نے گھبرا ڈال دیا، نہ بڑے کہ خوشبو رزارت سے لیب و نہ بڑا، متعجب کرے کہ بعد دیکھی سوچی پر، چنانچہ اس کی بھی عادت بھی نہ تھی یہ جان کو تکلف کرنے کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔

اب جی سے مخاطب ہوں اور کہہ رہا ہوں، کیا کروں؟ کیسے کروں؟ اپنی تنہائیوں میں دل سے باتیں کرتا ہوں اور اپنی پہنچ پر خوب آٹھ بھاتا ہوں اور کہتا ہوں کہ کیا عہد والا راست اختیار کروں، جبکہ جسم میں علمی کاوشوں کے لئے بہت نہیں ہے اور حالت زہ کے لئے بھی بدن طاقت نہیں رکھتا یا اہل محبت کا ماحال، جبکہ حقوق سے میل جول کی وجہ سے ذہن میں پریشانی اور نفسیاتی خرابی سے طرح طرح کے عجیب نقشے ابھرتے ہیں اور دل کا آئینہ رنگ اور ہوا جاتا ہے، نیز یہ کہ

محبت کا پورا عہدہ زمین میں لٹو لٹو جاتا ہے، تاکہ فکر کے کوئیں سے اسے غصہ کا پانی دیا جائے اور اگر کسب معاش کا راستہ بکڑوں تو اس کی طاقت نہیں اور اگر اہل دین کی تلمیذ پر چاہاں تو دست سے بھی بڑاڑی اور وہی مہیج داری رکاوٹ بنتی ہے، جلدی رکابوں سے ہوتے ہوئے اہل میان کا کوئی اثر ہاتی نہیں رہتا، اور لوگوں سے میل جول بھی تکلیف دہ بات ہے، حقیقت تو یہ ہے کہ حصول پر قدرت نہیں ہے، علم و عمل یا محبت کا کوئی درجہ حاصل نہیں ہے، یہ میں مجھے پتا تھا اس شعر کے عین موافق دکھائی دیتا ہے۔

(ترجمہ) کہ چاہے پاؤں پاندھ کر مجھے دریا میں پھینک دیا ہے اور کہا یہ چارہ ہے کہ خیر دارا بھگتا نہیں ہے) میں اپنے معاملے میں حیران ہوتا ہوں، اپنی عمر پر رونا سو اور اپنی غلطیوں کے واقعہ صراحت میں پکار پکار کر کہی کا وہ شعر پڑھتا ہوں، جو شاید میرے ہی لئے کہی گیا ہے۔ ہائے میری حسرت میں ملے جی رہی محبت میں اپنی نظریوں سے بھی ساز باز کرے رنگ اور میری مثال اس امیر کی ہے، جس کے پاؤں میں کوئی رسی ہے، نہ گھٹے میں کوئی پتہ ہے۔

مطلب محبت میں میرے غلبے فتح اور تیر میں سے کار ہو گئیں اور تو نے میرے پردوں کو جب مضبوط پاندھ لیا تو ہم دیے لک اڑا جا۔ (صلی ۵۶-۵۷)

دعویٰ سے بچنے کا

خبریں، اس میں ہونا

عراق و مسرت سے بعد کے باوجود معرفت کا دعویٰ عجیب ترین دعویٰ ہے، بخدا، اسے دسی جاتا ہے، جو اس سے خوف رکھتا ہے اور اپنی حالت پر مطمئن آدمی اہل معرفت میں سے نہیں ہے اور صوفی، کھانا، دلوں میں بھل نقل ہند ہوتے ہیں، جو اپنے نفس کو اس پر پکا رکھتے ہیں کہ وہ دلی ہے، مجتہب ہے، متعجب ہے اور کبھی اس پر لطف و مہانت کا شعل ہوتا ہے تو یہ اس کو کراہت، غار کرے لگتے ہیں اور اس استداران اور ہیکل کو بھول جاتا ہے، جو اس کی پیش و سرت کے تمام صحت نو

فتح کر دے گی اور بھی یہ دوسرے کو اختیار جانتا ہے اور یہ بھی گمان رکھتا ہے کہ ہمارے  
اس کا مقام و مرتبہ بدستور محفوظ ہے، اسے ان چند رکعتوں نے دھوکے میں ڈال دیا  
ہے، جن میں وہ ذرا کھڑا ہو لیتا ہے یا اس محادثے نے، جس کی وہ کچھ مشقت اٹھ  
یتا ہے اور بھی وہ اپنے کو زمین کا قصب خیال کرتا ہے اور یہ کہ اب اس کے مقام  
تک کوئی اور نہ پہنچ سکے گا اور گویا اسے یہ یقین کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تعلیم  
کا مقام حاصل تھا اور ان کے بعد پیش علیہ السلام نبی آگئے۔ ذکر یا علیہ السلام کی  
ادائیگی قبول ہوتی تھی، وہ آدھے سے چر دے گئے، مگر علیہ السلام کی تفریب میں  
آج ہے کہ وہ سیدھے ان پر ایک کافر مسلط ہوا، جس نے ان کا سر کاٹ دیا اور  
ہدام، اسم اعظم کا راز دان تھا، مگر کچھ والا حال اس کا ہو گیا اور ایک شریعت نافذ  
عملی ہوتی تھی، مگر وہ منسوخ ہو جاتی تھی اور عزم باطل ہو جاتا تھا اور ایک چم بھرا  
بدن فاسد اور آفت زدہ بدن چاٹا رہا اور ایک عالم محنت و ریاضت کرتا اور ایک خاص  
مقام تک پہنچ جاتا ہے اور اس کے زمانہ میں ہی ایک لڑکا پیدا ہوتا ہے، جو اس کے  
محبوب و رشتہ میں کی تہہ تک پہنچ جاتا ہے اور کتنے قادر و بابر و کٹ ہیں، جو کہتے ہیں  
کہ ہماری مثل کوئی نہیں اور اگر وہ زندہ رہے، اس شخصیت کو سن پائے، جو ان کے  
بعد آئی تو وہ اپنے آپ کو گناہ سمجھتے تھے اور یہ ان کا سب، اس عہد، ان سمون کے  
وفا میں، جو ہمارے بعض شاگردوں کے شانیں شان میں اور نہ ہی انہیں پسند آتے  
ہیں تو ہمارا کوئی معاصر کیا کچھ دیکھ سکتا ہے، لیکن ہے ہمارے بعد کوئی ایسا آجائے،  
جو ہمیں کسی شادی میں نہ دے، جس کی کسی ہمسری اور مخالفت میں اللہ تعالیٰ سے  
ڈرتے رہے، ایک عبادِ مطہر آدمی کو بہت قیاد رہنا چاہیے، اپنی کثیر اطاعت کو بھی اختیار  
تی سمجھے، غم کے افکار و بات اور تقدیر کے فیصلوں سے ہمہ وقت غافل رہے اور یہ  
یقین رکھو کہ ہر مذکورہ شے کو پیش نظر رکھنا کچھ کی گردن کو توڑ دیتا ہے اور کبیر کا  
نظر چاٹتا رہتا ہے۔ (صفحہ ۱۳۶-۱۳۷)

علم کے اسرار عمل سے نکلتے ہیں

علم بھی محض اپنے ظاہر کی وجہ سے نافع نہیں ہے، بلکہ اپنی حقیقت کے لحاظ  
سے اور اس کی حقیقت اسے مٹی ہے، جو گل کے لئے علم حاصل کرتا ہے اور علم جب  
بھی کسی فیصلیت پر اس کی رہنمائی کرتا ہے، وہ اسے حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے  
اور جب بھی کسی برائی سے منع کرتا ہے تو یہ نتیجے کی پوری کوشش کرتا ہے، جب ہر  
علم اپنے اسرار اس پر نکلتا ہے اور اس کا طریق اس پر آسان ہو جاتا ہے اور اس کی  
مثال اس سمجھنے والے کی طرف سے ہوتی ہے، جو دوسرے کو سمجھنے کے لئے تیار کرتا ہے  
اور وہ جب ذرا حرکت کرتا ہے تو اس کی رفتار تیز ہو جاتی ہے اور جو شخص اپنے علم پر  
عمل نہیں کرتا، علم اپنی گہرائیوں پر اسے مضیق نہیں کرتا اور نہ ہی اپنے اسرار اس  
پر آشوب کرتا ہے اور اس کی مثال یکہ ہندوب کی ہے، جسے سمجھنے و ادراکیت  
رہا ہے، اسی مثال کو سمجھ کر اپنی نیت و قصد کی اصلاح کر لو، ورنہ لقب و مشقت  
میں مات پڑو۔ (صفحہ ۱۲۵)

رنگی دیکھاری کے نام پر

حقیق دیکھاری سے دور کی درویش

میں نے بہت سے لوگ دیکھے ہیں، جو بہت سے جہنمیں سے پرہیز کرتے  
ہیں، مگر حقیقت سے انہیں راحت نہیں ہے، کثرت سے عہد حق دیتے ہیں اور سودی  
محادثات کی پروا نہیں کرتے، رات کو تہجد پڑھتے ہیں اور روض کو وقت سے نال  
دیتے ہیں، بہت سی حد و صاحب چیزیں ہیں، فیہ ضروری اور معمولی ہیں، خوب یاد کر  
رہے ہیں اور معمولی اور بنیادی باتیں ضائع کر رہے ہیں۔ میں نے اس کا سبب تلاش  
کیا تو وہ باتیں معلوم ہوئیں (۱) عبادت (۲) مطلوب کے حصول میں غرضاء کا غلبہ کہ  
وہ کسی ایسی غائب آتی ہے کہ کچھ سناٹی دے، نہ دکھائی دے، اس کی نظیر یہ ہے کہ  
یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے جب عبادت کی آزمائش کی کہ تم چور معلوم ہو گے

ہو" تو جواب دیا "بھرا جیہیں معلوم ہے کہ ہم یہاں لقاہ و شر چملائے نہیں آئے اور چوری کرنا، تاریک عادت بھی نہیں۔"

تکبر میں آتا ہے کہ وہ سر میں داخل ہونے سے تو اپنے اوتوں کے حق پر خلاف (جیسے) چڑھا کر لائے تھے، تاکہ وہ کسی مال باغی نہ کھائیں، گویا انہوں نے یہ کہا کہ تم نے دیکھا کہ اوتوں کے ساتھ ہم نے کیا کیا تھا، ہلاکم چوری کیسے کر سکتے ہیں، مگر وہ نہیں جانتے تھے کہ درج میں اور کسی کا تھرا اٹھ لینے میں نصف علیہ سلام کو کنوئیں میں آئے اور انھیں شے سے عوض پیچنے میں فرق کیا ہے، کتنے لوگ ہیں، جو معمولی بات میں تو اعانت کرتے ہیں، بڑی باتوں میں نہیں یا ایسی باتوں میں جو آسان ہوں یا عادت کے مطابق یا ایسی باتوں میں جو ان کی خوراک و مشرب کی عادت میں غفل امتداد نہ ہوں۔ بہت سے لوگوں کو ہم دیکھتے ہیں، جو سو بیٹے ہیں اور پھر بھی کہنے لگتے ہیں کہ میرا دشمن مجھے کیا دیکھے گا، جب میں اپنا گھر فروخت کروں گا وہاں اس بڑا ساری تبدیلی کروں گا۔ (صفحہ ۱۷۱)

دیہاری کے نام پر عادت کے اثرات

ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے لوگ طہارت میں دوسرے دیکھتے ہیں اور کثرت سے پانی استعمال کرتے ہیں، مگر طبیعت سے ذرا نہیں بچتے اور بہت سے ہیں، جو اپنی عرض حاصل کرے کہ میں نے غلط عادت کر لی ہے، میں جانتے ہی تھا کہ یہ جائز نہیں، حتیٰ کہ میں نے ایک نیک عادت گزار، دینی کو دیکھا، جسے کسی شخص سے سہرا نہ لیا تو دینی، اس سے وہ کچھ باتوں کو چنے سے رکھ پڑا اور اس نے عرض کیا کہ وہ دینی کے گناہ گار تھے، مرنے لگا تو اس شخص سے کہا کہ مجھے معاف کر دو کہ میں نے لاپ لاپ کام کیا ہے اور کچھ لوگ ایسے ہیں، جو تمہاں کو اس نے چھڑے ہوئے ہیں کہ ان کی رسائی وہاں تک نہیں اور وہ اس حالت سے ہاں ہوتا ہے میں اور جب کسی گناہوں کے قریب پہنچ جائیں تو بے قابو ہوجاتے ہیں، اس سلسلہ میں لوگوں کے عجیب و غریب حالات و واقعات ہیں، جن کا ذکر بھی طویل ہے، ہمارے ہم میں ہے کہ عہد ہیرو کے ایک طبقہ سے ایسے دین میں راجہ عادت کا بوجھ بڑھا رہا تھا،

جب اسلام آیا اور اس کے صحیح ہونے کا علم بھی ان کو ہو گیا، وہ اپنی خوشبخت کے مقابلہ کی بات نہ کر سکے، جو ان کی ریاست کے ختم ہونے کے بارے میں تھیں، ایسے ہی جیسے وہم سے آپ بھنگ کے رستہ دلائی کی روشنی میں پہنچ گئی، مگر وہ اپنی خواہش کے مقابلہ اور ملک کے ترک پر قادر نہ آسکا، جس اصول اور بنیادی باتوں کو ضائع کرنے میں اللہ تعالیٰ سے ذرا اور خواہشات کے بے لگام چرنے میں اس کا خوف نہ دیکھ سکیں، کیونکہ موٹی کھٹے چھوڑ دینے یا نہیں تو توفیق کی نیکی میں بے باقی لاتے ہیں۔ (صفحہ ۱۷۱)

خوابی غصے کی مثال

بے قابو درندہ کی سی ہے

خوابی غصے کی مثال اس درندہ کی سی ہے، جس کے گلے میں ذخیر ہے، اس کا معاملہ اگر اسے مضبوطی سے تھامے گا تو اس کو روک سکے گا اور کبھی اس درندہ کی خوشبخت خود اس پر غالب آجاتی ہیں کہ ذخیر بھی ان کا مقابلہ نہیں کر پاتی تو وہ "دروہا" ہوتا ہے، مگر ہاں بعض معصرت سے بھی جگتی ہیں، جو پہلی خوشبخت کو رنجے کے دروہہ قابو میں رکھتے ہیں اور بعض ادا کے سے ہی قابو پا بیٹھتے ہیں، جب حاکم کو چاہئے کہ خوابی کے شکاریوں سے بچا رہے اور اس چیز کو نگاہ میں رکھے جس کے ذریعہ وہ اپنے دشمن پر غالب آسکا ہے اور کون ہے جو اس پر غلبہ پاسکتا ہے۔ (صفحہ ۱۷۱)

سب سے بڑا خطرناک آدمی

احسان گناہ کا چاہتے رہتا

سب سے بڑی خطرناک بات یہ ہے کہ فرد گناہ کے بعد اپنی غافلیت اور صلاحیت سے محروم کھانے لگے، کیونکہ سزا میں تاخیر بھی ہو سکتی ہے اور سب سے بڑی سزا یہ ہے کہ انسان کو اس سزا کا احساس ہی نہ دے یا یہ کہ وہ سزا سلب وین کی شکل میں ہو یا دلوں کے لیے نور ہوئے کی شکل میں یا غصے کے اختیار کی صورت میں، جس سے بدن سلامت رہتا ہے اور افراط بھی پوری ہوتی رہتی ہیں، انھیں قابل اعتدال بزرگ فرماتے ہیں کہ میں ایک ناچاڑ مقام پر نظر لگا جیسا اور اور پھر اس کے انہی مکی انکار گنگ کی، چنانچہ مجھے مجبور، ایک عریض سزا سزا پڑا جس کیسے میرا کوئی

راودہ نہ تھا، بڑی مشقتیں اٹھائیں، اس کے بعد ایک اجماعی قریب مزاج کی موت واقع ہوئی اور بہت سی انکس چیزیں بھی ضائع ہوئیں، جو میرے نزدیک بہت سی قابل قدر تھیں، لیکن میں نے تو بے ذریعہ ملوثی کی قید میں تھا، ایک بار میرا خوش کامیاب ہوا اور پھر اسی بدگامی میں مبتلا ہو گیا، جس سے دل بے نور ہو گیا، رفتہ رفتہ سوئیں اور سابق نقصان سے کچھ زیادہ نقصان ہوا اور مجھے ان نقصانات کے عوض ایسی چیزیں ملیں، جو نہ تھیں تو بہتر تھا، جب میں نے غور کیا کہ میں نے گھوٹایا کیا ہے اور اس کی عوض کیا پاؤں ہے تو ان چیزوں کی چٹ سے میں چل اٹھا، سو خیر دار، میں ساحل پر کھڑا بیکار رہا ہوں، میرے ہونچ، اس سمندر کی گہرائی سے بچ، اس کی سطح کا سکون دلچسپ دھوکہ موت کا، ساحل کو لازم پکڑ لو اور تھوڑی کے تھک کر لازم پکڑ لو کہ سزا بہت سنگین اور سخت ہے اور یہ بھی جان لو کہ تقویٰ کی پابندی میں افراطی و فراطینت کے پیرا نہ ہونے کی کھیاں ضرور ہیں، مگر ان کی مثالیں علاج اور پرہیز کی ہے، جس کا اہتمام صحت ہے اور بد پرہیزی بھی اچانک موت تک پہنچا دیتی ہے۔ (صفحہ ۱۸۵)

اللہ کے لئے ایک چیز کو چھوڑنے سے

اس سے بہتر عطا ہوتا

جو شخص اللہ کیلئے کوئی چیز چھوڑتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے اس سے بہتر عطا فرماتے ہیں، ایک دفعہ میں نے اپنی لفظی خواہش کے حصول پر قدرت پائی، جو میرے نزدیک دنیا سے کے سر میں غصے پانی سے بھی زیادہ نڈھال، ۲۰ سال کی عمر میں تھی کہ تقویٰ اور احتیاط کے سوا کوئی نالغ اور رکاوٹ نہیں ہے اور بظاہر وہ ناجائز تھی، میں محزون ہوا اور غصہ کو اس سے روک دیا، میں حیران تھا کہ میں نے کس طرح اس کے ختمیٰ مطلوب سے اسے منہ کر دیا ہے، جبکہ سوشل سائنس کے اور کوئی رکاوٹ بھی نہیں اور میں نے کہا اے غصہ، بخدا میرے مطلوب کے حصول کی کوئی صورت نہیں، بلکہ اس سے بھی کم وجہ کی، اس پر غصہ بے شک ہوا تو میں نے پکار کر کہا کہ تیری گفتی عمر ۱۰۰ سال کے حصول میں تیری موافقت کی ہے، جن کی لذت تو جاتی رہی اور

اس صل پر صاف آج تک باقی ہے۔

قرض کیا، یہ مراد بھی پوری ہو گئی تو کیا بذت سے کی گئی مراد عداوت نہ اٹھنی ہوئی، اس پر غصہ نے کہا کہ مجھے کیا کرنا چاہئے، میں نے جو بد شعر (ترجمہ) میں نے صبر کیا ہے اور بخدا بہت کے مقابلہ میں صبر کی بہت مجھ میں نہیں ہے لیکن یہ صبر مجبوری کی وجہ سے ہے اور دیکھ، میں اپنے اس عمل پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہترین جزا کی توقع رکھتا ہوں اور صبر کی جزا بھی قوری مل جاتی ہے اور کبھی سرفراز ہو جاتی ہے، جلدی ملے تو خیر اور اگر سرفراز ہوجانے تو مجھے اپنے رب سے اربے والے کیلئے انجی بڑا ملے میں ذرا شک نہیں، کیونکہ جو کوئی اللہ تعالیٰ کیلئے کچھ چھوڑتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے بہترین عوض عطا فرماتے ہیں اور بخدا میں یہ مطلوب اللہ تعالیٰ کیلئے چھوڑ دیا ہوں، ارہمہمہ آخرت کے چھوڑنا بھی مجھے کافی ہے، حتیٰ کہ اگر مجھے کہا جائے کہ تجھے چھوڑ دیا ہے کہ تو نے اللہ تعالیٰ کی رضا کو اپنی خواہش پر ترجیح دی تھی تو میں کہہ دوں گا کہ ماں صواب ان تو اسے غصہ، تجھے عطا کرنے والے کی اس توفیق پر خوش ہونا چاہئے، وہ نہ کتنے ہیں جو محروم ہیں اور ڈرتا رہا کہ کہیں تجھے بھی اس میں شل نہ کر دیا جائے "ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم" یہ لفظی بات ہے اور میں ۱۵ سال میں داخل ہوا تو مجھے ۱۱ بہترین عوض ملا، جس کی مثال میں نہیں دے سکتا کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کیلئے چھوڑنے کی ۱۱ چیز ہے، جو دنیا میں ملی ہے اور آخرت کے اجر کا تو کیا ہی پوچھتا۔ (صفحہ ۱۸۶)

غصہ سے مکالمہ

میں ایک صحیحیت میں مبتلا ہو گیا، اس سے نہایت اور راحت حاصل کرنے کیلئے میں نے بہت دعا کی، مگر قبولیت میں تاخیر ہوئی، حتیٰ کہ غصہ بے چین ہونے لگا اور دعا میں رکاوٹ ہونے لگی تو میں نے دور سے پکار کر کہا، تیرا پاس ہوں، ذرا اپنے معاملہ میں بھی غور کر لیا، بتا دیا کہ تو ملکوت ہے یا آراہنہ اپنی مدد پر خود کرتا ہے یا کوئی اور؟ کیا تجھے معلوم نہیں کہ دنیا آزمائش و امتحان کا مقام ہے تو جب تو کسی غرض



ہے کر سکے، آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ دین بہترین دین ہے، اس میں  
زنی کے ساتھ زندگی گزارو اور بغیر ضرورت بات سسر کے آدمی نہ مسافت قطع کرتا  
ہے اور نہ ہی سواروں کو بھیچ سالم پاتی چھوڑتا ہے اور یہ بھی یاد رکھئے کہ عاقل  
انسان کو چاہئے کہ ایسے امور میں اپنے کو عاقل بنالے، جن امور میں عقل قیامت  
کھینچتی ہے۔ (مطبوعہ ۱۳۷۷ء)

فضل پیش کے نتائج

دنیا میں (حقیقی) زندگی اسی کی ہے، جو قبل پر گزارہ کر لیتا ہے۔ اس لئے کہ  
افضل پیش کی حرص جتنی بڑھے گی، فکار بڑھیں گے تلخی انتشار بڑھے ہوگا اور فراق، غم،  
بن کر رہ جائے گا۔ بعض لوگوں نے قیامت چھوڑ دی، پیش میں چڑھ گئے، جس سے  
دوسروں کے آگے ذلیل بھی ہوئے اور اپنے دین کو بھی قربان کیا۔ (مطبوعہ ۱۳۴۳ء)

وقت کی قدر کی ضرورت

وقت انتہائی گرامں قدر ہے۔ ایک لمحہ بھی ضائع کرنے کے قابل نہیں، بخاری  
شریف میں حدیث ہے کہ جو شخص ایمان اللہ و کلمہ کہتا ہے اس کے لئے جنت میں  
بجور کا ایک درخت لگ جاتا ہے۔

وقت اور زمانہ تحقیق کی طرح ہے، گویا انسان کو کہا جا رہا ہے کہ جب بھی کوئی  
چج کاشت کرے گا، ہم اس سے ہزاروں ہریاں فلذ کی انگیٹیں ملے تو کیا کسی عاقل  
کو زیب ہے کہ چج ہونے میں توقف کرے یا سستی دکھائے۔ (۱۳۴۲ء)

مومن کو دین کی ہر چیز

آخرت کی طرف منتقل کرنے کا سوجب

مومن کا دھیان آخرت میں لگا رہتا ہے اور دنیا کی ہر چیز اسے آخرت کی  
طرف متوجہ کرتی ہے۔ اور کوئی شے اگر اسے غافل کر دے تو اس کی ہمت و ارادہ  
سے بھر متوجہ کر دیتا ہے۔ (۱۳۷۴ء)

عالمین کے شکریات کی نوعیت

مومن جب تبار کی دیکھتے ہیں تو قبر کی تاریکی یاد کرتا ہے۔ کوئی تکلیف دو چیز  
دیکھتے ہیں تو خواب کو یاد کرتا ہے۔ کوئی پریشان ہوا رہتا ہے تو بعدہ امور کو یاد کرتا  
ہے۔ توں کو تینہ کی حالت میں دیکھتے ہیں تو قبروں کے مردوں کی طرف دھیان کرتا  
ہے۔ لذت کی چیز دیکھتے ہیں تو جنت کو یاد کرتا ہے، جس اس کی فکر اور سوچ وہاں کی  
اشیاء سے ۱۰۰ سے ۱۰۰۰ سے بھی اسے سرگاہ سے بچائے رکھتی ہے۔ (۱۳۷۴ء)

کس کی دشمنی، دشمن کا نتیجہ ہوتی ہے،

درجات کی بندی کا

کسی کی مخالفت یا دشمنی یا تو کسی گناہ کا نتیجہ اور اس کی سزا ہوتی ہے یا  
درجات کی بندی کا ذریعہ ہوتی ہے۔

افنیاء کی صحبت سے دنیا حسین بن کر سامنے آئے گئی ہے۔

افنیاء کی صحبت سے دنیا حسین بن کر سامنے آئے گئی ہے۔

گناہ کے ذریعہ

مال کمانے کا نتیجہ

جو شخص گناہ کے ذریعہ مال کماتا ہے پھر اس سے صدقہ دے کرے یا صدقہ  
کرے یا فی سبیل اللہ خرچ کرے، یہ سب متعلق کر کے جہنم میں پہنچ دیا جائے  
گا۔ (حدیث شریف)

اے اللہ (محبت ﷺ) کے گمراہنے کی روزی بقدر ضرورت کر دے۔

عقار نہ چال چلنے والے کا حشر

ایک شخص پشاک اڑھے پاؤں میں سمجھتی کر کے، عقار نہ اٹھا دے چل رہا تھا  
کہ زمین میں دھنسا دیا گیا۔ جو قیامت تک یوں ہی چلے چلا جائے گا۔ (حدیث)  
جو شخص افکار میں نیکیوں اور قلب کی اصلاح چاہتا ہے، اسے چاہئے کہ لوگوں  
کی مجالس سے دور رہے۔

بازار جانے سے قحط کا چما چاتا

ایک صاحب دل شخص بازار سے واپس گھر آتا ہے تو اس کا دل بدلا ہوا ہوتا ہے۔

داروں کو قحطی چھوڑ جاتا بھر ہے

آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ اپنے داروں کو قحطی چھوڑ کر جانا، اس سے بھر ہے کہ تیرے بعد وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے بھرے۔

مال کے وقت امام احمد بن حنبل کی حالت

ہر زلت سے بڑی ذلت بالداروں اور امراء کی صحبت میں جاتا ہے۔ امام احمد بن حنبل کی خدمت میں مال آیا بیٹے نے قبول کرنے کا مشورہ دیا تو فرمایا، بیٹے مجھے پاک دامن رہنے دے۔

ملم کے راستے سے دنیاوی افراط

اور ساسی کی لائین میں لگ جاتا

ملم سے مشوب بہت سے لوگ دنیاوی افراط کے لئے ساسی کی لائین میں لگے ہوئے ہیں۔ ان کے علم کا کیا نفع ہوا اور بہت سے لوگوں کو حصول افراط کے لئے زہر کا روپ دھرتے دیکھا، بس دنیا ایک جال ہے اور لوگ چابیوں کی مانند ہیں اور چنڈا دانے پر گرتی ہے اور بچنے جانے کا میں کبھی نہ کہتی۔ بہت سی حقوق نندہ لڑکوں کے شوق میں اپنے انجام کو بھول چکی ہے۔

عام کتاب اور فکاری کتاب کی حالت

ایک دوسرے سے بد گانہ روش

فکاری کتے جب محلہ کے کتوں کے پاس سے گزرتے ہیں تو یہ ان کو خوب بھونکتے ہیں اور ان کے پیچھے بھاگتے ہیں، یوں لگتا ہے کہ یہ ان کو ختم و کفریم والے جان کر ان پر حسد کھاتے ہیں۔ مگر فکاری کتے ان کی طرف ذرا بھی قہقہ نہیں کرتے اور بھاری باب لگتا ہے کہ یہ فکاری کتے ان کتوں کی جنس ہی سے نہیں۔ (صفحہ ۲۲۹)

صاحب محل مومن کی وادی کا انگ ۲۱۸

یہی حال صاحب محل مومن کا ہے جو اپنے حاسد پر قہقہ نہیں دیتا اور نہ ہی اسے کسی ٹھہر میں لٹاتا ہے، اس لئے کہ اس کی وادی انگ ہے۔ س کی وادی انگ، یہ دنیا کی بنیاد پر اس سے حسد رکھتا ہے اور اس کا نصب العین "حسرت سے دوں وادیں کے درمیان بڑا فرق ہے۔" (۲۲۹)

حسد کا دین پر غائب آجاتا

حاسد کی نرم کھائی سے دھوکہ نہ کھانا، کیونکہ حسد دین پر غالب آجاتا ہے۔ قاتل کو حسد ہی سے قتل پر آمادہ کیا تھا، یہ صف علیہ السلام کو بھی نبی نے کھوئے داسوں فروخت کیا تھا۔ ابو عامر صاحب عبادت گزار شخص تھا اور عبداللہ بن ابی ریحوں میں سے تھا۔ مگر رسول اللہ ﷺ سے حسد نے دونوں کو خلاق میں اور ترک جانت میں پھیل دیا۔ یہ بھی مناسب نہیں ہے کہ حاسد کے لئے اس کی حالت سے بڑھکر سزا چاہی جائے۔ (روایح ابوکر نام ابن حزم کی مذکورہ عربی کتاب کا اردو ترجمہ "نہیں پھول" کے نام سے ہوا ہے۔ شیخ الحدیث مولانا اور صاحب نے ترجمہ کیا ہے، یہ حوالے اسی سے داخل ہیں)۔

بندہ مومن کے لئے دستور العمل

(حضرت مصاب الدین سہروردی کی وصیتوں کے آئینہ میں)

(حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی "علم و فضل اور تصوف

و معرفت کی دین کی متار شخصیت ہیں، شیخ الشیوخ ہیں، حضرت بہاؤ

الدین، ربی حاتمی اور شیخ سعدی النبی کے فیضانہ ہیں، ان کی کتاب

"عارف العارف" تصوف و معرفت پر مفرد توصیف کی کتاب ہے۔

حضرت شیخ سہروردی کی یہ کتاب وصایا پر بھی مشتمل ہے، جس میں



ن کی طرف سے اپنے لفظ اور فہم کو، کی جی دہشتیں اور نصیحتیں شامل ہیں، اس کتاب کی تفصیل، ازہر حضرت مولانا سید احمد فریدی صاحب نے کی ہے، جو "الفرقان" مکتبہ کے پر سے مدارس میں قلم دار شائع ہوئی ہیں۔

یہ دہشتیں کیا ہیں؟ ن کا ایک ایک جہد جس کی قوتوں کی معرفت، اپنے نفس کی فریب کاریوں سے بچنا ہونے کے اختیارات، دنیا دلی دنیا کی شرارتوں سے بچنے کی تاکید، ذکر اللہ، طہارت اور صحبتِ صالحہ سے ذریعہ نفس کو مضبوط بنانے کی کُنہ دور وصیتوں، اپنے رملی بحر کے تجربات و مشاہدات اور ریاضتوں کے تجربہ میں حاصل ہونے والی معرفت کی روح ان میں شامل ہے، یہ دہشتیں ایسی ہیں، جو اللہ کے ہر طالب کو مجبوراً ذکر، اللہ کی راہ پر گامزن ہونے، ذکر و فکر کے ذریعہ اندر میں خود زان ہونے اور راقی پر استقامت سے چلنے کے لئے ابھارنے والی ہیں ہم یہاں دہشتیں پیش کر رہے ہیں۔ (ترجمہ)

طاہرات ایمان و طاعات عبادت کے لئے

بنیادی چیزیں

وصیت اپنے صاحبزادے خاد اللہ بن کو۔

اسے میرے چارے بیٹے! میں تجھے اللہ سے محبت کی وصیت کرتا ہوں۔ نیز حق اللہ، حق رسول اللہ ﷺ، حق والدین اور تمام مسلمان کے حقوق کے ادا کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ پس اس صورت میں اللہ تعالیٰ تجھ سے راضی ہوگا۔

اے ایمانے اور پیغمبر! دونوں حاضرین میں اللہ کا ایمان رکھنا۔ قرآن کریم کو پڑھنا، سزا و عذاب، جہنم و جہنم اور جہنم و جہنم کے ساتھ کرتے رہنا۔ تمام احکام میں (سب سے پہلے) قرآن کی طرف رجوع کرنا، اس لیے کہ قرآن مجید، اللہ کی حقوق پر اللہ کی حجت ایمان ہے۔ قرآن کے حقوق کا احاطہ رکھنا۔ راقم سے یہ کام بھی دہرا کر نہ ہونا۔ لفظ کو حاصل کرنا، جاہلی صورتوں میں سے نہ ہونا۔ ہدایتی رسم سے

لوگوں سے علیحدہ رہنا، اس لیے کہ وہ دین کے چار اور طریق (راہِ حق) کے راہزن ہیں۔ سنت کی پابندی تجھ پر لازم ہے۔ اہل توحید کے اعتقاد پر قائم رہنا اور بدعت سے بچنا رہنا، اس لیے کہ ہر بدعت، گمراہی ہے۔ مردانِ کون، (انجمنی) عورتوں اور اہل بدعت سے نیز (بلا ضرورت) استیاء اور عوام سے اعتقاد نہ کرنا۔ ان سے میل جول کرنے سے دین برباد ہوگا۔ دنیا کی چیزوں میں تھوڑے پر قناعت کر لینا، صحت کو آرام دینا، بلی حلال پر گریہ دینا، حداد رد کرنا، اس لیے کہ یہ نیکیوں کی بجلی ہے، حرام چیزوں کو نہ چھونا۔ گریہ یا تو قیامت کے دن تجھ کو "گم" چھوٹے گی۔ حداد پکڑا پھینا۔ مکی صورت میں حدادت ایمان اور حدادت عبادت محض کرے گا۔

اللہ تعالیٰ سے ڈرنا وہ اور اس بات کو نہ بھول کہ اس کے سامنے (ایک دن) کھڑا ہوگا۔ صلوات اہل اور عیال اٹھارے پر عمل درآمد رکھنا۔ جماعت کی نماز نہ چھوڑنا، ریاست و مارت کو طلب نہ کرنا۔ اس لیے کہ جو ریاست و مارت کو پسند کرتا ہے، وہ کبھی ظلالِ یاب نہ ہوگا۔

برحالت میں قاضی کو اختیار کرنا

میرے اچھے طریق لازم ہے، تاکہ میرا عیال پست ہو۔ قلوب مسلمان کی طرف متوجہ رہنا۔ کوئی عیال قریب کرے تو بچوں نہ پاتا اور اگر کوئی عیال دُشمن کرے تو قسطنطنیہ نہ ہونا۔ حق وہم سے بے راہ ایک بارہا ہو۔ تمام حقوق اللہ کے ساتھ چنے انداز میں دینے رکھنا اور قاضی اختیار کرنا۔ حضور کریم ﷺ کے ارشاد فرمایا ہے، جو اللہ کے لیے قرض اختیار کرے گا، اللہ اس کو اپنی دھن سے گا اور جو عسکر کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کو نیچے گردائے گا۔

اللہ کی حقوق کو نظرِ رست سے دیکھنا

برحالت میں ہر نیکار اور بدکار کا اکرام کرنا۔ تمام انسانوں پر رحم کرنا، چھوٹے بچوں یا بڑے۔ اللہ کی تمام حقوق کو نظرِ رست سے دیکھنا (زیادہ) مت پس، اس لیے کہ بتنا غفلت کی وجہ سے ہوا کرتا ہے اور قلب کو مردہ کر دیتا ہے۔ آنحضرت ﷺ

نے زیادہ پہنے سے منع فرمایا ہے اور ٹھک کو موجب قہر کا باعث قرار دیا ہے۔  
 "تکسرۃ عینکے کا ارشاد ہے کہ "اگر تم وہ بات چاہو کہ جس کا مجھے علم ہے تو تم کم  
 ہنسو اور زیادہ گریہ ڈالو کرو۔ اللہ کی طرف سے ڈھیل کی وجہ سے بے خوف نہ  
 ہو جانا اور اللہ کی رحمت سے ناچیں بھی نہ ہونا، خوف ورجا کے درمیان زندگی بسر کرو۔  
 مردار دنیا کو ضرورت سے زائد

طلب کرنے میں دین کے رخصت ہونے کا خطرہ

اے بچے! دنیا جلی کو ترک کر، اس مردار دنیا کو (ضرورت سے زیادہ) طلب  
 کرنے میں دین کے چمے چانے کا خوف ہے۔ صوم صلوٰۃ کا خیال رکھنا، عبادت حق  
 میں، پرہیزگار، سب شان و فخر اور عالم کی حیثیت سے زندگی گزارنا، چاہی صوفی  
 سے یکساں رہنا، مشائخ کی بات و مال سے خدمت کرنا، مشائخ کے کھرب اور ان  
 کے حبیب اوقات اور ان کی سیرت پر دھون رکھنا، مشائخ کی باتوں کا انکار نہ کرنا،  
 ہاں مگر خلاف شرع کوئی بات ہو تو انکار کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اگر تو نے خواہ مخواہ  
 مشائخ پر اعتراض کرنا شروع کر دیا، تو تجھے بھی بھی لانا نصیب نہ ہوگی۔ تو اس سے  
 سول اور ان سے عرض لیجے کہ معاف نہ کرنا، کوئی جیج کل سے لیجے (خواہ خواہ) وغیرہ  
 کر کے نہ رکھنا۔ اس سے کہ اللہ تعالیٰ روزِ تبارہ رزق مقوم کیا گیا ہے۔ جلی انفس  
 والکلب ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جو دیا ہے، اس کو کبھی صرف میں، خرچ کر۔ بلی سے،  
 حسد سے، مکر و لریب سے پرہیز کرنا، ایسے لیے کہ بیکل اور حاسد دوزخ میں جا سکیں  
 گے۔

تلق سے کسی کا سہارا نہ دھرتا

اپنے حال کو مخلوق پر ظاہر نہ کرنا اور ظاہر کو خواہ مخواہ حریف نہ کرنا، اس لیے  
 کہ ظاہر کی شیعہ آپ باطن کی غرابی کا سبب ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رزق مطا  
 کرنے کے جو وعدے فرمائے ہیں، ان وعدوں پر بھروسہ کر۔ اللہ تعالیٰ نے تمام  
 مخلوق کے رزق کی ضمانت لے لی ہے۔ خود ارشاد فرماتے ہیں: وما من دالعی الاوص

یٰٰ خلیفۃ اللہ! (زمین پر چلنے والا کوئی جاندار نہیں ہے، مگر اس کا رزق اللہ کے  
 دے ہے)۔ تمام مخلوق سے (رزق کے سلسلہ میں) بالکل ناچیں ہو جانا، مخلوق سے  
 جی نہ لگانا، حق پرانا اور مخلوق میں سے کسی کا سہارا نہ دھوننا۔

تجھے لازم ہے کہ خصوصیت سے اپنے کسی کی حفاظت کا اہتمام کرے اور  
 لایق باتوں سے بچتا رہے۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ "انسان کے سلام  
 کی خوبصورتی سے ہے، یہ بات کہ وہ لائق اور بیکار ذات سے پرہیز کرے۔"  
 کھانے پینے، سنے اور کام کرنے میں کمی کرنا۔ جیسے خاص میں، جیری آگے  
 رونے والی، جیری دعا جہد و کمل ہو۔ جیسے کپڑے پرانے، جیسے رشتہ فخر و  
 ہوں، جیسے انگریز، جیسے املا، جیسے جی، رشتہ، جیسے موسم، دپ کریم ہو۔

چانچ فصلوں کے حال

خود سے ذاتی رکھنا

کسی سے ہوئی چارہ اور دوستانہ اس وقت تک نہ کرنا، جب تک اس کے  
 اندر چانچ فصلوں کو نہ پالے۔

(۱) وہ مالدار کی کے مقابلہ میں فخر کو مقدم رکھنے والا ہو۔

(۲) جہالت کے مقابلہ میں علم کو اختیار کرنے والا ہو۔

(۳) علم کے مقابلہ میں عمل کو زیادہ پسند کرنے والا ہو۔

(۴) دنیا پر آخرت کو فوقیت دینے والا ہو۔

(۵) (اللہ کے راستے کی) ذلت کو (دنیاوی) عزت پر ترجیح دینے والا ہو۔

طاوہ ازہی وہ علم ظاہر و باطن میں کامل و وسیع ہو۔ نیز وہ موت کے لیے مستعد ہو۔

اے بچے! دنیا اور اس کی ظاہری رونق و زینت پر فریفتہ نہ ہو جانا۔ دنیا ظاہر میں  
 برتر، پر رونق اور برا عبادت معصوم ہوتی ہے، (ح) حقیقت اس کے خلاف  
 ہے۔ مطابق ارشاد نبوی ﷺ، دنیا میں اس طرح زندگی بسر کر گویا کہ تو مبرا ہے۔

آپ در سے لکھتے اور دل کی نیت  
جاننے والی نصیحتیں

مجھ سے میرے ایک دوست نے (اللہ تعالیٰ تمام احباب کو توفیق عطا فرمائے)  
فخر کی درگس کے مکر و فریب کی شرح چاہی ہے، اس کے جواب میں لکھتا ہوں کہ  
میں دنیا کے ہر علاقوں میں گھومنا ہوں۔ میں نے بہت سے امور کا تجزہ کیا ہے۔  
بڑے بڑے کاموں پر سوار رہا ہوں، بزرگوں کی صحبت اٹھائی اور چیزوں کی کڑواہٹ  
اور مضامین کو چکھتا ہے۔ کربلا کی چھان بین کی ہے۔ ملائی خدمت میں رہا ہوں،  
گلابت قدرت کا مطالعہ کیا ہے، (اس کے بعد میں لکھتا ہوں کہ) میں نے کوئی شے  
عمر اور دنیا سے زیادہ جلد زوال پذیر ہونے والی نہیں دیکھی اور موت و آخرت سے  
زیادہ قریب کوئی چیز نہیں پائی۔ میں نے قاضی کے اندر، دنیا و آخرت کی برائی اور  
موت کے اندر تمام جہاں کی برائی دیکھی، میں نے سب سے زیادہ نقصان دہ اس  
فحش کو دیکھا، جو اپنے اوقات کو (لیٹ لٹل اور) لیت و لطف میں گزارتا ہے، میں  
نے سب سے اچھی نیت توفیق کو پایا اور سب سے بُری چیز لالی کو۔ میں نے وہ  
چیز جو جامع شر ہو، حسد کو پایا اور کسی شخص کے سامنے دوسرے سوال دروازہ کرنے میں  
دلت کی موت پائی۔ مجھے حیاتِ ابدی، سوال سے بچنے اور اپنے حال کو چمکندہ رکھنے  
میں نظر آئی۔ کوشش اور جدوجہد میں، میں نے توفیق کا مشہور و آخر یہ پایا۔ میں نے  
ہر حسیں کو محرم دیکھا اور جس کسی کو خطاب دینا دیکھا، معلوم پایا۔ ذلت و خواری  
میں نے ان لوگوں میں دیکھا، جو خاصہ خلق میں مصروف ہیں، میں نے غافل اگر  
دیکھا، اس شخص کو جو آخرت کی طرف متوجہ ہے۔ دنیا کے راضی کو میں نے بس دنیا  
ی میں مشغول اور جان کھاتے دیکھا۔ دنیا سے بے پرواہ کو قادرِ اہمال اور مطمئن  
پایا اور بے یقی دیکھا کہ جو واقعی "مربیہ" ہے، وہ (سچا) طالب ہے اور جو فضا مرید کا  
دروائی ہی دکھائی کرتا ہے، اس کو کاذب پایا۔ میں نے برکت رزق اور برکت عمر،  
حمت خداوندی میں دیکھی اور دنیا و آخرت دونوں (کی کامیابی) متابعت رسول

استیغاثہ میں پائی۔ میں نے داخل جنت اہلِ طہال میں دیکھا۔  
جاننے والے فقیرا (اللہ تعالیٰ تجھے توفیق دے) کہ فقر و درویش کی نیت

اور بنیادِ ن جہاں پر ہے، جہن کو میں جان کرتا ہوں  
تیرا زادہ توفیق اللہ ہو۔ تیری پابندی ناس ہو۔ تیرا سفر خلاص ہو۔ تیرے  
اوس مرض ہوں، تیری منزل قبر ہو، تیرا سحری یقیں ہو، تیری حقیر بجز واکساری  
ہو۔ تیرا مکر خلوت ہو، تیری مجلس مسجد ہو، تیرا درس عسکت ہو، تیری نظر عبرت ہو،  
تیری محاذِ حق ہو، تیری عادت حسن فعل ہو، تیری معصم قاضی ہو، تجھے نصیحت کرنے  
والے متقا۔ ہوں، تیرے واقعہ حوادثِ اہم ہوں، تیرا سحر و کرموت ہو۔ تیرا ہتھیار  
دشو ہو، تیری سواری پر پیڑ گاری ہو، تیرا دشمن شیطان ہو، تیرا مدد گس ہو، دنیا تیرے  
نزدیک ایک قید خانہ ہو اور غواشی گس تیری نظر میں واردہ نہیں ہو۔ تیری رامت  
تخلوع (نخل) ہو اور تیرا من استغفار ہو۔ تیرے قلم دین ہو، تیرا شعار شرف ہو، تیری  
محبت تاب اللہ ہو، تیرا انکس ملت رسول اللہ ہو، تیرا راس مال، اللہ تعالیٰ کے  
ساتھ حسن کن اور تیرا مشفق آنحضرت ﷺ پر درود بھیجتا ہو۔

گس امداد سے بچا رہا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے گس کو تمام شیوہ میں شرم  
تربیت بنا دیا ہے اور یہ گس تیرے دونوں پیوؤں کے دوسرا ہر وقت موجود ہے۔ گس  
کی مثال اس پر ہے، جو مکر کے تمام سادہ سادہ سے خوب وقت ہو۔ گس کی  
مستند ہمدرد ہے جس کو کہ شر سے محبت اور خیر سے بغض رکھتا ہے۔ مہم ہمدرد سے  
فانست اور بجا خواہشات سے موافقت رکھتا ہے تو اسے طاعت کی طرف بلانے کا،  
وہ تیرے حق میں معصیت کی تحریک کرے گا۔ گس، شہوت و خواہش کے مہم ہمدرد  
چہ پانچ سے ناند ہے۔ گس، خوف کے مہم میں بی کی طرف ہوتا ہے اور امن  
کے زمانہ میں شیر اور پھیلا جان جاتا ہے۔ گس کی ایک بُری عادت ہے کہ وہ فخر  
وفاق سے تو نارتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ سے اور اس کے فیضِ علم سے نہیں ڈرتا۔  
شیطان، گس کے چشمہ میں ہے اور اس کے بہت سے دھار ہیں۔ جیسے دنیا اور دنیا  
کی ٹیپ چاہ اور دنیا کے مشغولیت۔

نفس کے ہر برہدار، گھر کے پاس غلّہ، دھن، نخل و قحط اور نعمت حیات کے سلسلے کی بہت سی چیزیں موجود ہیں۔ جیسے کھجور، انار، کھجور، آبل، کھجور، کھجور، حب دیوانہ، لہاری، بکھر، مدد، چٹائی، عادات ذمیر، شرب خمر، ارتعاب معاصر، سوچ، جمع مال، طویل امیدیں۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے توئیں ہی، اس کو نفس کے صوب سے آگاہ کر دیا اور نفس کو سکڑا کرنے میں اعانت فرمائی۔

نفس کو تواضع و انکساری

زنجیروں میں جکڑنے کی ضرورت

تو اس کے منہ میں تھوکی کی جگہ بجائے اور اس کو تڑپنے دیکھ کر نہ رنج و  
 بر جگڑا۔ کہہ: محل کو اس کا بندھن بنادے۔ شرع کو اس کا قید خانہ اور عبادت کو  
 اس کا داروغہ بنادے۔ عبادت و اطاعت کے اجر بھی محل کی طرح طرح کی  
 نگاریوں اور عمارتوں میں اٹھار جاتی ہیں اور یہ نگاریاں و مصیبت دہانی نگاریاں  
 سے بھی زیادہ بری ہوتی ہیں۔ مٹا عبادت کو دکھانے کے لیے سونوار، قیمت محل  
 منہب کرنا، ریاض کاری، نفاق اور اس بات کو پسند کرنا کہ لوگ ہاتھ چسب، خرب  
 تعریف کریں، بادشاہوں اور بادشاہوں کی توجہ اور ہوجائے۔ دنیا والوں میں آنا  
 جانا، شمع اور مانتہ، اپنے دلوں اور گزروں کا انکار، لوگوں کو دکھانے کے لیے کم  
 کھانا، اچھ کرادے کی تشہیر، اپنے وجہ اور بگاڑ کا ڈبہ کا اعلان، ہونٹوں کا چلانا،  
 آنکھوں سے اشارے کرنا، بالداروں سے میل ملاپ، مریضہ کی کھڑت، زیارت  
 نساء۔ بعد ذہالہ علیہ السلام الشیطان المرجوم

جب اللہ تعالیٰ کی ہمد کی خیریت پڑتا ہے تو اس کو گناہ کے عذاب سے  
والحمد لله رب العالمین والصلوة علیٰ رسولہ محمد  
وآلہ واصحابہ اجمعین

(حضرت شیخ فرید الدین عجمیؒ)

حضرت فرید الدین گرج، چچی سلسلہ کے ان چار اہل بیت  
روہوں میں شامل ہیں، جن سے برصغیر ہند کے مسلمانوں کو سب سے  
زیادہ فیض پہنچا ہے، ان میں حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ ان کے  
خفیہ حضرت نقیب الدین غیاث کاکیؒ ان کے حبیف حضرت فرید الدین  
گرجؒ خود ان کے حبیف حضرت نکام الدین دیوانہ شامل ہیں۔  
ان کے روحی بھائی کھڑوں، دھانکا کے اپنے حصہ سے آخری دھاک  
بہتر داری، صحت فقر و استغراق محبت کے واقعات پڑھنے ہیں جو افراد  
سراپا جہت بن جاتا ہے، اللہ نے ان کے لئے زندگی بھر کے کھادے  
"سیرت کریمے" لئے اور ان کی بدولت ان کے فیض کو صمدیوں تک جاری  
(سازاری رکھا۔ عرب)

فرمایا، اسے درویشی اگر اہل محبت کو قیام چھوڑی آفات کر کے دی جائیں تو وہ انہیں آگ کا اہلکار بھی نہیں دیکھتے۔ وہ صرف بحال حق کے حدیثی ہوتے ہیں۔ غریب کہ جب غریب پر یہ بدھتی ہے اجرت، شوق میں مشغول ہوتے تو خیرات دین یا چار دین رات کھڑے ہوئے بلکہ آواز سے بھی کہتے جاتے کہ ہنوز فلسفیانہ غرض منہو ہوا ہے۔ دین کا اس نہیں کہ لپیٹ میں بار دوسری نئی زبان پر آکر ہے۔

باجر فرمایا کہ حضرت ابراہیم ادم رحمت اللہ علیہ سے پہچان گیا کہ آپ نے ملک  
وقت کیوں چھوڑا تو؟ انہوں نے فرمایا، ایک روز میں بیٹا تھا کہ مجھے جنت کا آئینہ  
دیکھا گیا۔ جب میں نے اس پر نگاہ ڈالی تو اپنی منزل گور میں دیکھی، جس میں نہ  
کوئی میرا عریض ہے اور نہ میرے پاس سامان۔ قاضی عادل ہے اور میرے پاس  
کچھ بھی نہیں۔ اسی وقت میرے دل سے ملک کی محنت جاتی رہی اور سلطنت چھوڑ کر  
دوسرے ملک میں چلا گیا۔

حق تعالیٰ کی محبت انکی بادشاہ ہے کہ جب وہ کسی دل میں جگہ بنا لیتی ہے تو وہ اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ اس کے سوا کوئی اور بھی اس دل میں موجود رہے۔ بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ میں غزنی میں ایک درویش سے ملا جو اہل محبت میں سے تھا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ اسے درویشی! محبت کا انجام بھی ہے یا نہیں؟ یہ سوال سنتے ہی اس نے مجھے ڈانکا کہ اوجھوئے! محبت کی کوئی انتہی نہیں۔ پھر فرمایا کہ اسے درویشی! شطن اٹھی آگ کی وہ ٹکوار ہے کہ جس چڑ پر گرتی ہے، اس کے ٹکڑے کر دیتی ہے۔ ("اسرار الالہیہ" مرتبہ خواجہ ہار اسحاق)

وہ ذکر سے خالی دل پر

کوئی لغت اڑ نہیں کرتی

فرمایا، میں نے خواجہ قطب الدین بختیار خاں قدس سرہ الصغیر کی زبانیں سنا کہ حق تعالیٰ کی محبت انسان کے تمام اعضا میں ہے۔ اللہ نے انسان کی سرشت اپنی محبت سے کی۔ اگر آکھ ہے تو وہ دوست کی محبت میں مستغرق اور اس سے بڑے ہے۔ گر ہاتھ پاؤں ہیں تو وہ بھی محبت حق میں فروغ ہیں۔ میں اسے درویشی! آدم زاد کے اعضا کا درد بھر بھی محبت حق سے خالی نہیں۔ حرے فرمایا، ایمان حق کا دل ایسے چراغ کی طرح ہے، جو انوار کی قدیل میں دکھا ہے اور جس کی روشنی سے سارا جہاں منور ہے۔ میں ایسے قصوب کو تاریکی کا کیا درد فرمایا کہ جس کی نہ سوئی! درحق ہے، جو یاز حق میں ہے، اس کا دل نہیں مرنے اور جو یاز حق سے خالی یا محروم ہے، اس پر کوئی لغت اڑ نہیں کرتی۔ فرمایا، میں نے کتاب محبت میں لکھا، ایمان ہے کہ بھوک ایک دل ہے، جس سے رحمت کی بارش ہوتی ہے۔ فرمایا کہ ایک مرتبہ خواجہ باغیہ مدنی رحمت اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ محبت کیا چیز ہے تو آپ سے فرمایا کہ دنیا دانیہ سے دل نہ لگاؤ جائے۔ یہی محبت ہے۔

اللہ کے دوست کی حالت

فرمایا، خواجہ مصنف ابن عربی رحمت اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ دوست کے

اسرار خواجہ صوفیہ ہیں اور خواجہ صوفیہ عاشق کے ہی دل میں قرار پکارتے ہیں۔ اس لیے کہ جب سخی سعادہ رازی قدس سرہ الصغیر سے پوچھا گیا کہ آپ کو کبھی ہشتے یا بات کرتے نہیں دیکھا گیا۔ تو فرمایا کہ کوئی گھڑی ایسی نہیں گزرتی کہ اللہ تعالیٰ کی مجلس کے انوار اور اسرار میرے دل میں نہ ہوں۔ میں جس دل میں دوست کے اسرار و انوار ہوں۔ اسے ہلکی اور پاؤں سے کیا واسطہ۔ بس اسے درویشی! فانی اور بات حقیقت اسی وقت ہوتی ہے، جب یہ غم ہوتا ہے کہ دل العجب الی العجب یعنی دوست دوست سے جا ملے۔ (اسرار الالہیہ صفحہ ۸)

(طالب حبیب غس کو کجاہدات کی بھٹیوں میں گمراہ کرنے کی راہ پر گامزن ہوتا ہے تو محبوب کا شفق اسے دوسرے سارے کاموں سے نیکو اور بے نیوڑ کر دیتا ہے۔ حالت نکاح رسائی اور حالت بھائی آئے کے بعد ہی اس میں دوسرے کاموں کو پوری طرح محبوب کی مرضی کے مطابق سرانجام دینے کی استعداد پیدا ہوتی ہے، اس کے بعد اس کا ہدف خدمت دلیفرہ کے کام میں جانتے ہیں۔ اس مقام پر "کری یانا ہشتا، اس کے لئے عبادت کا سوچنا بنتا ہے۔ مرتبہ) کسی پر بھیج ظاہر نہ کرنا

امیر المؤمنین عمر بن الخطاب سے پوچھا گیا کہ آپ نے کیا بات دیکھی، جو اللہ تعالیٰ سے غیر معمولی محبت کی، فرمایا ایک راہ میں بھی تھا کہ محبت کا تیند میرے ہاتھ میں دو گیا، میں نے اس میں دیکھا، تو مجھے ایک صورت دکھائی دی۔ جس پر میں شیون ہو گیا۔ فرمایا کہ اے راہ تو بڑے مستعد کی اور کہہ کہ یہ لغت مجھے عطاء ہو، غم ہوا کہ یہ لغت تجھے دیتے ہیں۔ لیکن کسی پر ہا۔ یہ بھیج ظاہر نہ کرنا تاکہ اسے یہ عبادت کے حق ہو سکے۔ ("اسرار الالہیہ" مرتبہ خواجہ ہار اسحاق صفحہ ۸)

لوگوں کی چار قسم کا ہوتا

حسد دل کی چار قسمیں ہیں۔ اول وہ جن کا ظاہر انصاف سے آراستہ ہوتا ہے، لیکن باطن خراب ہوتا ہے، دوم وہ جن کا ظاہر خراب، لیکن باطن آراستہ ہوتا ہے۔ سوم وہ جن کا ظاہر دہان و دلوں خراب ہوتے ہیں۔ چہرہ وہ جن کا ظاہر

وہاں دونوں آراستہ ہوتے ہیں۔

پہلا گروہ جن کا ظاہر احاطہ سے آراستہ ہے، لیکن باطن خراب ہے، وہ پیسے لوگ ہیں۔ جو لوگوں کے دکھانے کی خاطر بہت مہارت کرتے ہیں اور وہ انہیں عزت دیتے ہیں اور ان کا دل انہیں میں مشغول ہوتا ہے۔

ایک مرتبہ نئی سرائیل میں ایک رہنے والے پانچ سو سال اللہ تعالیٰ عزوجل کی عبادت کی۔ جب وہ مر گیا تو اسے خواب میں دیکھا گیا کہ آگ کے طوفان اس کے گھر میں ڈال دیا گئے ہیں۔ اور آگ کی کڑیاں اس کے پاؤں میں پھنسی ہوئی ہیں۔ اور اس کے گرداگرد تمام آگ ہی آگ ہے۔ اور فرشتے گزریں مارتے ہیں اور وہ تو یہ تو یہ پکار رہا ہے اس سے پوچھا گیا کہ تو تو زاپ تھا اور پانچ سو سال تو نے مہارت بھی کی، پھر تیری یہ حالت کیوں ہے؟ اس نے کہا اے مسلمان! جو مہارت میں کرتا تھا سب اخلاص کے کی کمی تھی مہارت کو دکھانے کی خاطر یہ کرتا تھا، باطن میں دلہا میں مشغول تھا، اس لئے وہ ساری مہارت میرے سوت پر ماری گئی اور ہم ہمارے زیادہ محنت طلب کے تھے۔ اسے اسے طلب کرو۔

دوسرا گروہ وہ جن کا باطن آراستہ اور ظاہر خراب ہوتا ہے، وہ دلچائے ہیں۔ جو باطن میں اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول ہوتے ہیں۔ اور ظہر میں ان کے پاس کوئی مہارت نہیں ہوتی۔

جن لوگوں کا ظاہر و باطن خراب ہے، وہ عوام الناس ہیں، جنہیں احاطہ وغیرہ کی کچھ خبر نہیں۔ لیکن جن کا ظہر و باطن آراستہ ہے۔ وہ مشائخ ہیں، اگر تحقیق سے ان سے کچھ احاطہ دیا کے طور پر ظاہر ہو جائے تو وہ اپنے آپ کو اس وقت تک مجاہدہ میں دیکھتے ہیں، جب تک کہ اس دین سے برقی نہ ہو جائیں۔ (صفحہ ۱۲۸)

گندھری کے لائق افراد

فرمایا، گندھری اور صوف اخیاء کا لباس ہے۔ یہاں اسے وردیش 'یہ لباس اس شخص کے لئے جائز ہے، جس کا ظاہر و باطن بری صفات سے خالی ہو، اس لئے کہ صوفی وہ شخص ہے۔ جس میں دنیاوی یا بشری کسی قسم کی تشنگی نہ کہارت نہ ہو۔ (صفحہ ۵۶)

اہل دنیا سے سیلا جمل روایتیں

فرمایا، ایک مرتبہ میں دمشق کی طرف بطور مسافر چلا رہا تھا، ایک بربرگ کو دیکھا۔ جسے شیخ شمس الدین زہدوش کہتے تھے۔ اور جو جو حکیم تہذیب کے دشت داروں میں سے تھے۔ جب میں سے اس کی حفاظت میں حاضر سلام کیا تو عدم کے جواب سے بعد فرمایا کہ بیٹھ جا، میں تجھے سناتا ہوں۔ اسے میں چند صوفی سنے اور انہوں نے عرض کی کہ جناب کا قد مرید علی بن ابی طالب سے زیادہ سبیل چل رہا ہے۔ اس پر میں نے جب یہ سنا تو اس مرید کو بلایا اور اس کی گندھری اور صوف اترا کر آگ میں پھینکادی۔ اور نہایت لمبے سے فرمایا کہ اسے کلالا دو۔ کیونکہ یہ بھی صوف کے لائق نہیں ہوں۔ (صفحہ ۵۷)

اہل محبت کو چار مقامات کے علاوہ

آرام کا نہ آتا

فرمایا ایک مرتبہ خواب قلب اللہ میں پختہ راہی سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ تک کس طرح پہنچ سکتے ہیں، فرمایا، اندھے ہیں، گولہ پگھلتے ہیں اور بہرے پگھلتے ہیں جب یہ تمام چیزیں جاتی رہتی ہیں تو کچھ تو کہ وہ خدا رسیدہ ہو گیا۔ لیکن جب تک یہ دشمن ساتھ لگے ہوئے ہیں، کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔

فرمایا، اہل محبت کو چار مقام سے سزاوارکس قرار حاصل نہیں ہو سکتا۔ اول کمرے کوئے میں۔ جہاں کوئی شخص حرام نہ ہو۔ دائم مسہر میں۔ جو دوست کا مقام ہے، سوگ قبرستان میں، جو گمراہ سے ہجرت حاصل کرنے کا مقام ہے، چہارم ایسی جگہ جہاں کسی کا گزرتا ہو یا وہ ہو یا نہ ہو۔ (صفحہ ۸۰)

کلاہ اس کے اہل ہی کو دینا چاہیے

یہ کہ کلاہ اس شخص کو دینا چاہیے، جس کا ظاہر و باطن روشن ہو، جب کوئی کلاہ کا خواستگار ہو تو پہلے نور سرفراز سے اس کے باطن کو دنیاوی آلائشوں سے صاف کیا جائے، جب اس کا ظاہر و باطن پاک ہو جائے اور کسی قسم کی آلائش باقی نہ رہ جائے تو پھر کلاہ دیا جائے، اگر ایسا نہ کرے گا تو (یعنی) خود بھی گمراہ ہوگا اور اس مرید کو

بھی گمراہ کر دے گا۔ ہمیں۔ اے درویش! اسے اہل فرقہ دکھا دو روزی کی خاطر دربار ہوتے ہیں اور روٹی کے محتاج ہیں، اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ بدایات ہیں۔ یعنی کدھر سر پر رکھ کر اس کا حق ادا نہیں کرتے۔ اس لئے وہ دنیا داری میں مبتلا ہوتے ہیں۔ (صفحہ ۵۳)

(دعویٰ ہو کہ کادہ اس زمانہ میں درویشی کی نشانی تصور ہوتی تھی، بزرگوں کے ہاں یہ قاعدہ صحت، خوشبختی، پس کی بڑی طرح پوری کے بعد ہی حتمی۔ مرتب) غفلت کا حق ادا نہ کرنے کی سزا

(اس مظلوم میں فرقہ کا ذکر ہے، فرقہ اس دور میں غلامت کی علامت شمار ہوتا تھا اور فرقہ کے صاحب کو بزرگ اور کھانا چاہتا تھا۔ مرتب)

شیخ شہب الدین رشتہ اللہ علیہ کے فرزند نے باپ سے فرقہ کا سوال کیا تو فرمایا ”مگر آٹا، انجبین فرقہ دیا جائے گا۔ اسی رات فرزند نے خواب میں دیکھا کہ دو آدمیوں کو فرشتے لگے میں آگ کی لٹنجے ہیں اے اوپر کی طرف لے جا رہے ہیں۔ آپ نے فرشتوں کا دامن پکڑ کر پوچھا ہے کہ کیا ہے؟ یہ کون ہے اور وہ مرے۔ میں نے اس مرید کو حق دیا، ہمیں اس سے من کا حق ادا نہیں کیا، بلکہ گلی کوہوں اور درباروں میں بھرتا تھا اور بادشاہوں اور امراء کی صحبت میں رہتا تھا۔ ہمیں قسم ہو کہ اس کا ایک خمیر ہو اور اس گمراہ مرید کو آگ کی لٹنجوں میں جیڑ لو اور روزی میں لے جاؤ۔ خواب سے بیدار ہوئے تو شیخ صاحب کے پاس آئے۔ شیخ صاحب صاحب نے مسکرا کر پوچھا کہ فرقہ ہاں کا ماں دیکھنا ہے کیا؟ فرمایا: ”اے فرزند! فرقہ وہ شخص ہوتا ہے، جو دونوں جہانوں سے قطع تعلق کرے اور اپنے جہان اور مشائخ کے طریقہ پر کاربند رہے۔ تو اگلی سڑیروں میں بند ہے، فرقہ پہننے کا وقت بھی میرے لئے نہیں آیا۔ واپس چلا جا، ورنہ تیری بھی وہی حالت ہوگی، جو خواب میں تھی اور مرید کی دیکھی۔ فرمایا کہ جب تک انسان اپنے آپ کو، بنیادی باتوں سے صاف نہ کرے اسے فرقہ نہیں پہننا چاہیے اور نہ ہی بزرگوں کو چاہیے کہ بغیر صاف کئے اسے فرقہ دے، کیونکہ فرقہ انبیاء اولیاء کا لباس ہے۔ جو شخص دنیاوی

آلائشوں میں ملوث ہوگا، وہ فرقے کا حق ادا نہیں کر سکے گا اور جب حق ادا نہیں کر سکے گا تو گمراہی میں پڑے گا۔

فرمایا: ”اے درویش! فرقہ پہن لینا تو آسان ہے، لیکن اس کی حق ادا کی مشکل کا۔ ہے۔ اگر صرف فرقہ پہن لینے سے نجات حاصل ہوتی تو سارے فرقہ پہن بیٹے، فرقہ پہن کر کادہ پڑتا ہے۔ مگر تو۔ فرقہ پہن بیٹے میں کئے تو بہرہ، ورنہ یہی فرقہ قیامت کے دن دہی بن کر پھٹے گا کہ تو نے مجھے پہنا تو ضرور، لیکن میری حق دانی نہیں نہی۔ میں وقت فرشتوں کو تم ہوگا کہ تیرے گئے میں آگ کا فرقہ پہنا لیگا اور دوزخ میں لے جائیگا۔ فرمایا کہ اگر تو فرقہ پہننا چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کی خاطر پہن، نہ کہ غفلت کے دھماکے کیلئے، تاکہ وہ تیری عزت کریں۔ اگر تو ایسا کرے گا تو قیامت کے دن ہے میں اور مجبور ہو جائے گا اور گرفتار کیا جائے گا۔ فرمایا کہ اس راہ میں جو بھی ذاتی قوت ہوتی چاہیے، تاکہ اگر کوئی مرید ہونے کی خاطر حاضر خدمت ہو تو فوراً حضرت سے اس کے قلوب صاف کر دیکھے اور دنیاوی کدورت، کینہ، کھوتا پن سے صاف کر کے کدورت اپنے پاس رکھ کر، کھانا کدورت کا حکم کرے۔ بعد ازاں جب اس میں حرص و ہوا کی کوئی کدورت باقی نہ رہ جائے تو پھر اگر فرقہ دے تو چاہئے، لیکن اگر پھر میں اس قسم کی قوت نہ ہو اور کسی کو فرقہ دکھا دے دے گا تو خود بخود گمراہی میں پڑے گا اور اسے بھی گمراہی میں ڈالے گا۔ (صفحہ ۵۸)

(فرقہ غلامت دراصل غلامت ہے، اس بات کی کسوٹی، ٹائٹل ٹیس کے جس مقام پر پہنچ گیا ہے، جہاں اس کے حب جاہ و حب مال کے نکلنے بڑی حد تک متحمل ہو سکے ہیں۔ اور دنیا و مافیات کو غیر اہم سمجھ کر وہ اب گمراہی سے متحمل ہو رہا ہو گیا ہے، نیز فرقہ غلامت کے وقت یعنی بزرگی کے منصب پر فائز ہونے وقت صوفی اس بات کا عہد کرتا ہے کہ وہ لوگوں سے کسی بھی قسم کے منادات واپست کئے بغیر ان کی تربیت و خدمت کا فریضہ سرانجام دے گا۔

اگر فرقہ غلامت کے وقت صوفی ان منادات و اوصاف سے لے بہرہ سے تو ایسا صوفی خیران عظیم سے دوچار ہے، دولت و مرید اس کے لئے بڑی آزمائش ہیں

چاہیں گے۔ مثنوی میں مذکور شدہ واقعہ ہم جیسے صوفیہ کے داعیہ اور افراد کے لئے عبرت واموعظت کا سامان رکھتا ہے۔ (مرتب)

فرمایا، میرے بھائی مولانا بیگم الدین زکریا قدس سرالوح نے اپنا کام عشق و محبت میں جھیل کر پہنچایا تو شیخ شہاب الدین سیرودی قدس سرالوح کی خدمت میں آئے۔ تین روز رہے تو چوتھے روز آپ کو فرقہ نصیب، عین اور مسئلہ عنایت کر کے فرمایا کہ چار مہینہ کی ولایت آپ کو دی تو حاضرین کو غیرت آئی اور کہنے لگے کہ ہندوستانی کو تین دن میں ولایت دے دیں اور ہم اسے سالوں سے بے فائدہ خدمت کرتے رہے ہیں۔ بات شیخ شہاب الدین نے سنی تو فرمایا کہ بھاء الدین پہلے اپنا کام کرے آیا تھا اور شک لگزی لایا تھا۔ جب آیا تو تین روز میں ایک ہی پلوٹک سے ان میں آگ لگ گئی، مگر تم تمام گیلی لگڑیاں لائے تھے، تمہارے لئے بہت عرصہ درکار ہے کہ پلوٹک اثر کر سکے۔ (ایض)

### معرفت کے کچھ اہم نکات

(حضرت حکیم الدین اویلیا)

دجال کا خروج

فرمایا، حضرت علیؑ کے وہ اعداء ہیں، جب عورتیں گھوڑوں پر سوار ہوگی، اس وقت دجال کے خروج کا خوف ہوگا۔ ("فوائد القواد" صفحہ ۳۸۳)

حسد اور غیبت میں فرق

فرمایا، حسد اور غیبت دو چیزیں ہیں۔ حسد یہ ہے کہ فرد دوسرے شخص کی فحش دیکھ کر بٹلے اور اس کا زوال چاہے، مگر غیبت یہ ہے کہ دوسرے کی فحش دیکھ کر خود بھی مسخ ہونے کی آرزو کرے۔ حسد حرام ہے اور غیبت حلال ہے۔ (۳۸۳)

لوگوں کی تین اقسام

ارشاد فرمایا، خلق کا معاملہ آپس میں تین قسم کا ہے۔

ایک وہ ہوتے ہیں، جو نہ کسی کو نفع پہنچاتے ہیں، نہ نقصان، ان کا علم بچر کے

باند ہے۔

دوسری قسم یہ ہے کہ وہ اپنی ذات سے دوسرے کو نفع پہنچاتے ہیں، لیکن نقصان نہیں پہنچاتے۔ یہ قسم انہی ہے جو ہماری قسم کے وہ لوگ ہیں، جو اپنی ذات سے دوسرے کو فائدہ پہنچاتے ہیں، جو شخص ان کو حضرت پہنچاتا ہے، اس پر مہر کرتے ہیں۔ وہ آپ مکالمات میں سوسے، نکل اختیار کرتے ہیں، یہ کام صدیقیوں کا ہے۔ (صفحہ ۳۶۸)

نہا کہا اور نہا چاہتا

فرمایا، یہ کہنا مراد ہے، لیکن نہا چاہتا، اس سے زیادہ نہا ہے۔

پھر فرمایا، بزرگان دین کا فرمودہ ہے کہ صوفی کا باطن واقف ہے اور اس کا خون مہارت ہے۔ جب یہ ارشاد ہے تو پھر نہا ماننا اور خصوصیت پرگز نہ کرنا چاہئے۔ (صفحہ ۱۸۹)

دنیا کیا ہے؟

ارشاد فرمایا، دنیا روپیہ چیرہ اور اسباب ہی نہیں ہے، ایک بزرگ کا قوس ہے، جھٹک دنیا تک پہنچتی تھی چھٹی ہی دنیا ہے، اگر تم کو بچا، تارک عبد اللہ ہوگا۔ گر زیادہ کو بچا دنیا دار ہوگا۔

حریر فرمایا، شیطان کا مقولہ ہے کہ جو شخص چھپ کر کھائے میں مشغول ہوتا ہے، میں اس سے منافقت کرتا ہوں۔ جب وہ جھوکا ہوتا ہے تو میں اس سے بھاگ جاتا ہوں۔ (صفحہ ۱۵۶)

امت کے پانچ طبقات والی حدیث کی تفسیر

ارشاد فرمایا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، میرے بعد میری امت کے پانچ طبقے ہوں گے، ہر طبقہ کی مدت پچاس سال ہوگی۔ طبقہ اول علم و شہادہ، طبقہ دوم صدق و تقویٰ، طبقہ سوم توکل و تہذیب، طبقہ چہارم تقاطع و تدابیر، طبقہ پنجم برج و مرتع۔ برج و مرتع طبقہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا، یہ طبقہ چاروں طبقوں سے مخت تر ہے۔ اس طبقے کے لوگ ایک دوسرے کے فتن کے پیسے ہوں گے اور اپنی ہی فتن کی خاطر اسٹی جن کو مارنے سے دریغ نہیں کریں گے۔

ان پانچ طبقوں کی مدت دوسرے ہیں ہوگی۔



یہ قرآن کریش و فرمایا، اس دوسری کے بعد عقل انسانی اولاد پیدا ہونے سے  
سامپ اور کتا پیدا ہونا بکڑ ہے، یہ قرآن کر روئے گئے اور ارشاد فرمایا، یہ عجم و غیر ملت  
کے وصال کے بعد سے تھا، جو آپ کے دوسری قسم ہو چکا ہے، اب اس وقت کا حال  
خود ہی سمجھ جیتا جائے۔ (صفحہ ۱۸۴)

فدا اور خلق دونوں کے ساتھ معروض رہتا

فرمایا، ایک مرد درویش نے مجھے کہہ کر مرد کو لازم ہے کہ اہل مشہور و  
جب مشہور ہو گیا تو مستور (پہننے کی) کوشش نہ کرے، اور نہ ہی بروز حشر حضور مشہور  
کے سامنے شرمندہ ہونا چاہیے۔ یہ بھی کہا کہ یہ کس قدر پست و سفلے ہے کہ خلق سے  
کوش پزیر، حق سے مشغول ہوں، حق جتنی چاہئے کہ خلق میں بھی ہیں، اور حق تنہا  
کے ساتھ بھی۔

راہ سلوک کی مشکلات اور خطرات

(حضرت شرف الدین عجمی رضی)

حضرت شرف الدین عجمی رضی اکابر بزرگوں میں شامل ہیں۔

چالیس سالہ عرصہ مجاہدوں میں بسر فرمایا، لاکھوں افراد سے آپ سے  
فیض حاصل کیا، اس کی کتاب کتابت صدق، کتابت کی دنیا ن سفر  
نویس کی کتاب ہے، کتاب میں شریعت و طریقت کے بیشتر غبیہ  
مسائل پر حقیقی مواد شامل ہے۔ آپ کے یہ خطوط اپنے ایک مرید شرف  
الدین کے نام ہیں۔ خطوط کے چند اقتباسات ”ذاتی اذکار“ کے  
ورق سے پیش کئے جاتے ہیں۔ (مرحب)

شرف الدین کو لکھتے ہیں اے بھائی، حق تنہا کی بعد ادا، اور تہہ ہانی کی تو  
شان سے ہے کہ، مگر ہزار برس کی تم وہاں سرگردا کرو اور ساری دنیا کے لوگ جتنی  
حاجت و ہدایت کی کرتے ہیں، وہی تم ہی تم خود کرو، اس پر بھی اگر یہ عزم ہو کہ  
دنا بکار، تو مردود ہے، کسی کام کے نہیں، میں تجھے پند نہیں کرتا اور تو میری بندگی

کے لائق نہیں ہے تو مجھ لو کہ وہاں کا اتنا کہنا اور اتنی بھڑکی تمام حلقوں کا جو اور  
تہہ ہانیوں کا ثواب ہے، جو کچھ نہیں پایا، وہ پانچواں، جو مناسب تھا، وہ جنہیں مل  
گیا۔“

خودمانی سے بچنے کی تاکید

”اگر تم سے ہو سکے تو اس کی کوشش کرو کہ خودمانی سے نفرت ہو جائے، اس  
کام کو راہ طریقت کا ایک عظیم الشان کام سمجھو۔ مثال سے جواب تک کوئی چہہ زمین  
تہا سے بھڑوں سے خیل نہ ہو، بھر بھی یہ خیال کرو کہ اس بہ تیز کی درگا کے  
لائق کچھ نہیں ہوا۔ ہمیشہ غلطی سے فوا، جے راہ، اہل طریقت کا قول ہے کہ مخلوق  
کی نظر سے اپنے آپ کو گرا کر آسان ہے، لیکن مرد وہ ہے، جو اپنے آپ کو خود اپنی  
آنکھ سے گرا دے، اسے بھائی، اس زمانے کا جب حال ہے، کوئی اپنی غریب و مکرر  
سے لطف لے رہا ہے، کوئی اپنے مریدوں کی تعداد و کثرت و جوار پر غار ہے، کوئی  
دست بچی و قدم بچی کے نشو و نما سے مست ہے۔

اس دنیا میں جسے اپنی حریفوں کا

روز ناچ دینا

”اے بھائی، اگر پچاس بار لکھے مراد لکھے، شوق اور دوسلے کے ساتھ  
شرقی سے مغرب تک سفر کرو، اور اپنے وطن سے کہ مدد نہ پاؤ، یہ اتنا مفید نہیں،  
جتنا کچھ نہ پانے کی حسرت ملے۔ اس بات پر ایک لمحہ غور کرو، خدا کی قسم کوئی تم  
ایسا لذتہ اور کوئی درد اٹکا پڑا نہیں، جتنا اپنی حریفوں اور غریبوں کے روز ناچنے کا  
مطالعہ کرتا ہے۔ وہ کون سا ایسا سالک ہے، جس کو یہ درد بھرن نہیں، چاہے ساری  
زمین و آسمان کا ہی سالک کیوں نہ ہو۔ اے بھائی، اس دنیا میں جسے اپنی حریفوں کا  
روز ناچ دے دیا گیا، اس کے حق میں افسوس کھانک اپنے نامہ اعمال کو پڑھنے کا  
خطاب مل گیا۔

تہ پانے کے دور سے ہزاروں قیامتوں کا فوج

جس کے سینے میں تہ پانے کا درد ڈال دیا گیا ہے، ہزاروں قیامتیں اس پر ٹوٹا کرتی ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کی کوئی حد اور انتہا نہیں ہے۔ سب کچھ ایک دم ہوتا ہے، اس کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سب تک تلاش ہی نہیں کیا گیا اور ہوتا پاتا ہے، وہ تہ پانے کے دور میں معلوم ہوتا ہے۔

دور سے بھرے ہوئے دل کا

کامرائی کی علامت ہوتا

آپ ہمارے دور غلط تھے، اپنے حال پر تامل، اپنی ناکامی اور کامرائی کا گرہ، مردانہ راہ کے کلام اور معنی سے بے خبری کا فکرو، اپنے وجود سے وحشت اور دل فشگی کا عالم معلوم ہوا، بد دل نہ ہو، یہی ارادت ہے، اس راہ میں سب کا یہی حال ہوتا ہے، کسی کو معلوم نہیں کہ ازل میں اس کے مقدور کیا کیا لکھا گیا ہے اور کس بات کا حکم ہو چکا ہے۔ اب کوئی رکھو اور خوش و غلبہ کے قدم پیچھے نہ بندو، فکر تلافیت، دل کی درد مندی اور فشگی اور اپنے کچھ نہ ہونے کا احساس، کامرائی کی علامت ہے۔ دور اس راستے کا بڑا سرمایہ ہے، آیات قرآنی کا بظہر مطالعہ کرو، **وَهُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْ سَمَاءٍ فَأَنفُطُوا بِهِ الشَّجَرَ** (اس کی ذات وہ ہے کہ بادل کی کھوپڑی کے پھر بارش برساتی ہے) تو جس طرح کامیابی سے وہ فلولک سے نئے دیش برسان چاتی ہے۔ اسی طرح سرمایہ اور طالیوں کے کام کی کشاکش، کامیابی کے پھر ہوتی ہے۔ عمری وحسرت ٹاؤنٹ کے پھر ہی کام رہتا ہے۔

خون بھر پیچہ دہنے سے

طلب و محنت کا حاصل ہوتا

اسے بھائی، کامیابی کی کوئی حد نہیں، خون بھر پیچہ دہو، اچھی طرح آہ و بچاؤ سے کام لو، پھر دیکھو تو کسی، کسی طرح ان کے لطف و محنت کی ہوا ناک ہر لوگوں کو فدا کر گشتن تخریب میں پہنچا دیتی ہے۔ دیکھو سات لاکھ بڑے سے اطاعت و عبادت کے ملک میں کیسے کیسے سجادہ نشین تھے اور ناخدا صمت میں کیسے کیسے حضرات عزت

بحرمت کے معصے پر بھی لگے بیٹھے تھے اور دل ہی دل میں بھج رہے تھے کہ خدمت ہم سے باہر کہاں جا چکی ہے، کہ آگاہو، جسم لطف کے ایک جھوٹے نے آب و خاک کے جتنے ہوئے کو کہاں سے کہاں پہنچایا، ہمارا ہوئی جتنی صحتی فی الاذنہ صلیتہ اور سات لاکھ بڑے عبادت کرنے والوں کی جگہ پر تھوڑا نہ کی۔ چاہتے ہو۔ یہ کیوں کیا، اس لئے کہ کوئی سچا اپنی اطاعت پر اور کوئی عابد اپنی عبادت پر ناز نہ کرے اور کوئی مطلق و ماس باسید نہ ہو۔ (کتب صمدی)

سورج و چاند کا مومن کے دل سے روشنی حاصل کرنا

اسے بھائی، جہاں تک ہماری اور قہار کی نظر پہنچتی ہے، یہی دیکھتے ہیں کہ نہایت ضعیف واقع ہو ہے، اس سے قوی محض مختصر ہیں، لیکن جلدی اسرار اور خزانے جو اس کو سوچنے لگے ہیں، ان کے اعتبار سے یہ عالم اکبر کی حیثیت رکھتا ہے۔ آسمان کے پورے۔ ہزاروں دنیا میں ہم کو اسے اپنے دھنکی دیتے ہیں اور یہ چاند، جو ہمارے کا دھج رکھتا ہے اور یہ آفتاب جو سمکوں کا شیشہا ہے اور جہاں کی روشنی کی خدمت اس کے چہرہ ہے یہ سب کے سب مومن کے دل سے روشنی حاصل کرتے ہیں، اور مومن کا دل حق تعالیٰ کی عزت سے نور حاصل کرتا ہے۔ (کتب صمدی)

جب بھی خدا کے فضل کی ہوا پہنچتی ہے، (مومن) مست اور خوش ہوتا ہے، اور جب قہر و صواب کی لواں پڑے گزرتی ہے، پھل جاتا ہے، ان دونوں صفوں کے بیچ میں یہ ضعیف ہد ہوش۔ اور ان دونوں حالتوں کے بیچ میں یہ ہوشی اس کا کام ہے۔ (کتب صمدی ص ۳۰۴)

شیعہ کی طرف سے

حضرت سلامت کو شریعت سے دور کرنے کی کاوشیں

صوفیوں کی ایک جماعت ایسی بھی ہے کہ خواہشات نفسانی سے کوسوں دور ہے، ریاضت شاد کر چکی ہے، دل، اہم ذات کے سوا کسی طرف رخ نہیں کرتا، اسرار و رموز ان پر کھلتے ہیں، مختلف احوال ہوتا ہے، جن کی طرف محنت و جانیں تو بک ہو جائے، تیار کیلئے دعا کریں تو شفا ہو جائے، ان حالتوں کو دیکھکر انہیں کو رنگ و حسد ہوتا ہے اور وہ اس فکر میں لگ جاتا ہے کہ جس طرح میں ہو، حضرت سلامت کو اپنے جیسا

شیطان مجسم بنا ڈالے، چنانچہ ان پر اسرار شریعت ظاہر کر کے شروع کر دیتا ہے۔ وہ ایک پانی تو یہ پڑھاتا ہے کہ مقصود، ترک مصیبت سے نکلی ہے کہ خواہشات نفسانی اور ہوا کی اور صفات بشریت مغلوب ہوں، تاکہ غلبہ سے تقرب حاصل ہو اور دوسرا سبق یہ پڑھاتا ہے کہ عبادت ریاضت سے مقصود یہ ہے کہ ذکر حق، دل پر غالب ہو جائے اور شریعت کے احکام سے بھی بیک غرض ہے تو اب جبکہ تم کو ہر وقت ذکر حق حاصل ہوگی تو اب شریعت کی کیا ضرورت ہے۔ (نکولات صمدی)

### محبت و معرفت کے حقیقی پیمانے

(حضرت علامہ اللہ اکبر دہلوی)

"انکم" مشہور صوفی بزرگ علامہ اللہ اکبر دہلوی کی کتاب ہے۔ یہ کتاب انہوں نے اپنے مرشد کے یہ پر لکھی تھی، کتاب تو مختصر ہے، لیکن اللہ کی محبت کے ۱۰۰وں کے لئے بیش بہا خزانے کی حیثیت و حقیقی ہے۔ "انکم" کو غیر معمولی قبولیت کا شرف حاصل ۱۰۰ ہے۔ متعدد بزرگوں نے اس کی تحریحات و توضیحات پر کتابیں لکھی ہیں، مگر یہ کتاب کے چند نکات "ذری" میں نقل کئے تھے۔ یہ نکات پیش کرنے کے ساتھ ساتھ عرب کی طرف سے ان نکات کی مختصر شرح بھی کرے گی کو کشش کی گئی ہے۔ (مرتب)

(۱) اپنے وجود کو کائنات کی زمین میں ڈل کر دے، اس لئے کہ جو جگہ بڑا نہ گیا ہو، وہ پھانسیں (یعنی اپنے) آپ کو عمل طور پر ۷۰ کرے، تاکہ ان نیت سے شخصیت کو نیا وجود مل سکے۔ (مرتب)

(۲) کیا قلب منور ہو سکتا ہے، حالانکہ قبروں کی چھتیں اس کے آئینہ میں متخل ہو، اور کیا وہ حضور الہی سے شرف ہو سکتا ہے حالانکہ انہی نقیبانی شہادت کی قید میں بند ہے، اور کیا وہ درگاہ الہی میں داخل ہونے کی آمزاد کر سکتا ہے۔ حالانکہ انہی وہ اپنی صفتوں کی ناپ کی سے پاک نہیں ہوا اور کیا وہ اسرار کے کھنڈے کی توقع رکھتا ہے۔ حالانکہ وہ انہی اپنی جازیا حرکتوں سے باز نہیں آیا۔

(یعنی جب تک قلب میں اللہ کے سوا دوسرے جنوں کے توفیق موجود ہیں، اس وقت تک قلب آمزاد ہو کر اللہ کی تعلیمات کو سامنے کی ہیئت کا حامل نہیں ہو سکتا غیر اللہ کے سارے سموات کو سامنے بغیر کام نہیں ہو سکتا۔ مرتب)

(۳) موجودات عالم سب کے سب تائیدیں ہیں اور ان میں جو باری حقانی کا عکس ہوا ہے، اس نے ان کو خور کر رکھا ہے تو جس عکس کی نظر غلوکات تک محدود ہے اور ان سے تنہا میں یا ان کے قریب یا ان سے پیچھے یا ان کے بعد حق سبحانہ کا مشاہدہ نہ کیا تو اس کی نظر بصیرت وجود انوار کی بجائے سے محروم رہی اور محارف کے آئینہ اس سے آواز ہادوں میں چھپ گئے۔ (یعنی جب تک غلوکات اور دنی ظلمات سے عبادوں کے ذریعہ بند ہو کر مشہود سے باہر منور نہ ہوگا، جب تک نظر میں بصیرت پیدا نہ ہوگی اور محبوب کے ساتھ قیامت کی دیوار جاگ ہی ہوگی۔ مرتب)

(۴) عباد آدنی احوال کو وقت، فرصت اور فراغت کے لئے بنائے رہنا، عکس کی چالوں میں سے ایک چال ہے۔ (یعنی فرائض واجبات، ذکر و فکر اور انہی صراط کے لئے حالات کے سازگار ہونے کا انتقاد کرنا، یہ نفس کی بہت بڑی چال ہے، جو فرد و افراد کو حاصل ہونے والی حقی زندگی کو بردھ کرنا چاہتی ہے)۔

(۵) اٹھائے سلوک، کشف محارف و اسرار و کھجور انوار کے وقت سالک کی محبت جب توفیق کرے کہ ارادہ کرتی ہے تو حقیقت اسرار سے پار کر گئی ہے کہ ابھی منزل مقصود اور آئے ہے۔ اور جب غلوکات ظاہری کا جمال ظاہر ہوتا ہے تو ان کے خفا کی چھڑ کر کہتے ہیں کہ ہم وقت اور آرامش ہیں اور ہم میں جہل ہو کر کرب و مت کیجئے۔ (یعنی راہ سلوک کے دوران حاصل ہونے والے کشف، بزرگوں کی تصویروں اور رنگ و نور میں پھنس کر، طالب بزرگی کے دماغ میں جھکا ہونے کے خطرہ سے دوچار ہیں، کشف، کرامات اور ارجح کے مشاہدے اور خود باری دنیا کے مظاہر اور ان کی روشنیوں سب کی حیثیت تھکر و آزمائشوں کی ہے طالب کو چاہئے کہ ان کو اہمیت نہ دے اور آگے چلا رہے)۔

(۶) تم پر ایک لمحہ بھی ایسا نہیں گذرے گا، جس میں پروردگار نے تجھ پر کوئی عزم چڑھ نہ کیا ہو، خواہ وہ طاقت اور مصیبت کی نوعیت کا ہو یا تواضع اور آزمائش کی قسم کا۔

(۸) یعنی زندگی کا نئے والا ہر لمحہ اپنے ساتھ لڑائی اور نئے خیالات سے بچنے اور ننگی اور نیکی کے احکامات ساتھ لاتا ہے، اس لئے ہر لمحہ کی حفاظت ضروری ہے، بالخصوص خیالات کی دنیا ایسی ہے کہ فرد چوبیس گھنٹے میں ایک لمحہ کے لئے بھی جنت کی حراہیں سے جگ نہیں سکتا۔ ان خیالات کی حفاظت کرنا اور ہمیں مستند رہنا ضروری ہے۔

(۹) ماہ لہمی کے سالکوں نے انوار قدس سے حاجت پائی اور راستہ دیکھا اور دھینچا دیا گاہ ازدی کے لئے انوار خود حاصل ہیں تو پہلی حاجت انوار ہی کے لئے ہوتی ہے۔ جب کہ دوسری حاجت ہی کے لئے انوار ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ دوسری حاجت، اللہ کے لئے ہی مخصوص ہوجاتی ہے اور باسویں کی طرف سے آزاد ہوجاتی ہے۔ (یہاں متوسط صوفی اور مہتمی صوفی کے احوالات کی ایک دوسرے سے تلف کھیت بیان کی گئی ہے۔)

(۱۰) اپنے بشری اوصاف میں سے ہر اسی وصف سے باہر نکل کر راہ مہدیت کی مخالف ہے۔ تاکہ تو حق سمجھ نہ سکے اور اس دیا گاہ اقدس کی قربت اور معیت حاصل ہو سکے۔ (نفس کی قوتوں، ان کی طاقتور خواہشات اور بشری اوصاف سے بڑی حد تک "زاد" اور "بے نسبت کے معیہ اللہ کی قربت و معیت ممکن نہیں)۔

(۱۱) ہر معصیت، غفلت اور ہر شہوت کی بید خواہش نفس پر مبنی ہے اور ہر اعانت، غفلت اور ہوشیاری کی بنیاد ناماشی نفس سے وابستہ ہے۔ (نفس کے طالب کا نتیجہ گناہ اور ذکر و معیت سے غفلت، سستی اور شہوت و فحشہ کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور غفلت اور ہر گزہ زاری اور ہر شہوت کا رتی تپہ نفس کی تہذیب کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔)

(۱۲) اپنی حاجت رکھائی غیر سے طلب نہ کر، اس لئے کہ جیسا اسی حاجت میں حق تو دل سے ہی ملتا ہے۔ اور غیر اس تکلیف کو کیسے رفع کر سکتا ہے، جس کا رکھنے والا، اللہ تعالیٰ ہو، بعد چوبیس گھنٹے مشکل کاموں کو حل کرنے کی استعداد نہیں رکھتا، وہ غیر کی حاجت کس طرح پوری کر سکتا ہے۔ (اللہ کی محبت کے طالب کو چاہئے کہ اس حاجت کے لئے وہاں ہی رہے، محبوب حقیقی کی طرف رجوع ہو، اس لئے کہ غائی ہی کی طرف سے ہے اور وہی طالب کی غائی کو دور کر سکتا ہے۔)

(۱۳) دلپے شخص کی ہم نشینی اور رفاقت اعتبار نہ کر، جس کا حال جیسا حق تعالیٰ کی محبت کی طرف آمادہ نہ کر سکے، اور جس کا کام جیسا باری تعالیٰ کی اعانت پر تیار نہ کر سکے۔ (ہر اسی شخص، جس کا دل حق تعالیٰ کی محبت سے خالی ہے اور اس کی محبت سے اعانت اور باہر باہر سے نصرت جاری ہوتی ہے، اس لئے اس کی محبت سے ہر شخص حد تک بچتا ہے۔)

(۱۴) ذکر میں حضور ایمانی نہ ہو، اس کے سبب ذکر کو پھوڑا نہیں جانتے۔ اس لئے کہ ذکر سے خالی رہنا زیادہ مضر ہے، نسبت اس کے کہ ذکر کیا ہے۔ لیکن اس میں حضور نہ ہو، بلکہ اس صورت میں امید سے رہنا چاہئے، بلکہ ذکر سے حضور کی ایک بڑی اہمیت ہے کہ وہ طالب کو ذکر بیدار اور دل بیدار تک پہنچانے کا ذریعہ بنتا ہے (اس لئے غم نہ ہے۔ چاہئے کہ ہر آدمی اس پر بھروسہ کرے کہ غم کے تسلسل کو قائم رکھنے کے لئے کوشاں رہتا ہے۔ ذکر سے حضور ہی طالب کو ذکر و ایم کی طرف لانے کا موجب بنتا ہے۔)

(۱۵) حق تعالیٰ تہذیب دے مرتبہ کو ذکر سب ضروری سے بڑھ کر ذکر (بیداری) جس میں غفلت نہ ہو، تنگ و پناہ دے اور ذکر بیداری سے ذکر حضور تک اور ذکر حضور سے اس ذکر تک تہذیب، تہذیب فرمائے، جس میں غفلت سے ماسوی اللہ چڑیں طالب ہوجاتی ہیں، اور ایسا کرنا اللہ تعالیٰ کے لئے چھوڑنا نہیں۔ (ذکر میں لذت کی کیفیت پیدا ہو جائے۔ اور دل ذکر کے لئے آمادہ ہو جائے اور ذکر ہر صورت میں جاری رہتا ہے) ذکر کی سلاطین ہی فرد کے لئے ماسوی اللہ سے بیداری اور اللہ میں غیبت کا موجب ثابت ہوئی۔

(۱۶) حاجات و مسانت کے فیت ہوجانے پر غمزدہ نہ ہونا اور گناہوں کے دفع ہونے پر پشیمانی کا نہ ہونا، یہ قلب سے موت کی نشانی ہے (حاجت اور نیکی سے غمزدہی پر غمزدہی و اضطراب نہ ہونا یہ اس کی موت کی علامت ہے، جو بہت زیادہ تشویش کی بات ہے۔)

(۱۷) انوار معرفت سالک کے قلب کے لئے شکر ہیں، بالکل سحر جی طرح غفلت کی تاریکیاں نفس کی تو جلیں ہیں۔ جب اللہ اپنے بندہ کی مدد کا وعدہ کرتے ہیں تو اسے انوار معرفت سے شکر سے تہذیب پہنچاتے ہیں اور اسے انوار اور تاریکیوں

کی دھیرہ سے بچ بیٹے ہیں۔ (معرفت کے انوار طالب کو محبوب کی راہ پر دوڑاتے رہتے اور ایک نئی کے بند دوسری نئی کرتے، اس طرح نئیوں میں مسلسل ارتقائی رد کا ذریعہ بننے میں، حق تعالیٰ جس سے بھائی کرتا چاہتے ہیں، اسے انوار معرفت عطا فرماتے ہیں اور معرفت کس معرفت رب کی راہ پر گزرتے کرتے ہیں۔)

قلب کا مختلف تجلیات کے ساتھ متغیر ہوتے رہنا

(ان عربی)

ہاؤر اور طالع ایک ہی حالت میں رہتے ہیں۔ اور ان پر ایک ہی جسم کی تجلی ہوتی ہے۔ یہ قلب یعنی اہل پست مختلف حالتوں میں متغیر ہوتا، انسان کے ساتھ خاص ہے، کل ہم حوئی شان کا متغیر قلب انسان ہی ہے لہذا قابل اعتبار قلب، عارف کا قلب ہے۔

جس انسان کا دل مختلف تجلیات کے ساتھ متغیر نہ ہو، وہ صوفیہ کے نزدیک مجزلہ حیات کے ہے۔ (فصوص الحکم ص ۱۹۹)

تصور دل کے اثرات کا اولاہ پر چنا

اگر خاوند اور بیوی کے تعلقات زمانہ جنگ میں ہوتے ہیں تو لڑکے اور سپاہی لڑتے پیدا ہوتے ہیں۔ آرام و راحت کے زمانے میں بول تو ہوتی، اور ہانڈک آدنی لڑتے پیدا ہوتے ہیں، ان کے تصور دل کا اثر اولاد پر پڑتا ہے۔ خوبصورت شیا، عجب اور لغت میں ہوتے تو اولاد بھی حسین ہوگی، غرض ہاں باپ کے تجلیات کا اثر اولاد پر پڑتا ہے۔ (فصوص الحکم صفحہ ۳۵۳)

کچھ اہم نکات

(مولانا رومی کی ملفوظات سے)

بچے لکھ لڑتے دوری نکاتے کہ از دوری قربانی با فرمایہ  
محسوس سے ایک لمحہ بھی دوری یعنی جدائی نہ ہونی چاہئے، کیونکہ اس سے بہت فرائیباں رونما ہوتی ہیں۔

فرماتے ہیں، جو پر محو ذہن سے آسمان کی طرف پرواز کرتا ہے، اگرچہ وہ آسمان تک نہیں پہنچتا، لیکن ہم (عیلا کے چال) سے تو دور ہو جاتا ہے، اسی طرح اگر کوئی دروہی اختیار کرے اور دروہی کے کمال تک نہ پہنچ سکے تو کم از کم عجب کا، عدم اور باریابی دونوں کے زمرے سے توکل پاتا ہے۔ دنیا کے مصائب سے بچوت پاتا ہے، اور ملک باریابی پاتا ہے، ہر فرماتے ہیں، نہ دروہا وہ ہے، جو کسی کے رنج دہنے سے رنجیدہ نہ ہو اور جو فرد وہ ہے، جو رنج کے شوق کو رنج نہ دے۔ کسی سے پوچھا، کیا دروہی بھی مٹا کرتا ہے، فرمایا، ہاں، جب وہ عدم بغیر بھوک کے کھاتا ہے، کیونکہ بھوک کے بغیر دروہی کے لئے کھانا کھانا نہ نصیب ہے۔

قول بیوقوف مرید کی خدمت یہ ہے کہ وہ بے گانہ گوں کے ساتھ باطل صحبت جس رکھ سکے، اگر مجبوراً صحبت بیگانہ نہ کرے تو وہ اس طرح ہوتا ہے، جیسے متعلق مسجد میں، بچے مدرس میں، قیدی، قید خانے میں اور مولوی، مرض میں۔ (عروۃ الاسرار، مولانا رومی، اردو ترجمہ مولانا محمد اسحاق دریا باری)

زندگی کا ارتقائی نظریہ

(مولانا روم کا بیان کردہ نکات)

جب ہر صحت کے بعد میں اپنی مکمل منزل سے ہر تر اور اعلیٰ منزل میں داخل ہوا تو صحت سے آخر کیوں ڈر دیا، کیا میرے پیچھے تجربات اس بات کی شہادت میں دینے کے کرنے کے بعد جب میں دوبارہ اٹھوگا تو موجودہ حالت سے بہتر حالت میں اپنے آپ کو پاؤں گا۔

محادثات کا دوزخ کی آگ کا قائم مقام ہونا

(حضرت عبدالکریم جیلی)

دنیا میں نفسانی طبیعت دوزخ کی آگ سے مشابہت رکھتی ہے کہ جس نے محادثات و ریاضات سے اس کا تزکیہ کیا تو اس کے گھس کے بارے میں اگر یہ کہہ جائے کہ نفسانی طبیعت مہلک جاتی رہی تو یہ بھی صحیح ہے، مگر یہ کہہ جانے کہ وہ انور تزکیہ الہی کے پچھے دب گئی ہے تو یہ بھی جاتا ہے۔ یہ محادثات و ریاضات و نکالیف جو

بل اللہ دین میں تزکیہ نفس کے سلسلہ میں اٹھتے ہیں۔ وہ بحولِ عذاب و دوزخ کے ہے اور اس دہشتوں کے ہے، جو قیامت کے دن ہوں گی۔ اور ان دہشتوں کی طرح ہے۔ قسم اور ن کی زیادتی اور ان کی کجادات و ریاست میں ٹھس پانے کی قوت کی نسبت ہے۔ وہ شخص جس کی طبیعت میں نفسانیت غائب ہوئی ہے، کہ زک نہیں ہوتی، بڑی بے شکستہ کے بعد۔ اس کا حال ان دوزخیوں کی طرح ہوگا، جسے قہور عذاب وہ جانے گا اور دوزخ سے جنت کی طرف لٹا جائے گا۔ (انسان کامل، صفحہ ۳۴۳۔ مصطفیٰ سید عبدالکریم جیل، نفس انکیزی کراچی)

"وان شمسکۃ الاوانعہ" آخر میں سے کوئی شخص بھی یہ نہ ہوگا، جس کا مگر دوزخ پر نہ ہو، جس کو اس کے بعد دوزخ کی آگ پر نہیں گزریں گے، یہ صدقہ کی ان پر صحت و صبرانی ہے کہ وہ اپنے بندہ کو دوزخ عذاب نہ دے اور اسے دوزخ عذاب میں نہ دے۔ یہ مشقیں جو انہیں دینا میں اعلیٰ پہنچی، وہ اس عذاب کا علاج ہوں گی، جو دوسروں کو آخرت میں ہوگا۔ اس کی تائید وہ حدیث بھی پیش کرتی ہے، جس میں فرمایا گیا ہے کہ بخار ہر مومن کی آگ کا قائم مقام ہے، جب بخار آگ کا قائم مقام ہو سکتا ہے تو کجادات، ریاضات اور خالصتیں، جن سے نفس کا یہ ہوتا ہے اور جن پر دین کی سر تکبیر سے بے ساختہ جھپکائی دینی پڑتی ہے۔ دوزخ کی آگ کا قائم مقام کیوں نہیں ہو سکتا۔ اس لئے حضور ﷺ نے نفس کے عذاب کجادات کو جہادِ اربعہ فرمایا ہے اور کفار سے جہاد کو جہادِ اربعہ فرمایا ہے۔ (ایضاً)

دین میں محبوب کے جہانی صفات

سیکھ دینے کے نتائج

"یہ گروہ عشر کے ہر ممبر کا سہ اور عشر میں موجودگی سے مستثنیٰ ہے، قرآن مجید میں ہے ومنع من الطور فصلا من فی السموات ومن فی الارض الامم، اللہ جب صبر پر بلا لگا دے تو آقا و رسول اور زمین میں ہر ایک کے ہوش اُجاڑ بیٹھے، جو اس کے کہ جس کو اللہ چاہے۔ (سورہ زمر آیت ۶۸)

یہ آیت سختی کی طور پر ظاہر کرتی ہے کہ ایک جماعت جس کی تشریح نہیں کی گئی،

قیامت کی گھبراہٹ اور جزع و فرس سے محفوظ و مومن رہیں گے۔ جب اس آیت کو دوسری آیت **فَإِنَّهُمْ لَشَخْصُونَ الْأَعْيَادَ اللَّهُ الْخَفِيفُ** (رو، بخش) کا مترجم کیا جائے گا تو پھر، جو اللہ کے خاص کئے ہوئے بندے ہیں۔ (سورہ صافات آیت ۱۷۴) کے ساتھ لایا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ جنت جہاد اللہ الْخَفِيفِ کی ہے۔ اللہ کے قصص بزدلوں کے احوال کی مابیت انہی قصص ہوتی کہ انہیں میدانِ جہاد میں حساب کتاب سینے کا شریک بنائے، یہ وہ پیسے کی مراثی، شرعی ریاست اور جہاد نفس کے نتیجہ میں ملنے والی دولت، مگر حقیقت یہی حاصل کرتے ہیں، ان پر پیسے ہی قیامت گدرد بھلی ہوئی اور جہاد کے دور میں ان کا حساب ہو چکا ہوگا، یہ تو مقرب فی کتب اللہ ہونے کی بنا پر حیاتِ ابدی کی غلطی سے ممتاز اور اپنے پروردگار کے نژادِ فیہ سے روزی پانے والے ہیں۔

مذکورہ بالا تفصیل سے ظاہر ہو گیا کہ سواک کے آخری مرحلے یعنی تھمیں کے مقام کے کیا لبوس و حرکات ہیں، لیکن یہ بھی سمجھ لینا ضروری ہے کہ ان لبوس و حرکات کا ظہور اسی وقت ممکن ہے، جب کہ سالک کا کجاہد اس قدر بڑھا ہوا ہو کہ اسے مقرب فی کتب اللہ کا ہوتے اور وہ اس طرح دجہات پر فائز ہو جائے، جس طرح میدانِ جنگ میں شہید کی روح اور اس کے بدن کا تعلق خابری کو رکات دیتی ہے۔ اسی طرح سالک راہِ خدا بھی اپنی روح کا تعلق جسم اور اس کے حقیقتات سے نفسِ امارہ سے جنگ کے نتیجہ میں باطنِ کواہ سے مستطیع لینا ہے، اور اس سلسلے میں اپنی جسمانی قوت کے بے ہوشی و روحانی قوت و جد و کاستوں کرتا ہے۔ (مقدمہ محمد حسین، ہر مملکت)

(کجاہدوں کو دوزخ کا قائم مقام سمجھنا، یہ بات اگر کشفِ معج اور خصوص سے استنباط سے ہے تو بھی بندہ عاقل کی خاصیت تو یہ ہے کہ وہ ہر حالت میں اللہ جل شانہ کے حوالہ سے گزراں و ترساں رہتا ہے، بخشی صوفی تو نفسِ قوتوں اور اللہ کی شانِ جلال و عظمت کے ایسے مظاہر سے گزرتا ہے، جس کی وجہ سے وہ اس نفسیت کا حامل ہو جاتا ہے کہ لوگوں میں اللہ کے جلال و کرامت کا سب سے زیادہ مستحق تو وہ خود ہے۔ وہ ہر وقت اللہ سے اس کے فضل خاص کا منتظر ہوتا ہے۔ بعض اہلِ اللہ کو اپنے ظالموں کی حوصلہ افزائی کے لئے اس طرح کی خوش خبریاں بھی سنائی جاتی ہے،



کی دو نہایت پامی اور جس نے ان کی مخالفت کی، وہ خود گمراہ ہوا اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا، اور جس طرح اعتقاد بطلان کی کتاب وسنت ضروری ہے، اسی طرح کتاب وسنت پر عمل بھی اس طریقے پر کرنا ضروری ہے، جس طرح ائمہ مجتہدین نے کتاب وسنت سے احکام اخذ کر کے بتایا ہے۔

ایک مقلد کو یہ حق نہیں ہے کہ مجتہد کی رائے کے خلاف خود کتاب وسنت سے احکام اخذ کر کے اس کے مطابق عمل کرے۔

جہاں تک ہو سکے، ائمہ کے اقوال کو مانع کرنے میں پوری کوشش کرے تاکہ بے قراری پر عمل ہو، جو سب کے نزدیک مسلم ہو، مثلاً امام شافعیؒ وضو میں نیت کو فرض قرار دیتے ہیں، لہذا غسل بے نیت وضو نہ کرے، اسی طرح وضو کے اندر اعضا کے دھونے میں ترتیب کو امام اور سپہ دوپے وضو کرنے کو امام شافعی ضروری قرار دیتے ہیں۔ لہذا ترتیب وار دوپے یعنی مسلسل پانچے وقت کے بغیر وضو کرنا چاہئے۔ امام مالکؒ کے دھونے میں اعضا کا ملنا بھی فرض قرار دیتے ہیں، اس لئے بھڑ ہے کہ وضو میں اعضا کو ابھی طرح مل لیا جائے۔ ایسے ہی عورت کو چھپنے اور شرمگاہ سے چھپے کہ وضو کا توڑ نہ دے، بتاتے ہیں، اس سے گریب ہو جائے تو احتیاط وضو از سر نو کر لیا جائے۔ اسی پر اور بہت سارے مسئلوں کو قیاس کر لینا چاہئے۔ مثلاً چوتھی سرکاسم بھید سے ردیک فرض ہے اور امام مالکؒ کے ہاں تمام سرکاسم فرض ہے، لہذا بھڑ ہے کہ کتنی عورے سرکاسم کرے، اس صورت میں اختلاف ائمہ سے بھی نکل جائیگا اور سنت بھی ادا ہو جائیگی۔ (ایضاً)

مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۰۰

”اس راہ (سلوک) کی سب سے بڑی شرط نفسِ امارہ کی مخالفت کرنا ہے، اور یہ مخالفت موقوف ہے، اس بات پر کہ مقامِ تقویٰ کی رعایت و پاسداری کی جائے۔ تقویٰ کہتے ہیں، حرام چیزوں سے باز رہنے کو اور حرام چیزوں سے اس وقت

تک باز نہیں رہنا چاہئے۔ جب تک قدر ضرورت سے زائد مباحات سے پرہیز نہ کی جائے، اس لئے کہ ضرورت سے زائد مباح کالوں میں ڈھیل دے دینا مشکوک اشیاء تک پہنچاتا ہے، اور مشکوک حرام سے قریب ہے، مشکوک کے ارتکاب سے حرام میں داخل ہونے کا احتمال ہے۔

(حدیث میں آتا ہے) ”جو چاہا مخصوص شای چراگاہ کے قریب اپنی بکریاں چراتا ہے، عید نہیں کہ ایسی صورت میں اس کی بکریاں اس چراگاہ خاص میں داخل ہو جائیں۔“

اس تقویٰ کے سلسلے میں زیادتی مباح سے چٹا ہی (خاص طور پر) قابلِ یاد ہے، ترقی و درج، تقویٰ ہی سے وابستہ ہے، اس کی تحصیل یہ ہے کہ اعمال کے دو جز ہیں، ایک اداس کی قیام کرنا، دوسرے مباحات ( ) سے باز رہنا، اداس کی قیام میں تو فریضے بھی شامل ہیں، اگر (نفل) اداس کی قیام ہی سے ترقی وابستہ ہوتی تو فریضوں کے درجات میں بھی ترقی ہوتی، لیکن اس کو اس سے ترقی درجات حاصل نہیں ہوتی، پس معلوم ہوا کہ انسان کو بھی صرف اداس کی ہی اداسی سے ترقی نہ ہوگی، جب تک وہ مباحات سے باز نہ رہے۔ مباحات سے باز رہنے کا سوا فریضوں میں اس لئے پیدا نہیں ہوتا کہ وہ اپنی ذات کے لحاظ سے معصوم ہیں۔ وہ مخالفتِ حکم کی طاقت نہیں رکھتے۔ (مکتوب ۱۸۹، مباحات مولا امان اللہ نقیہ)

مالک کے لئے ماحول

ہم فقیروں پر جو باتیں لازم ہیں، وہ حسبِ دلیل ہیں۔

(۱) دوام و انکسار و تضرع و التوا (۲) ادائے و تکلیف محدودیت (۳) محافظہ حدود شریعہ (۴) ثابت سنت نبویؐ (۵) تسبیح (۶) باطن کو ماسوی سے روبرو کرنا اور ظاہر کو طاعتات میں مشغول رکھنا (۷) اپنے محبوب اور گناہوں کے بے شک کا مشاہدہ (۸) خوف و انکسار ملامت اللہ (۹) محبت کو چاہے وہ زیادہ ہی کیوں نہ ہوں کم سمجھنا، اپنے گناہوں کو چاہے وہ کم ہی کیوں نہ ہوں، زیادہ چاہنا (۱۰) اپنی شہرت



در قدیلت لعلی سے لڑناں ہر سال رہتا۔

آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ آدمی کی بُرائی کھینچے جی کافی ہے کہ اس کی طرف (اس کی شہرت کی بنا پر) اگلیاں اٹھائی جائیں، دین کے پارے میں لایا دینا کے پارے میں۔ مگر جس کو اللہ محفوظ رکھے۔ وہ اس بُرائی سے محفوظ ہے۔ (۱۲) اپنے افعال اور اپنی نیکیوں کو محکم کرنا، اگرچہ وہ محلِ سج روشن ہوں۔ (۱۳) اپنے احوال و مواقع کی طرف توجہ نہ کرنا، اگرچہ وہ صحیح اور مطابقت ہی کیوں ہوں (۱۴) کھلے تانبے دینِ نعویت ملت اور ترویجِ شریعت اور امت حق کی کوشش پر بھروسہ نہ کر لینا، کیونکہ تا یہ دینِ نسبی کبھی کار و بار نہ سے بھی ہو جائے سکتی ہے۔ ”نصرت ﷺ سے فرمایا ہے۔ ”اللہ تعالیٰ بھی قاجر فرد سے بھی اس دین کی تائید کرا رہا ہے۔“ (مکتوب نامہ د عاصہ ج ۱)

دنیا کی خدمت اور ترکِ دنیا کی حقیقت

معاذ اللہ وہ ہے، جس کا دل دنیا سے مرد اور حرارتِ محبت حق سے گرم ہو۔ محبت دنیا تمام گناہوں کی جڑ ہے اور اس کا ترک بھیج مہارت کی اصل ہے۔ وہ ہے جو کہ دنیا کی پابندی اور مصلحت چھوڑے۔ حدیث شریف میں ہے۔ (الصدیقا مملوونہ و مصلوونہ عافیہا الا ذکر اللہ) چنگیز ذکرِ الہی اور ان کے وجود کا پروردگار ذکر اللہ سے پُر ہوتا ہے۔ اس لئے وہ اس عہد سے خارج ہوگئے اور اہل دنیا کی فہرست میں نہ آئیے۔ دنیا وہ ہے کہ دل کو حق سمجھانے سے باز رکھے اور اس کے غیر کے ساتھ مشغول رکھے۔ خواہ اسرار و اسباب ہوں، خواہ جاہ و ریاست، خواہ تک و ناموس ہوں، غرض جس شخص کو ملی ہو دیکھنا جس روگردانی کر اس سے جو سارے ذکر سے روگردانی کرتا ہے) یہ ہم کا قلع ہے۔

یہ بوجِ دین سے تعلق رکھتی ہے۔ دئے جا رہے ہیں، ان کے ہاتھ دنیا میں ہمیشہ پریشان ہیں، آخرت میں نہ سمت و نہ سمت دہستہ ہوں میں ہوگئے۔ ترکِ دنیا کی حقیقت یہ ہے کہ دنیا کی طرف رغبت نہ ہو اور ہم رہبت اس وقت ثابت ہوگی، جب مرد و عورت دنیا کا ہونا نہ ہوگا دونوں مادی ہوں، یہ بات اس کو نصیحت شمار کرتا اور خود کو ان کے بہرہ گردینا چاہئے۔ (مکتوب ۱۹۷۷ء نام پیدلواں محمود)

عکس اماریہ کے ساتھ  
ایمان کی حقیقت

میر و ملک اور تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب سے مقصود آقا کے معنی اور امراض بھی کا ازالہ ہے، جس کی طرف یہ آیت کریمہ اشارہ کر رہی ہے۔ **لَنْ يُلْهِمَهُمْ شُرُفُ** یعنی ان کے دلوں میں مرض ہے۔ اصل بات یہی ہے کہ دل کے رنگ اور امراض جیسے (غلط، باغیرانی، تکبر، مریض وغیرہ) دور ہونے کے بعد ہی ایمان حقیقت ایمان سے موصوف ہوتا ہے۔ دل کے امراض کے ساتھ جو ایمان ہے، وہ صرف ظاہری ایمان ہے، کیونکہ نفسِ امارہ کا باطن و دہانہ ایمان کے خلاف اور حقیقتِ فکر پر مصر رہتا ہے۔ اس قسم کا ایمان اور اس قسم کی تصدیق کھلے ظہری ہے اور مرضِ مطرا میں جلا جھسکی کی طرح ہے، جو مطاس کی طاعت کا اقرار تو کرتا ہے۔ مگر اس کا دہانہ اس کے اقرار کے خلاف ہوتا ہے۔ فکر کی مطاس حقیقی یقین مطرا کا مرض دور ہونے کے بعد ہی صیر ہو سکتا ہے۔ اس لئے عکس مملوونہ ہو جانے اور اس کی صفائی کے بعد ہی حقیقت ایمان صورت دہکتی ہے اور اس قسم کا ایمان زوال کے خطرے سے محفوظ رہتا ہے۔ (مکتوب ۱۹۷۷ء دفتر اول، باب شیخ فرید)

طلبِ خدا کا بیج دل میں لونا

(حضرت خواجہ محمد معصوم)

اللہ تعالیٰ کا یہ قرب خاص جس کا نام نسبت ہے، یہ بیج اس عالم اسباب میں حضراتِ صوفیہ کی طرح پر پختے سے حاصل ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ ان بزرگوں نے حضرت حق علیہ السلام کی محبت میں نہ اپنے کو دیکھا، نہ میر، نہ ملک، نہ ایک ذلت خالی ہو گئے اور مشقِ مولیٰ میں اپنے نفس کو بلکہ سارے ہی جہاں کو چھوڑ دیا اور ماسوی اللہ کو اللہ کے راستے میں خیر یاد نکھر، خود کو ان کے ساتھ واصل کر لیا، اس طرح سے کہ اب اگر کسی سے تعلق رکھتے ہیں تو اسی سے تعلق رکھتے ہیں، کسی سے واصل ہیں تو اسی سے واصل ہیں۔ چنانچہ ان حضرات کے ہاتھ کو ماسوی اللہ سے ایسا اتفاق مل گیا ہو جاتا ہے کہ اب اگر ماسوی کو سالہا سال یاد بھی کریں تو یاد نہ آوے۔ اسی طرح نفس کی

انہیت اور رجوت سے اس طرح نکل جاتے ہیں کہ اب اللہ کا استعمال بھی ان کو شرک معلوم ہوتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ سے جو عبد باطل تھا، اس کو بچ کر لیا، اور یہ وہ لوگ ہیں جنہیں جوت اور بچ، نہ تھی کے دکر سے غافل نہیں کرتی، خداوند! تو مجھے بھی اسی گروہ میں شامل کر دے، تاکہ ارکھ ان کی رادست کرنے کے دیکھ سکوں، کیونکہ اب وہ کے خداوند میرے گروہ میں ہونے کی طاقت نہیں رکھتا، اب جو شخص طریق میں داخل ہونے کی ہوس رکھے، وہ حسب خدا کا اپنے دل میں ہوتا ہے تو اس کو لازم ہے کہ تمام چیزوں سے نیکو ہو، مگر محتاج طریق کی محبت اختیار کرے، کسی نے خوب کہا ہے اس کے بعد مصلحت کار اس میں سمجھتا ہوں کہ سے خاند کے دروازہ پر چاڑھوں اور خوشی خوشی وہیں لایا مگر اوردوں۔“

### اللہ والوں کی زندگی کے حقیقی خطوط و نقوش

حضرت مہدوالمعابد شعرائی کی کتاب

”ہم سے مہد لیا گیا“ سے کچھ اقتباسات

حضرت مہدوالمعابد شعرائی دسویں صدی ہجری کے مصر کے بزرگ ہیں، مختلف بزرگوں کی پچاس سال تک صحبت و صحبت اختیار کرتے رہے۔ موصوف کاظمی اور نقشبانی کام بلند پایہ کام ہے۔ تین سو سے زائد کتابیں لکھیں۔ ان کی درج ذیل کتاب ایسی ہے، جس میں تصوف و احسان کی اصلیت و حقیقت کو سمجھنے اور معادلات کے سلسلہ میں تصوف، جس مزاج کے حامل افراد کو تیار کرنا چاہتا ہے، اس کی صرف عکاسی کی گئی ہے، بلکہ اس سلسلہ میں وہ بنیادی اصول متعین کئے ہیں، جو پختہ صوفی کی زندگی کا حصہ ہونے چاہئے، ان اصولوں کی پابندی کے بغیر صوفی کے مجاہدے کا تمام رعبے ہیں اور اس کی حیثیت خام صوفی کی ہوتی ہے، زیادہ صحیح الفاظ میں یہ کہا جیسا ہوگا کہ یہ کتاب لکھی ہے، جو صوفیہ و اہل اللہ اور علماے دہلی کو پرکھنے کے لئے ایک معیار

اور رسائی کی حیثیت رکھتی ہے، جو اس معیار پر چرائیں اترتے، وہ صوفیہ خام ہی شمار ہوں گے، زیر نظر نکات کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ ہماری اصلاح کی صورت پیدا فرمائے۔ موصوف کی عربی کتاب ”الدر المصنوع“ کا ترجمہ حضرت مولانا غفر احمد عثمانی نے ”ہم سے مہد لیا گیا ہے“ کے عنوان سے کیا ہے، زیر نظر ضمیموں میں اسی کتاب کے خاص خاص نکات پیش کئے گئے ہیں (عرب)

اپنے آپ کو دوسرے مسلمانوں سے کم سمجھنے کی نصیحت کا ہونا

(ہم سے مہد لیا گیا ہے) اور ہم فضل خداوندی سے اس کے پورا ہونے کی امید کرتے ہیں کہ ہم اپنے پاس پہنچنے والے ہر مسلمان سے اپنے نفس کو اس سے کم نہ سمجھیں، تمام مسلمانوں کا یہی حلقہ دس اللہ حکم جیسے وہاب بن منہ اور (حقیقہ راشد) عربی مہدوالمعابد اور مسیحی بھری اور مسیحی بھری اور (فیصل بن عیاش) و عہد میں حید رحمت اللہ علیہم (صفحہ ۵۸) ”ہم سے مہد لیا گیا“ حضرت مولانا حضرت مہدوالمعابد شعرائی، ترجمہ مولانا غفر احمد عثمانی

زندگی بسر کے گناہوں کو گننے کے سامنے پیش کرنا

اور میں نے سید علی خواں رحمت اللہ علیہ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ بحیرہ رجوت دلوں میں سے جو کوئی اس بات میں شک کرے کہ اس کا نفس اس کے حق میں اس سے مرزد ہوئی ہیں، وہ اپنے نفس کے سامنے پیش کرے، پھر ان کا ان نفسوں سے مقابلہ کرے جو اس کے پاس پہنچنے والے کے اندر اس کے ضم میں ہیں، تو غالب یہ ہے کہ اپنے گناہوں کو پاس پہنچنے والے کے نفس معصوم سے پہنچتا زیادہ دے پائے گا، کیونکہ کٹر یہی قاعدہ ہے کہ انسان اپنے نفس کے نفسوں کو دوسرے کے نفسوں سے زیادہ جانتا ہے اور جو شخص گناہوں میں پائے ہمیشہ سے بڑھتا ہو، وہ حرجہ میں بھی اس سے (یقیناً) کٹر ہوگا (پس کیا یہ حق ہے کہ اپنے آپ کو اس سے افضل سمجھے اور بعض لوگوں کو حسب اہمروں کے گناہوں کا پوری حرجہ علم نہیں

ہوتا تو یہ خیال کر لیا کرتے ہیں کہ اس کے بھی گناہ بہت ہوں گے، اگرچہ میں نہیں چاہتا۔ (صفحہ ۵۸)

شکیر کا فیض سے محروم رہ جاتا۔ صاحب تواضع کا فیض اللہ کرنے کی

صلاحیت سے بہرہ ور ہوتا

پھر اسے تواضع! تم پر یہ بات بھیجی نہ تھی چاہئے کہ یہ میرا اس سب کے تمام محو پر نہیں کرنے کے لئے بھیجے ہے، میں جو کوئی اس دنیا سے داخل نہ ہوگا، وہ اس کتاب کے محو کے ساتھ فکر ہونے کی بجائے سگھ سکے گا، اس لئے کہ جو شخص اپنے نفس کو لوگوں سے زیادہ بڑا نہ کرے، وہ اس کی مدد (اور فیض باطنی) سے محروم رہے گا۔ اس سے کہ فیض باطنی پانی کے دانہ سے اور پانی کے چھپکے کی جانب بہت قریب ہوتا ہے، پھر مقامات کی طرف نہیں چلا جاتا کرتا اور برابر جگہ میں پانی خراب کرتا ہے، ہاں اگر آپ کو کسی کے بارے میں شک ہو تو اس کا فیض خراب ہے، تم تک نہ پہنچ سکتے گا، اس کے ساتھ کوئی سے بھی فیض نہیں پہنچ سکتا اور اس مرتبہ، یعنی صاحب تواضع پر اس جیسے والے سے فیض سے لیتا ہے، اس طرف فیض خراب، بخیر بہرہ بردار آتا ہے، دوسرا چاہئے۔ ہاں سب سے مشن کا کوئی شہر نہیں کیا چاہئے۔ سیدی شاہ عبدالعزیز رحمت اللہ علیہ سے کسی نے اس سے مطابقت طریق کی بہت سوال کیا کہ کسی قدر جیسا آپ نے فرمایا کہ میں اپنے مشن کی شہر میں کر سکتا، کیونکہ میں ہر شخص سے جس کے بھی پاس بیٹھ جاؤں، فائدہ حاصل کر لیتا ہوں، پھر آپ نے شہر چھوڑا۔

وکل شیخ بنت منہ علیہا او ادھا فہو امام حمدا

جس کسی سے بھی مجھے علم و ادب حاصل ہو وہی شیخ مراد اور امام

کامل ہے۔ (صفحہ ۶۰)

تواضع کی کچھ علامتیں

اور میں نے سیدی علی خواں رحمت اللہ سے پوچھا کہ کچھ علامتیں تواضع کے ساتھ سچے طور پر جو کر ہو جانے والے کی علامت یہ ہوتی ہے کہ وہ تمام مخلوق کی خدمت

کو برداشت کرے اور تکلیف کا مقابلہ انتقام سے نہ کرے (اور ایسا ہوتا کرے) جیسا تمام اپنے آقا کے ساتھ کرتا ہے، اس بات سے خیر اور مخلوق کی تکلیف برداشت کرنے پر آمادہ رہتا رہتا ہے، ورنہ اگر وہ اپنے کو مخلوق سے بڑا یا ان کے برابر سمجھنے کی طرح مقابلہ کرتے، جیسا کہ مخلوق کا ہوتا ہوتا ہے (مگر وہ تو اپنے آپ کو سب کا قدم سمجھتے ہیں)۔

اور اسے تواضع! تمام کی حالت میں تم ذرا غور کرو کہ جب اس کو اپنے آقا کا رجب معلوم ہوتا ہے جس نے اس کو خرید لیا ہے اور اس کی قیمت تو گنہ دہی ہے، تو آقا اس کو کالی بھی دے لیتا ہے اور مانتا بھی ہے، مگر وہ گناہ خاموش سر ہٹائے بھڑا رہتا ہے، یہی حال تواضع کا ہوتا چاہئے۔

اور سچے تواضع کی یہ بھی علامت ہے کہ جب کوئی شخص اس سے کوئی چیز مانگے تو اس سے انکار نہ کرے۔ (امتن کوئی شری مصیبت ہو تو خیر) جیسا کہ تمام اپنے آقا کے ساتھ کیا کرتا ہے۔

تو ایک علامت یہ بھی ہے کہ اس کے دل میں بھی یہ بھی غصہ نہ آئے کہ اس کی تعظیم کے واسطے کوئی کلمہ ہوگا، وہ تو قیام کا شوق ہے، جیسا کہ تمام اپنے آقا سے اس کا امیدوار تو کیا، وہم بھی نہیں کر سکتا۔

تو ایک علامت یہ بھی ہے کہ اگر کوئی اس کی کچھ (مثنی برائی) کرے اور اس کو محبوب کے ساتھ متہم کرے، تو اس سے حاشا (مثنی رنجیدہ و غضب ناک) نہ ہو، بلکہ دل میں عینا کہے) کہ یہ خدمت اور اہم عبادت ہے، میں ایسا ہی ہوں، بلکہ اس سے بھی بدتر ہوں، کیونکہ میرے دلی محبوب نے تو برائی کرنے والے کو بھی نہیں، اور یہ شخص اگر مجھے برا بھلا کہے تو یہ اس کا اہل ہے (کیونکہ یہ مجھ سے افضل ہے) امت کر شری مصیبت اس کے خلاف ہو (تو دل سے اپنے کو ان محبوب کے ساتھ متہم ہی سمجھے، مگر زبان سے اپنی براہت کا پر کر دے۔ (صفحہ ۶۵)

صوفی کو درود ان سلوک اپنے گناہوں کا نظر آتے رہنا

تو سچے تواضع کی یہ بھی علامت ہے کہ جو لوگ اس کو مجلس میں بیٹھنے دیں یا

سوام کا جواب دیدیں یا خود اس کو سلام کر دیں وہ ان کا احسان مند ہو۔ اس کی توجیح یہ ہے کہ صوفی اپنے سلوک میں ایسے مقام پر پہنچتا ہے، جہاں اس کو اپنے اندر بہت سے محبوب نظر آتے ہیں اور اپنی حواس اور مادی پائے کھینچے ہوئے مصروف ہوتے ہیں کہ دنیا اس کی سب کو حواس ہے، اس وقت وہ اپنے آپ کو یہ فائق (یہ کار) سمجھتا ہے، جس کا مقصد حکم خداوندی ہے، وہ اب آپے آپ کو سلام کے بھی لائق نہیں سمجھتا، کیونکہ (اس کی نظر میں) اپنے اندر گناہ بہت معلوم ہوتے ہیں اور وہ اس سے سامنے اپنے ظاہر اور واضح ہوتے ہیں، گویا کسی سے بھی پوشیدہ نہیں ہیں، اس کے سوا (اس کو اپنے اندر) کچھ مشدہ نہیں ہوتا، خصوصاً اگر غضب و جلال قدس حق پر نظر کرے، ان گناہوں کی حیثیت اس کے دل میں زیادہ ہوگئی ہو یا وہ ان لوگوں میں سے ہے، جن سے نزدیک باطنی (نفس) گناہ مرتبہ میں ظاہری گناہوں کے برابر ہوگئے ہیں، کیونکہ حق تعالیٰ شہنشاہِ عالم کو سب کو خوب جانتے ہیں، (ایسی حالت میں تو وہ اپنے آپ کو کسی قابل بھی نہ سمجھے گا)۔ (صفحہ ۶۷) (شاخ ہو کر دورانِ سلوک طالب پر ذکر کے نور کے اثرات اور محبوب کی حالیِ تجلیات کی وجہ سے عرصہ تک اپنے پیچے سب سے اور یہ کار ہونے کا نکل غائب رہتا ہے۔ مرتب)۔

دربارِ الہی میں داخل ہونے کے

نتیجہ میں آنے والی آزمائشیں

پھر اسے عزیمت یا تم پر یہ بات عقلی نہ ہونا چاہئے کہ قوم صوفی کی آبرو کے چپے جو اکثر لوگ جانتے ہیں، اس کا سبب یہی ہے کہ ان میں سے ہر ایک دربارِ الہی میں داخل ہونے کی تمنا کرتا ہے اور اس دربار میں داخل ہونا، اس شخص کے لئے حرام ہے، جو حقوق کی نگاہوں میں کوئی بھی مرتبہ اپنے لئے چاہتا ہو، اس سے حق تعالیٰ شہنشاہِ عالم کو مصیبت فرماتے ہیں اور حقوق کو بھٹوتہ اور ہمتان سے نہ کی "ہر دو کو چاک کرتے ہیں، یہاں تک کہ بوجہ حق تعالیٰ شہنشاہ کے کسی کی طرف نہ کو مسدود نہیں رہتا۔ اور اس وقت وہ ایسا حق تعالیٰ پر ہی مجبور رہتا ہے جس کو نظر اس کے پاس مرتبہ قرب کے طالب ہوتے ہیں، ایسی حالت میں حق تعالیٰ شہنشاہ ان کو خالص اپنا بنا لیتے ہیں، اس سے

بعد وہ درجہاتِ قریب میں ترقی کرتے ہیں، جہاں تک کہ حق تعالیٰ نے کسی کے لئے حقہ فرمادیا ہے، اور جب تک بندہ حقوق کی نگاہوں میں ہی مرتبہ کا غریب نہیں ہے، وہ حق تعالیٰ سے محبوب (پارہ میں) ہے اور جس قدر عظمت فیض زیادہ ہوں گی، اسی قدر تجربات جانتے جانتے چلیں گے، حتیٰ کہ بعض اوقات بندہ اس کے خدا کے درمیان ستر قرار یا اس سے بھی زیادہ پورے عالم ہو جاتے ہیں (خدا تعالیٰ سب کو اس سے پناہ دے)۔

اور میں نے سہولتِ ظریفی فرماتے اندر اللہ علیہ سے سنا ہے، فرماتے تھے کہ حق تعالیٰ کسی بندہ کو اس وقت تک خالص اپنا نہیں بناتے، جب تک کہ شیطان الانس والجن گروہ بندی کرے، اس کو جھوٹ اور بہتان کا نشانہ نہ بنائیں، جب اس کا نفس حقوق سے بڑا ہو جاتا ہے اور کسی کی طرف اسے التفات نہیں رہتا، اس وقت اس کو منتخب فرمایا جیتے ہیں۔ (صفحہ ۶۹ - ۷۰)

اپنے مسلمان بھائیوں کے حق میں نرم ہونے کا حکم

(ہم سے عہد لایا گیا ہے) کہ ہم اپنے مسلمان بھائیوں کے ہاتھ میں نرم ہو کر رہیں، جب تک کہ وہ کسی بدی یا بدی کی طرف ہم کو نہ بلائیں، حدیث میں چہاں صاف ہمارے کرنے کا امر ہے، وہاں یہ بھی ارشاد ہے۔

"الصلو علیہ اہل البیت" کہ اپنے بھائیوں کے ہاتھ میں نرم ہو جاؤ (یعنی جب کوئی تم کو آگے یا پیچھے کرے تو اس کی اطاعت کرو، خدا اور ہمت دھری نہ کرو)۔ (صفحہ ۷۱)

نہی کی کچھ علامتیں

اسے عزیمت یا یہ بات بھی رہی میں داخل ہے کہ جب تہجد رات گذر، ایسی بندہ صحت پر ہو، جو کہ بلی مطلب کے طریقہ پر، یا اہل غم سے، یا صوفی مہاراجہ یا شاعر کے، یا فرقہ رفاہیہ کے طریقہ پر ڈر آگئی میں مشغول ہو، تو تم بھی گنہگار کی طرف ہی آؤ، اور سید میں ذکر کرو اور ان کے خلاف طریق اختیار نہ کرو، جس سے ان کو تشویش ہو، اور نہ خاموش رہو کہ تم سے ذکر کا ثواب فوت ہو جائے گا۔



سے بہت خوش ہوتا، جو اس کے شیر میں ایسا مشہور ہو گیا ہو کہ یہ اس کے سامنے گناہ ہو گئی ہو۔

اور مٹانے کا قول ہے کہ حدیثین کے سرول میں سے سب سے آخر میں حب ریاست نکلتی ہے۔ کیونکہ حقوق کسی درویش کی تادمہ عابدہ پر کرنے سے بعد ہی ہوتی ہے، اس وقت اس کو ریاست (مقام و منصب) حاصل ہو سکتی ہے تو اس کے ذمہ واجب ہے کہ منصب کی محبت اپنی طبیعت سے نکال دے اور سیدی اسٹیج ابو عباس عمری رحمت اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ منصب کی محبت طالب کی ترقی فیض کو روکتی ہے۔ (صفحہ ۸۵)

شیطانِ وسوس کا آخری وقت تک جاری رہتا

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ جب ہم مقامات سلوک میں ترقی کرنے لگیں تو شیطان سے پہلے سے زیادہ ڈرتے اور بچتے رہیں، کیونکہ جب بندہ ترقی کرے، دربار خداوندی سے قرب حاصل کرتا ہے تو اس کی شیطان سے دشمنی بڑھ جاتی ہے اور وہ اس کے لئے لنگر زیادہ تیار کرتا ہے۔

اور اس عہد سے طالبین بہت کم خبردار ہیں، وہ تو جب اپنے غس کو دیکھتے ہیں کہ ترقی کرنے لگا، یہ خیال کرنے لگتے ہیں کہ بس اب شیطان پیچھے ہٹے گا اور یہ اس سے محفوظ ہو گیا (حاکم نے یہ خیال لکھا ہے) بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس کے سامنے اللہ کی طرف توجہ ہونے والوں سے کبھی متعلق نہیں ہوتے، بلکہ اس وقت ایسے دیکھ اور وریک وادوں قلب میں ڈالتا ہے، جن کو بجز اس شخص کے کہ خدا نے اس کو ہدایت دی ہو، کوئی نہیں سمجھ سکتا، اس کا بہت خیال رکھو (بہن حصول نصیب کے بعد بھی سالک کو بے فکر نہ ہونا چاہئے اور نہ سمجھنا چاہئے اب تو نسبت حاصل ہوئی، اب شیطان کیا کر سکتا ہے؟ یاد رکھو! حصول نسبت کے بعد عطا ہوا مصیبت کے بعض مقامات پر بھی مواظفہ ہوتا ہے۔ مقررین رائیں ہو جرنائی (مقررین کو زیادہ جرنائی ہوتی ہے)۔ (صفحہ ۸۹)۔

ضرورت سے زیادہ دنیا، جتنے سے

شیطان کی آہ و رشت کا ہوتے رہتا

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ اگر ہم پناہی سونے کے ڈھیروں پر گنبدیں، جن کا نہ دنیا میں کوئی مطالبہ کرنے والا ہو، نہ آخرت میں اس کا کوئی حساب ہو، جب بھی اس میں سے بجز اس دن کی خوراک کے زیادہ نہ لیں اور کوئی گدھا سونے سے لدا ہوا ہمارے گھر میں ٹھس آئے تو ہم کو چاہئے کہ اس کو نکال دیں اور گھر کا دروازہ بند کر لیں اور اپنے لئے اس میں سے کچھ نہ لیں، البتہ کسی دوسرے کی نسبت سے سے لیں تو مضائقہ نہیں۔

سیدی ابراہیم شاذلی رحمت اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ دنیا ابلیس کی بیٹی ہے، پس جو کوئی ضرورت سے زیادہ دنیا سے لگا، وہ شیطان کا دامار بننا چاہئے کہ اور اس کے پاس شیطان کی آہ و رشت اپنی بیٹی کی وجہ سے زیادہ ہوگی۔

میں کہتا ہوں کہ لینے کی مثل دنیا کی آرزو کرتا بھی ہے، کیونکہ آرزو کرتا مثل چننا پیچھے کی ہے، اور چننا پیچھے کے بعد بھی وہ ضرر میں ملتا ہے اور آہ و رشت عطا ہونے لگتی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ جس نے ابلیس کی بیٹی سے نہ تلاج کیا، نہ اس کو چننا پیچھا، ابلیس اس سے پاس میں بھی سکتا، چنانچہ انبیاء علیہ اسلام کے پاس شیطان نہیں بچ سکتا۔

اور اس عہد پر پوری طرح عمل کرنے والوں میں سے فضیل ابن عیاض اور ایام شافعی رحمہما اللہ وغیرہ تھے اور اس عہد سے معلوم ہو گیا کہ خیراد کا شین، کیا جانے اور مطالب و مقاصد بتا کر رو بہ چہرہ لینے سے مستغنی ہوتے ہیں، کیونکہ جب وہ بے محنت و شہقت لئے اسلئے سونے کے ڈھیروں کو چھوڑ دیتے ہیں اور ان میں سے کچھ نہیں لیتے، تو ان کی نسبت یہ کیونکر خیال کیا جا سکتا ہے کہ وہ اپنی چالوں کو کیا بنانے کے لئے جزی بنائیں یا دھونکی دوائیں خریدنے کی یا مقاصد و مطالب کے لئے مٹی کھودنے کے شہقت میں دلائیں گے، تاکہ اس ذریعہ سے بیروز و نصاریٰ کے گندے مال اور ان کی خیرات وصول کریں، جو کہ طالبِ معصوم کرنے کے لئے انک دیکھتے

ہیں۔ (صفحہ ۹۸)

(ا) اللہ کا دنیا سے بے نیاز ہونے کا کھلایا ہے جو کچھ بیا سارے انکارِ اعلیٰ اللہ نے لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس پر انکارِ اعلیٰ اللہ کا ابتعا ہے، دنیا کے لئے جدوجہد کرنا، دنیا چماتا، دنیا دہاں کی شین و خوات کی رنہ کی اختیار کرنا، اس کی چاہت کرنا، یہ اہل نہ کے شین منافی ہے، نہ ہمیں دنیا دہاں دنیا سے بے نیاز ہونے واسے خوش نصیب افراد میں شامل فرمائے۔ آمین۔ (مرحب)

آخرت کی محبت

دنیا سے بے رغبت ہونے بغیر نہیں ہوتی

”اے عزیز! خوب سمجھ لے کہ اس جہد پر عمل کرنا، دونوںوں کے اخلاق میں سے ایک اولیٰ بات ہے، کیونکہ وہ آخرت سے محبت صحیح طور پر اس وقت تک نہیں کر سکتے، جب تک کہ دنیا سے بے رغبت نہ ہو جائیں، جیسا کہ دنیا کی محبت کامل اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتی، جب تک کہ اس کے باواسا سے بے رغبت نہ ہو جائیں، اس بات کو سمجھ کر اور اولیاء اللہ میں سے جو کوئی اس جہد کے ساتھ مصروف ہونے کا قہر رکھے، اس کا سوچ لازم سمجھو، کیونکہ اللہ وہ سچا ہوگا اور اس کو اپنے اوپر قیوس نہ کرے کہ یہ قیوس تمام غلط ہوگا۔ کار پاک را قیوس۔ خود بخیر (پاک کوئیوں کے کام کو اپنے کام پر قیوس مت کر)۔ (صفحہ ۹۸)

ملاقات سے پاک صاف ہونے کے لئے

غیر معمولی چالوں کی ضرورت ہے

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ اپنے لہس کے ساتھ ریاضت و مجاہدہ اس قدر کریں کہ ہواِ ظاہر و باطن یکساں ہو جائے، (جو کچھ ہم ظاہر میں نیک اعمال کرتے ہیں، اسی طرح دل کو بھی امراضِ باطن سے پاک صاف رکھیں) اور اس میں سے ہرگز سستی نہ کریں (بلکہ ظاہر سے زیادہ باطن سے متورنے میں کوشش کریں)۔

اور (اس جہد پر عمل کرنے کی زیادہ ضرورت اس لئے ہے تاکہ) ہم صفتِ طاف

سے پاک صاف ہو جائیں (کیونکہ جو شخص ظاہر میں نیک اور باطن میں بد ہو، وہ بھی ایک طرح کا متافق ہے، نیز اس کے اس لئے بھی ضرورت ہے، کہ اگر ہم ایسا نہ کریں گے تو کوئی) ہم نے لوگوں سے تو شرع و حیا کی کہ اس سے بڑی برائیاں کو چھپایا اور خدا سے شرم نہ کی (دل میں برائیاں کو چھپا دی، کیونکہ وہ تو دل کی صحت کو بھی دینے ہی جانتے ہیں، جیسے خارجی صحت دے، پس اگر ہم کو حق تعالیٰ سے شرم دینا ہوتی تو ہم ظاہر و باطن دونوں کو نکالوں سے پاک کرتے)۔

نصیر علیہ السلام نے سیدنا محمد بن عبدالعزیز کو ایک وصیت یہ بھی فرمائی تھی کہ اس بات سے (بہت) بچو، اگر تم ظاہر میں تو خدا کے دوست بنو اور باطن میں دشمن (اس کا مطلب یہی ہے کہ ایسا نہ ہونا چاہئے کہ ظاہر میں اولیاء اللہ کے کام کرتے رہو اور دل میں تکبر و حسد و بغیرہ لئے چپے رہو، جو کہ دشمن خدا کے کام ہیں) اس کو خوب سمجھو اور اس پر اچھی طرح عمل کرو۔ خدا تعالیٰ تم کو جاہلیت کرے۔ (صفحہ ۱۰۱)

حق تعالیٰ شانہ غیر یا غیروں کی محبت کو دیکھنا پسند نہیں کرتے

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ اپنے دل میں دنیا کی محبتوں میں سے کسی کو چھنے نہ دیں، خواہ محبت مال کی ہو، دین کی، محبت۔ راجح و ساجح کی، دوست کی یا کسی مرغوب شے کی (کسی کو اپنے دل میں جگہ نہ دینی چاہئے) کیونکہ حق تعالیٰ شانہ بڑے صاحبِ غیرت ہیں، وہ اپنے بندہ مومن کے دل میں غیروں کی محبت دیکھنا پسند نہیں کرتے، ہاں جن لوگوں کی محبت کا خود حق تعالیٰ شانہ سے غم فرما رہا ہے، جیسے کہ انبیاء و مدظلہ صہ، اور صالحین اور تمام علماء صاہبہ و دیہہ، کہ م تو اس لوگوں کے ساتھ علمِ حق کی دعا آوری کے لئے محبت کرتی چاہئے (یہاں سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ذکرِ لیلیٰ اثبات لا اظہار لا اللہ میں جو سوشل طریقِ تعلیم فرماتے ہیں کہ لفظ ”اے“ کے ساتھ یہ تصور کرنا چاہئے کہ ماسوائے خدا کی محبت دل سے نکل رہی ہے، اس سے عرواوی محبت ہے، جس کا حق تعالیٰ نے ہم کو علم نہیں فرمایا۔ نبیہ و مشائخ کی محبت نکلتا، اس سے عرواوی، جیسا کہ بعض لوگوں کو شبہ ہوا کرتا ہے، کیونکہ انبیاء و اولیاء کی محبت تو وہ بعد محبتِ حضرت حق ہیں، مجاہدہ ہے، اس لئے کہ صوفی کرام کی اصطلاح میں محبتِ غیر سے

مراد وہ محبت ہے، جس کو رسول اہل اللہ میں داخل نہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ اور  
جسد انبیاء علیہ السلام اور اپنے شیخ اور جملہ اولیاء کرام کی محبت تو حق تعالیٰ کی طرف  
پہنچنے والی ہے وہ تو علم حضرت حق کی محبت ہے) فرض یہ کہ کونہیں اسی محبت  
سے پہنچے جس کا ہم کو حق تعالیٰ شہد سے علم میں فرمایا (اہل ازدواج و اولاد کے  
ساتھ ان قدر تعلق و محبت شرعاً ضروری ہے، جس کے ذریعہ سے ان کے حقوق ادا  
کرنے میں سہولت و آسانی ہو، اتنی محبت ان کے ساتھ معشوقین، اہل بیت ان کی محبت  
کی وجہ سے احکام الہی میں سستی اور کوتاہی ہونے لگے تو اس سے ضرر پہنچے گا)۔

سیدی علی خواص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ یہ اوقات تمبر سے بنی جاس  
حق تعالیٰ، اس لئے مصیبت میں مبتلا کر دیتے ہیں کہ تمبر والے دل میں ان کی محبت جم  
گئی ہوتی ہے (اس وقت حق تعالیٰ کو تم پر نصرت "تی ہے کہ خدا کو چھوڑ کر دوسرے کی  
طرف کیوں متوجہ ہوئے) اور بھی ان لوگوں کی (زیادہ) محبت کی وجہ سے جن کی محبت  
کا علم ہی فرمایا گیا ہے (خدا) تم پر توبہ واجب فرماتے ہیں، جس اور میں بھرتا رہے  
اور اس کا پاسبان والا بھی پکڑ رہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)۔ (صفحہ ۱۶۵)

معرفت بخشنے سے خوف خدا میں اضافہ ہوتے جاتا

(ہم سے چھو لیا گیا ہے) کہ جس قدر حقوق اللہ و حقوق العباد عداوت سے  
ہیں، ہمیشہ ان پر نظر کرتے رہیں، تاکہ یہ بات معلوم ہوتی رہے کہ ان حقوق کو ہم نے  
پورا بھی کیا یا نہیں اور اپنے ذاتی حقوق پر بھی نظر نہ کریں، مگر ضروری ہو جانے کے  
لئے ہوا تو مضائقہ نہیں اور اس کی ضرورت اس لئے ہے، تاکہ ہم ہمیشہ اقرار کرتے  
ریں کہ محبت انہی پر قائم ہے، تو جس قدر عداوت ہم سے صادر ہوا کرتے ہوں گے، ان سے  
توبہ و استغفار کر کے یہ ہم کو نصیب ہوں۔

یاد اور دیکھو عارف کی بچکان سے یہ کہ حق تعالیٰ سے محبت ذات ہے، چنانچہ حضور  
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں تم سب سے زیادہ عداوت کو پہنچاتا ہوں اور  
سب سے زیادہ خدا سے ڈرتا ہوں، (معلوم ہوا کہ جس قدر معرفت الہی یا حق جاسے  
گی، اس قدر خوف خدا بھی زیادہ ہوگا) عارف ہمیشہ یہ سمجھتا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ غور

و مغفرت نہ فرمائیں تو وہ زمین میں دھنسا دیے جانے کے قابل ہے۔

ایک مرتبہ تھراہ کی ایک جماعت نے سیدی شیخ عبدالمصطفیٰ دہری رحمۃ اللہ علیہ  
سے درخواست کی کہ کوئی کرامت ظاہر فرمائیے، جس سے ہمارا اعتقاد پختہ ہو جائے اور  
آپ سے طریق سلوک حاصل کرنے کا شوق پیدا ہو آپ ذرا خاموش ہوئے، پھر  
فرمایا کہ میرے عزیز دو کیا تم پیروں کے لئے آج دوئے زمین پر اس سے زیادہ کوئی  
کرامت دہی ہے کہ حق تعالیٰ نے ہم کو زمین کے اوپر (منجی سالم) چھوڑ رکھا ہے،  
اندر جس وسطیا، حالانکہ ہم سالہا سال سے زمین میں گاڑ دیئے کے قابل ہو رہے  
ہیں؟

پھر فرمایا کہ قسم خدا کی، میں جب زمین پر چلتا ہوں اور ایک قدم اداں کر دوسرا  
اٹھاتا ہوں اور زمین کو اپنے سر کے نیچے دھتور قائم پاتا ہوں، تو ہر قدم پر حق تعالیٰ  
سے شرفا ہوں کہ اس نے مجھ کو کس قدر صہبت دے رکھی ہے، پھر فرمایا کہ صدیق  
اکبر رضی اللہ عنہ کے پیٹ میں سے سوئے بھڑی بڑا کڑی تھی (کیونکہ خوف الہی  
سے ان کا جگر پک گیا تھا) تو تیار کیا حال ہوتا پائے میں کھتا ہوں کہ خوف الہی  
کے پارے میں سلف صالحین کے حالات ان کے مقابلے میں بکثرت منظور ہیں۔  
واللہ واسع علیم۔ (صفحہ ۱۶۶)

تھکاردوں پر دل مہربان ہونے کی تاکید

ان عطاہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ جس مصیبت سے (امت و اکابر  
(دل میں) پیدا ہو، وہ اس اطاعت سے بچتا ہے، ہرگز توبہ و توبہ کرے، بلکہ  
عزیز! گناہگاروں پر دل سے مہربان ہو جاؤ، ان کو توبہ کے ساتھ صحت کرستے رہو، احم  
اپنے زمانے میں عظیم وقت ہو جاؤ گے اور اگر تم اپنے دل میں اتنی توبہ پاؤ کہ ان کے  
ساتھ مکمل جہل کر کے دین پر غایت قدم رہ سکو، تو ایسے لوگوں سے ملنے بیٹھ بھی رہو  
اور اگر وہ تم سے نفرت کریں تو ان کے پیچھے پڑے رہو۔ (مگر آج کل علماء کو علماءوں  
کے پیچھے اس طرح اس پڑنا چاہئے کہ ان کو یہ خیال ہو جائے کہ ان کو ہم سے کچھ لالچ  
ہے کہ ان سے توبہ کی نگاہ میں مہربانی و صہبت پیدا ہوتی ہے، ورنہ یہ سب کچھ ضرر ہوتا





چاہئے) ان میں سے ہر ایک پر ایسی حالت پیش آنے کا اندیشہ ہے، کیونکہ ہر زمانہ میں جو حالت اکثر کی ہوتی ہے، اسی پر غم لگایا جاتا ہے۔ (اور آج کل اکثر کی حالت اسی طرح بدل جاتی ہے، ہمیں سب کو ایسا ہی سمجھ چاہئے گا، اس لئے کسی کو اپنی طرف سے بے فکر نہ ہونا چاہئے، ایسا اندیشہ ہر ایک کے واسطے لگا ہوا ہے) ہر باہرہ، زاید، مٹتی، کرشمہ اور بیش زورنا چاہئے کہ سہارا دیکھیں وہ دین کی دولت، جو اس کے پاس ہے، رائل نہ ہو جائے، کیونکہ اس کا دین پر ہی رہنا، اس دولت کی حالت نے مشکل خداف ہے، نیک کام کرے والے کو کل کھینچے چلے جاتے ہیں اور برے کام کرنے والوں کی زیادتی اور ترقی ہے۔ یہاں تک کہ آخر کار ہکا بکا دین ہی پر قیامت ہوگی۔ (مصلیٰ ۱۳۷)

اپنے بھائیوں سے ممتاز بن کر نہ رہنے کی اہمیت کا ہونا

(ہم سے جھل لیا گیا ہے) جہاں تک ممکن ہو، اپنے بھائیوں سے کسی فصلت محدود میں متور ہو کر نہ رہیں، کیونکہ اس سے ہمارے بھائیوں کی رہائی جھج جائے گی اور ہماری رہائی بڑھ جائے گی، تو ہمیں ضرورت کے وقت ہم کو اختیار ظاہر نہ کرنا چاہئے۔ (بلا ضرورت تہمیدی شن بہر نہیں) اور حق توہی اپنے بندوں میں سے اسی کو محبوب دیکھتے ہیں، جس کو پیچھے کوئی تلاش نہ کرے اور سامنے کوئی تعظیم نہ کرے (اس سے اعتمادی شان سے بڑھا چہ پئے کہ اس سے شہرت ہوتی ہے) پس اگر کسی کو حق توہی شہرت سے منتہی جا دی ہو، وہ مسطور ہے، کیونکہ خود اس کی نسبت تو متور بننے کی نہیں ہوتی (پس وہ اسی حالت میں خدا کا محبوب ہوتا ہے، حق توہی خود اس کو مشہور کر دیتے ہیں، تاکہ حق کو اس سے نہیں پیچھے، وہ شہرت اور تہذیب کا غلبہ نہیں دیتا۔ (مصلیٰ ۱۳۸)

مشاعرہ میں دنیا دار درویشوں کا بے وقت ہونا

آج کل امراء کی نظر میں ان شخص سے زیادہ کسی درویش کی بھی قدر و منزلت نہیں ہو سکتی، جو دنیا سے بے رغبت ہو کر، ان کے چاندی سونے کو انہی کی طرف راہیں نہ کر دیتا ہو، پس (اس ذریعہ سے اور) اس حق کی آڑ میں وہ حق کی بڑا دلوں جانیں ان سے پوری کر سکتا ہے، کیونکہ وہ جب دیکھیں گے کہ یہ شخص ان چیزوں کی بھی قدر

نہیں کرتا، جس کے طالب ملائیں دین میں تو احوال اس کی عظمت اور قدر و منزلت کریں گے اور، اس سے بڑا چہش گے اور، بیش اس کی سزاؤں کو قہر کی کریں گے اور اس کے برخلاف جب وہ یہ دیکھیں گے کہ کوئی عالم یا درویش دنیا سے محبت رکھتا ہے اور ان سے صاحب و مراتب کی یا دایا و عطایا کی قضا رکھتا ہے، تو بے وقت اور ہر کسی کی درخواست کرتا ہے یا یہ چاہتا ہے کہ حکام کے ذریعہ سے شہر و سرخون پر اس کا روزیہ مقرر ہو جائے یا اس کو طلب دنیا کے لئے سزا کرے اور دینی حق کرنے کے لئے ان سے بھی زیادہ پوری محبت صرف کرتے ہوئے دیکھیں تو پھر وہ اس کے کیونکر عقیدہ ہو سکتے ہیں۔

مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ ایک یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

يا معشر العلماء يا ملج البالد      يا مصلح المصلح اذا المصلح لفسد

اے علماء کی جماعت تم شہر میں (محو) تمک (کے) ہو تو (فساد) اگر تک ہی خراب ہو جائے تو اس کو کون درست کر سکتا ہے؟ (یعنی کھانے کی لذت اور دینی حق سے مٹتی ہے، لیکن اگر تک میں خرابی آجائے تو اس کو کوئی چیز درست کر سکتی ہے؟ مذہب کی خرابی کا کوئی بھی مدافع نہیں ہو سکتا، اسی طرح موصی کی حالت تو عامہ کے ذریعہ سے درست ہوتی ہے، اگر علماء بھی بگاڑ جائیں تو ان کو کون درست کرے گا؟ (مصلیٰ ۱۳۹)

دنیا کی محبت کا دل کو تپاک کرنا

اور عزیز صحت! خوب جان لو کہ سب سے زیادہ دل کو تپاک کرنے والی چیز دین کی محبت ہے، شاید تم تو اس کو سنا بھی نہ سمجھتے ہو گے، ابھی میں یہ سوز کا رش دیکھوں گے کہ ”حب الدین ماں گل خلیج“ کہ دنیا کی محبت ہی سب گناہوں کی بڑ اور تمام گناہوں کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے (معتز میں میں یہ سوز کے مدعا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی شکل میں الفاظ فرمائے ہیں۔ ”حب دنیا مفسد دنیا سے محبت رکھنا ہے اس سے کوئی گناہ بھی جدا نہیں ہو۔

سیدی علی خواں رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص دنیا کی محبت (دل

میں) سے کرم چائے، اس کا حشر بھی پھانسی ہوئی چڑ کے ساتھ ہوگا، جس کو پھانسی کرنے کے وقت بھی حق تعالیٰ نے محبت کی نگاہ سے نہیں دیکھا ہوگا (یعنی اس کا حشر دنیا ہی سے ساتھ ہوگا، جس سے اپنی حق تعالیٰ نے محبت کی نظر بھی نہیں ڈالی، بلکہ وہ بھیجے خدا کے نزدیک مخلص ہی رہی) اور حدیث میں ہے کہ ہر شخص اپنے دوستوں کے دین پر (تکیہ مست میں) اٹھے گا، پھر ہر کوئی غور کرے دیکھ لے کرے کہ وہ کس کے ساتھ دوستی کر رہا ہے (اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس کو دنیا کے ساتھ محبت ہوگی اس کا حشر دنیا کے ساتھ ہوگا نفوذِ باطن میں) یہاں اسے عزیز اور شام اور صبح دنیا کی محبت سے تو ہر کچھ اس میں سستی نہ کرنا اور خدا تم کو ہدایت دے۔ (صفحہ ۱۶۲)

فکس کے خلاف مجاہد کا واجب کرنا

پہلی ہر شخص کو لازم ہے کہ اپنے لوگوں (سے ملتا) چھوڑ دے، جو خدا تعالیٰ کے ادب میں سستی (اور کوتاہی) کرتے ہیں اور (مجانہ کرے) یہ کہہ دیجئے ہیں کہ اس (دب) کا چھوڑ دینا بھی تو ہر ہے۔ یہ اس کو دماشوق و غشوق سے نذر پڑھنا (اس حالت میں) جائز ہو سکتا ہے، جب کہ اس کو یہ بھی اندیشہ ہے کہ اس سے دین میں ضرر پہنچے گا اور (اس کو جو کو چھوڑ کر) خشوق و غشوق والوں سے بچے رہنا اور ان کے پاس ٹھٹھے چھٹتے رہنا چاہے کہ اس کی بدعت اٹا، نہ تعالیٰ اس کو خشوق (بچا) ہوئے میں اعداد و اعانت سے کی) خلاصہ یہ کہ ہر شخص کے (در خیل عبادت کے لئے) اس حد تک ریاضت اور مجاہدہ فکس واجب ہے کہ حق تعالیٰ کا حضور اس کو بخلاف ایسا حاصل ہو جائے کہ حیضتِ جانین میں چائے، وہ حضور نہ ہو، جیسا کہ ہمیں (مومن) کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ نماز میں حق تعالیٰ کا حضور حاصل کرنا چاہتے ہیں اور اس پر قدرت نہیں پاتے تو بار بار ہوا میں ہاتھوں کو جھٹکتے اور سینے پر دھرتے ہیں، مگر بالآخر حضور نہیں حاصل ہوتا، تو بات یہ ہے کہ وہ ان میں چاہتے ہیں کہ ریاضت اور مجاہدہ کا کام تمام راستہ یک طرفہ میں خلافِ قاعدہ لے کر چلیں اور یہ بھی نہیں ہو سکتا، اس کو خوب سمجھ لو اور عمل کرو، خدا تعالیٰ تم کو ہدایت دے۔ (صفحہ ۱۶۳)

ماہنامہ کے سوال کو رد کرنے کی جاہلی

(ہم سے محد لیا گیا ہے) کہ کسی حاجت مند سال کرے دے کو بھی (حالی) واپس نہ کیا کریں، بہت گروہ کی ایسی چیز کا سال کرے، جس کی ہم کو اپنے فکس کے لئے یا ان لوگوں کے لئے جن کی خبر گیری ہمارے اندر فکس ہے، ضرورت اور حاجت ہو (تو اس کے سوال کو رد کرنے کا مفہود نہیں) ہاتھوں کر جس چیز کے اپنے کے بعد ہمارا حالت بھی دینی ہی ہو جائے، جیسے اس کی حالت ہے کہ ہم خود بیان ہیں نہیں (ایسی صورت میں بھی سال کرنے والے کی درخواست چاری نہ کرنا چاہئے) حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتے ہیں۔ ولا تجعل بسک معلولہ الی علفک ولا تسلب کل البسط فتفقد معلوما معسورا اور نہ تو اپنا ہاتھ گردن میں داندہ بیٹا چاہئے (نایت بھل سے بھلکی ہی ہاتھ راک یا سانس) اور نہ بھلکی ہی کوں دینا چاہئے (کہ اطراف کیا جائے) اور نہ الزام کھائے ہوئے گئی دست ہو کر بیٹہ رہو گے (کہ سب الزام دینے کے کہ انکا کیاں دیا جو آپ بیان رہ گیا)۔

اور حضرت محمد علیہ السلام نے ایک بار اپنے آپ کو ایک سال کی ضرورت کے لئے بچ دیا تھا، جس نے آپ سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنے سے اپنی جان بچائے (اس وقت آپ کے پاس کوئی چیز بھی تھی تو آپ نے اپنے فکس کو کسی کے ہاتھ بچ دیا یعنی مجاہد پر دے دیا)۔ (صفحہ ۲۰۱)

یہی چنی حیات

اور جب مجھ کو یہ مقام حاصل ہوا تو میرے وہ اصحاب جو مجھ کو کپڑے وغیرہ دیا کرتے تھے، کپڑے دینے وقت یہ شرط لگا دیا کرتے تھے کہ اگر کسی کو وہ کپڑے دینا چاہوں تو انہی کو واپس کر دوں (کسی دوسرے آدمی کو نہ دوں، کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ میں کسی سال کی درخواست کو راضی کرتا تو جو کوئی مجھ سے کچھ کہتا ہے، میں فوراً اس کو دے ڈالتا ہوں تو جو چاہے میرے پاس آتا ہے، وہ نہ میرے پاس رہتا ہے، نہ دینے والے کے پاس رہتا ہے، مجھ سے بھی گیا اور ان سے بھی گیا، اس لئے دینے والے لب یہ شرط کر لیتے ہیں کہ جب تک میں ہسپتال کروں کرتا رہوں، جب کسی کو

دینا چاہوں تو اس کی کو دابیں کر دوں) جب یہ ہے کہ میرا ذریعہ معاش صرف یہی ہے کہ میں ضرورت کے وقت حق تعالیٰ سے مانگا ہوں (پھر حق تعالیٰ کسی کے دل میں میرا خیال ڈال دیتے ہیں، وہ میری خدمت کر دیتا ہے، اس لئے میں اپنے پاس کوئی چیز جمع نہیں کرتا، جب سب خرچ ہو جاتا ہے، پھر حق تعالیٰ سے مانگ لیتا ہوں پھر حق تعالیٰ مجھ کو عطا فرماتے ہیں)۔ واللہ تعالیٰ عید (صفحہ ۲۰۲)

زندگی کی حقیقی مشکلات کو سمجھنے کی ضرورت

ابن عابدین معصف "شانی" والہار میں لکھتے ہیں۔

کچھ چیزیں ایسی ہیں، جنہیں فرد کے لئے سمجھنا ضروری ہے مگر کچھ حد کے پار سے پیش ہے الحسد عشرہ سبعة فی العباد واحد فی الناس حد کے دس حصے کے لئے نو حصے اہل غم میں رکھ دیتے گئے، ایک حد سارے جہاں کے لوگوں میں۔ دوسری چیز جو سمجھنے کی ضرورت ہے وہ مصیبتوں کے بارے میں ہے۔

البلایہ عشرہ سبعة فی الخالق واحد فی الناس جب مصیبتیں جازل ہوئی تو اس کے دس حصے کے لئے نو حصے ٹپک لوگوں میں رکھے گئے، ایک حد سارے جہاں کے لوگوں میں تیری چیز عقل کے بارے میں ہے، العقل سبعة فی الخلق واحد فی الناس عقل کے دس حصے کے لئے نو حصے مردوں کو عطا کئے گئے، ایک حد مردوں کو۔

دس سال تک اخلاص سیکھنے کا عمل

حضرت مجدد الف ثانی کے ہاں ایک مجتہد اور مفتی آئے، جو دس سال تک خدمت میں رہے، ان کے عاق کے ایک صاحب نے ان مفتی صاحب سے پوچھا کہ آپ تو خود مجتہد ہیں، یہاں یہ کیسے آئے ہیں، انہوں نے فرمایا، اخلاص سیکھنے کے لئے آئے ہوں اور دس سال سے یہ سیکھنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ دس سال کے بعد حالت یہ ہے کہ کوئی کام شروع کرتے وقت تو اخلاص کی نیت غالب ہوتی ہے، لیکن

کام فتح کرتے وقت اخلاص باقی نہیں رہتا۔ یعنی آخر میں غصہ رہتا ہے۔ اخلاص سیکھنا اور اخلاص پر استقامت سے گامزن رہنا، یہ وہ علم ہے، جس میں ظاہری شری علوم کی قصیل سے زیادہ وقت لگا ہے اور محنت صرف ہوتی ہے۔

معارف و مشاہدے

(حضرت شاہ ولی اللہ)

حضرت شاہ ولی اللہ دہلی کی شخصیت ہمہ گیر خصوصیت کی حامل ہے، ظاہری و باطنی علوم، روحانی مشاہدات، قرآن و سنت میں تبحر، قرآنی علوم کی نشر و اشاعت اور دین و شریعت کی رعایت کی پیشکش جیسے خدمات میں آپ کو جہ کمال حاصل ہے، وہ بے مثال ہے، یہاں ہم آپ کی کتاب "فیض الحرمین" سے آپ کے کچھ مشاہدے اور ان مشاہدوں سے حاصل شدہ نتائج پیش کر رہے ہیں، آپ کی اصل کتاب "چیز اللہ الہاد" ہے، جس کی ایک تالیف ان شاہ اللہ ہم الگ کتاب میں پیش کریں گے۔ (مرتب)

ان علوم سے جو مجھے رسول اللہ ﷺ کے فیض صحبت سے حاصل ہوئے، ایک علم یہ ہے کہ عارف جو معرفت الہی میں کامل ہوتا ہے، اس کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ دنیاوی، جسمانی اور روحانی تعلقات سے پوری طرح دور ہو، وہ اپنی کلیات اور جذبات و احساسات میں ہر وقت تروتازہ ہو۔

عارف پر اللہ کی ذاتی محبت کا غالب ہونا

جب عارف پر صفت اللہ کا فیضان ہوتا ہے تو اس کا تعلق دنیاوی، اخروی، جسمانی اور روحانیت وغیرہ سے متعلق ہو کر محبت ذاتی کی صورت اختیار کر لیتا ہے، محبت ذاتی سے مراد وہ محبت ہے جو سراپا اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔

عارف کا ہادی چیزوں سے تعلق

ذات حق کے لئے ہوتا ہے

عالم کال دیا سے اس طرح متعلق ہوتا ہے (جو اپنی طور پر) کہ اس عالم کے مظاہر میں سے کسی چیز کی محبت بھی اس کا رشتہ اللہ سے قطع ہوئے نہیں دیتی۔ عارف، ان چیزوں سے اپنی ذات کے لئے محبت نہیں کرتا، بلکہ اس کی محبت ذات حق کے لئے ہوتی ہے۔

عارف پر ہاں سے طور کے اسرار کا کھن

عارف جو معرفت حق میں کامل ہوتا ہے، وہ جو کچھ بھی افہم کرتا ہے، وہ اپنے ہاں سے ہی افہم کرتا ہے۔ اب جہاں تک ان ذرائع واسباب کا تعلق ہے، جو اس کے فہم کا باعث بنتے ہیں تو ان کی صورت یہ ہوتی ہے کہ اس عارف کے اندر پہلے سے یہ علم موجود تھا، جو اس پر بعد میں ظاہر ہوا۔ اس طرح اس چیز کی حقیقت عارف پر مختلف ہوئی۔ اگر کوئی عارف افہم کے اس طریق کے علاوہ کسی اور طریق سے یا کچھ اور سے علم حاصل کرتا ہے تو معلوم ہونا چاہئے کہ یہ معرفت لہی میں کامل نہیں۔ (شہ صاحب اس کے ان کو اگر انفسوا الفرواۃ المؤمن فہمہ یستظہر ہونو اللہ موکن کی فراست سے ڈرا کر، اس لئے کہ وہ اللہ کے قور سے دیکھتے ہیں حدیث کے پس منظر میں دیکھ جائے تو اس پر اعتراض کی محتاج ہوتی نہیں رہتی۔ مرتبہ)۔

باطنی کدورتوں سے صفائی کے بعد

عارف کو حاصل ہونے والا نور

ان علوم میں سے جو مجھے رسول اللہ ﷺ کے فیض محبت سے حاصل ہوئے، یکدم یہ ہے کہ جب عارف کامل کا نفس جسم کی کدورتوں سے صاف ہو کر علاء اعلیٰ سے متصل ہو جاتا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نئی کادور ہوتا ہے وہ نئی اس کی استعداد کے مطابق ہوتی ہے۔

عارف کا اللہ کی مخلوق کے لئے ایک نئی بن جانا

اس نئی کی وجہ سے عارف کا نفس اور اس کا پورا جسم اس نور سے سرشار ہو جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ عارف، اللہ کی مخلوق کے لئے اس کی قربت میں سے ایک نئی بن جاتا ہے۔ اس صورت میں عارف کی قربت میں اللہ کی قربت شامل ہو جاتی ہے۔ اس طرح وہ کامل، مکمل بن جاتا ہے، جس سے لوگوں کو ظن حاصل ہوتی ہے، عارف اپنی قوت کو مرنے کے لئے بھی مجبور ہو تو اس سے بھی اثرات ہوتے ہیں۔ (پس انہیں، ہمیں سب مشاہدہ)

عارف کا ذات حق کی نظریات کا

مرکز بن جانا

ایک عارف جو معرفت اور حالی میں کامل ہوتا ہے، اس کی محبت میں یہ خصوصیت ہوتی ہے کہ وہ ذات حق کی نظریات کا مرکز بن جاتا ہے۔ چنانچہ اس کی اس محبت کا اثر اس عارف کے اہل و عیال پر، اس کے مال پر، اس کے مکان و مچرہ صوبہ پر پڑتا ہے۔ عارف ان سب کی اصلاح کرتا ہے۔ (سواس مشہور)

عارف کے ساتھ ملا ہونے کی محنت کا ثابت ہونا

جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے تو وہ شخص علاء اعلیٰ کا چہیتا بن جاتا ہے۔ یہ جس جگہ رہتا ہے، وہیں علاء اعلیٰ کی ہمیشہ وابستہ ہو جاتی ہیں، اس طرف فرشتے نور و رفعت اور اور روح ارواح پکھلتے ہیں۔ (ایسا)

روح کی آنکھ کا جسمانی آنکھ پر عائب ہونا

اس زندگی میں رہتی بات کی وجہ سے روح کی آنکھ نئی کو دیکھنے میں حائل ہو جاتی ہے، اگرچہ روح کی آنکھ جسم کی آنکھ پر غالب ہوتی ہے۔ قیامت کے دن جب کائنات بھٹ جائیگی تو روح کی آنکھ بہت خود مستقل حیثیت اختیار کرے گی، وہاں جسم کی آنکھ روح کی آنکھ کے تابع ہوگی۔ "حسرت کی زندگی، اس دنیا کی زندگی کا ہی حاصل ہوگی۔ چنانچہ روح کی آنکھ اور وہ آنکھ جو آخرت میں عصامت

المسلمین کو میسر ہوگی، اس میں کوئی فرق نہیں۔ البت عامۃ المسلمین کو اس رنگ کی بھر چہانت بدن اتارنے کے بعد ہی روح کی اس آنکھ سے سیریاپ ہونے کا موقع ملتا ہے، لیکن بعض ممتاز افراد کو اس دنیا کی زندگی میں ہی یہ آنکھ میسر ہو جاتی ہے۔ (سیرا مشہود)

یہی قوت کا ملکوتی قوت کے رنگ

میں رنگ جانے کا عمل

رو میں جب دلوں سے جدا ہوتی ہیں تو ایک قوت ان کی یہی قوت میں ہی پہنچتی ہے، دوسرے ان کی یہی قوت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ ہزاروں۔ دنیوی زندگی میں جو کمالات حاصل کئے تھے، وہ دلوں کے ساتھ متعلق طور پر جمع ہو جاتے ہیں۔ اس کمالات کی کئی قسمیں ہیں۔ ایک کمالات ”ذوالعمال“ کے ہیں۔ اس کی نوعیت یہ ہے کہ نسب کی ملکی قوت جب اس کی یہی قوت کو بجا کرتی ہے کہ وہ نیک کام کرے تو یہی قوت اس کا حکم مانتی ہے اور اپنے آپ کو آست اس کے تصرف میں دیتے ہوئے ہے۔ اس سے ایک قوت ملتی قوت میں انکشاف پیدا ہو جاتا ہے۔ وہ یہ کہ اس کی وجہ سے خود قوت بھی ملتی قوت کے مناسب کوئی نیت قائم کر لیتی ہے، قوت یہی قوت ملکوتی قوت کے رنگ میں اس طرح رنگ جانا دراصل نکلنا کہ ہوتا ہے اس قوت یہی کہ۔ انکشاف میں اس طرح جب بار بار ہوتا ہے اور یہی قوت ملکوتی رنگ میں رنگ جاتی ہے تو اس سے ان ”ذوالعمال“ قوتوں کے اصل جوہر ”ذوالعمال“ میں نکال حاصل ہو جاتا ہے۔ ”کے چل کر یہ“ ”کمال“ ”کس کے سے ہونے حادث اور جہت کے بن جاتا ہے، جو کسی حال میں اس سے الگ نہیں ہوتا۔

ان کمالات کی دوسری قسم ”ذوالرحمت“ ہے، اس کی تحصیل یہ ہے کہ انسان جب کوئی ایسا کام کرتا ہے جو اللہ کی خوشی کا موجب ہوتا ہے تو اس پر اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔ اس کی وجہ سے اس کام سے یا تو افراد کی تکلیف میں کمی ہوتی، یا وہ کام اللہ کے کسی ارادہ کی تکمیل کا ذریعہ بن جاتا، مثلاً اللہ تعالیٰ دنیا میں حیات و دور کی شہادت کرنا چاہتا تھا، اس شخص نے یہ کام کیا تو یہ کام حیات و دور کی نگاہی کے ظہور کا ذریعہ بن گیا یا وہ شخص خود گلی انہی کے ضمن میں ظاہر ہونے لگا، اس لئے کہ

یہ شخص ریاضتوں کے ذریعہ خود گلی کی طرف متوجہ ہوا۔ یہاں تک کہ خود اس کا حصہ بن گیا۔ انکشاف کر نیک کاموں کی وجہ سے فرد کو رحمت الہی گھر لیتی ہے۔ جس سے گلی سرور و انبساط حاصل ہوتا ہے۔

مجاہدوں کے ذریعہ حاصل ہونے والے احوال

سے نفس میں لگائوں کا پیدا ہونا

کمالات کی ایک صورت نور احوال کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔ اس کی تحصیل یہ ہے کہ یہ شخص کے نفس پر حسب خوف، امید، بے قراری، انس، ہیبت، تعلیم، احترام، اور اس طرح کی کیفیت برابر وارد ہوتی رہتی ہیں۔ تو اس سے اس کے نفس میں صفائی اور رقت پیدا ہو جاتی ہے، موت کے وقت اس شخص میں اسلئے جسے کے رنگ اور انوار سرایت کر جاتے ہیں۔ اس سے اس کے نفس میں بہت سی لطافت پیدا ہو جاتی ہیں۔ روحانیت اس کے لئے مسرت و نشاط کا باعث بنتی ہے۔ چنانچہ ان انوار سے نفس کی حالت اس ”بے کی طرح ہو جاتی ہے، جو صوب میں رہا ہوا ہو، جس پر سورج کی شعاعیں پڑ رہی ہوں، جس کی وجہ سے وہ سر پہ نور سن جاتا ہے۔“ (حوالہ مطاہرہ)

نماز میں حاصل ہونے والی تکلیف کے ذریعہ

احسان کے ملک تک رسائی حاصل کرنا

جس شخص کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کا کمال عطا فرمایا تو اس نے گویا نور اور صبر کے نور کی حقیقت کو پایا۔ اس کی حالت یہ ہوتی ہے کہ سے حسب بھی نماز میں اس ہو جاتی ہے یا کائناتوں کا بھر ہوتا ہے تو اس میں طرح طرح کے رنگ اور آوازیں بھر جاتی ہیں اور اسے خاص حالتوں سے سہا جاتی ہیں۔ اس سے اسے سخت اذیت محسوس ہونے لگتی ہے اور اس کی طبیعت کھرد ہو جاتی ہے۔ یہی جوں ہی وہ نماز اور ذکر میں مشغول ہونے لگتا ہے تو اس کی پاکیزہ کیفیت بھر جاتی ہونے لگتی ہے۔

انکشاف جو شخص ناپاکی اور سنگینوں کے درمحل سے نفس میں پیدا ہونے والی

کیعت سے آشنا ہوتا ہے۔ دربار اور ان کی سرست آمیز کیفیات سے بھی۔ تو وہ جس صحیح معنوں میں مومن ہے۔ یہ مومن کی صفت بیان کو "اصول" سے تعبیر کیا گیا ہے۔

جس شخص کو دعا اور ذکر کے عین میں کیفیت حضور کا اقتدار حاصل ہوا خواہ وہ کیفیت حضور کو الفاظ حروف و اشیا سے بہرہ نمر کرے نہ۔ کچھ نئے تو اس نے وہ "اصول" کے اہم جزو کی تشکیل کرتی۔ (پانچواں مشاہدہ)۔

### شعین کی افضلیت

حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کس قدر سے افضل ہیں؟ یا چاروں اس کے کہ حضرت علی اس امت کے پہلے صوفی، پہلے مہذب اور پہلے عارف ہیں، یہ کہتے سارے اس کی بات کے اور کسی میں موجود نہیں ہیں، اور اگر قصور سے کسی میں ہیں بھی تو وہ جس ہی کریمہ صفت سے طفلی حیثیت سے میں سے رسول اللہ ﷺ کے سامنے یہ سوال پیش کیا تو مجھے بتایا گیا کہ آپ کے در ایک نصیبت لکھی کا در امور نبوت پر ہے۔ جیسے کہ مری کی اشاعت، تو وہ کو دین کا مطیع فرمان بردار، ہمارا درسی طرف کے امور، جو نبوت سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور وہ نصیبت جس کا مریقہ ولایت یعنی "جذب" اور فنا ہے یہ تو ایک جزوی نصیبت ہے اور ایک اعتبار سے یہ نصیبت کم درجہ کی بھی ہے۔ (مشاہدات و معارف تربیت نفس لرحمن صوفی، حضرت شہ ولی اللہ)

(شہ صاحب کے اس مشاہدہ سے یہ بات واضح ہوئی ہے کہ کلی نصیبت کا معیار دین کی اشاعت اور اس کے لقب کا کام ہے، جو امور نبوت سے تعلق رکھتا ہے، اس کا مریقہ نصیبت دوسرے سارے کاموں سے زیادہ ہے۔ در کتاب ﷺ کے بعد بہت سے حقائق ان کاموں میں شہید کسب سے زیادہ نصیبت حاصل ہے، یعنی شہید نے ان کاموں کو سب سے زیادہ بہت طور پر انجام دیا، اور اس کی شخصیتیں دین کے قابل ذکر حد تک فروغ دین اور اشاعت دین کا ذریعہ ثابت ہوئیں اس

لئے نبوت کے بعد انہی کی فضیلت مسئلہ ہے دوسرا اہم نکتہ یہ ہے کہ حضرت ابو بکر، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کی کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی افضلیت ایسی چیز ہے، جس پر کوئی شخص اس سلسلہ میں اہل سنت کا اعتقاد ہے اس مشاہدہ سے ایک جزوی نصیبت کا مسئلہ ہمارے دماغ میں گھٹنے کا ہے، وہ یہ ہے کہ کار نبوت کے کاموں کے لئے اخلاقی، تعلیمی و نفسی کی شرط بنیادی ہے، اس لئے اخلاص و بے نفسی کے ساتھ اشاعت دین اور عقیدہ دین کے لئے والہ کام جذب دین کے مقامات سے گذرنے کے کام سے زیادہ افضل ہے اور ظاہر ہے کہ اخلاص و بے نفسی کے حصول کا طریقہ تصوف و راہ سلوک سے ہی مخصوص نہیں ہے، بلکہ قرآن کی طراوت و تامل سے خصوصی تعلق اور عبادت سے طبعی منہایت ہے، یہ "مسئلہ خوارق صافی" سے کام لینے، رہنے کے تہذیب میں بھی اخلاص و بے نفسی پیدا ہو سکتی ہے، جس طرح ابن جوزی، ابن حبیہ اور ابن قیم رحمہم اللہ بزرگ مفسرین نے حاصل کی۔ (مغرب)

### علمائے حرمین کا بعض صوفیاء پر اعتراض

علمائے حرمین نے بعض صوفیاء پر اعتراض کئے تھے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے ان اعتراضات کے جوابات لکھنے کی اجازت چاہی، لیکن آپ نے اس کی اجازت نہ دی۔ اس سے میں سمجھ گیا کہ یہ علماء جو صوفیاء پر معترض ہیں، ان کا ہونا بھی سنی علم ہے وہ اس کے مطابق صرف عمل ہیں، وہ اپنی بہادری کے مطابق کسی نہ کسی حیثیت سے لوگوں کے دلوں کے تغلیف میں گئے ہوئے ہیں اور علم اور دین کی اشاعت میں سرگرم ہیں، اس لئے وہ رسول اللہ ﷺ سے زیادہ قریب، زیادہ محترم اور آپ کی نظروں میں زیادہ محبوب ہیں۔ بہ نسبت ان صوفیائے کے جو اہل دہلی و ہما ہیں۔

ترب الہی کے دو طریقے ہیں۔ ایک علوم کی تخریصات، ایک کاموں کا علم و بناء، انہی میں سے دیکھا اور دیکھ کر کاموں میں کوتاہی ہوتا، جن سے سب اہل نوب کا بھلا ہوا۔ یہ سب قرب الہی میں داخل ہیں۔ قرب الہی کا دوسرا طریقہ فنا و دعا اور جذب

دیگر وہ کے مراحل سے گزرنے کا ہے۔ دہائی نظر میں قرب الہی کے دوسرے طریقہ میں حضور کے نزدیک نہ تو خالی منزلت تھی، نہ آپ کو مغرب تھا، آپ کی ذات القدس تو قرب کے پیچھے طریقہ کا عنوان تھی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس حیثیت کا مرکز بنایا تھا کہ آپ کے ذریعہ قرب الہی کے پہلے طریقہ کا فیض عام ہو۔ (فیض الحرمین، صفحہ نمبر ۱۳۹ سے ۷۰)

(حضرت شاہ صاحب کا یہ مشاہدہ ایسا ہے، جو تصوف کے معنوں میں بنیم ہوتا دیکھ رہا ہے، ایک اس لئے کہ امت کی تاریخ میں اشاعت دین اور خدمت دین کا جو بیشتر کام ہوا ہے، وہ تو صاحبانِ سلوک کی سرپرستی میں ہوا ہے، ان کی فیض یافتہ شخصیتوں نے سرانجام دیا ہے۔ ہم اس لئے کہ اشاعت دین اور فروغ دین کے لئے جن باطنی صفات و خصوصیات کی ضرورت درپیش رہی، وہ بیشتر صفات غیر معمولی ہمدوں کے ذریعہ صاحبانِ سلوک میں ہی پیدا ہوتی رہی ہیں، لیکن اس عاجز کی نظر میں شاہ صاحب کے اس مشاہدہ سے نتائج اخذ کرنے کا یہ پہلو بہت اہم اور قابلِ غور ہے کہ کائنات در ہلکے بغیر بھی ذکر و عبادت کو دیکھ جاتے، خود اقسائی سے کام لینے اور عاجز اور دلی کے ساتھ شہادت دین اور فروغ دین کا جو کام ہوگا، وہ غیر درست کا حامل ہوگا، اور امت میں ہر دور میں اس طرح کی شخصیتیں موجود رہی ہیں، جنہوں نے ان اصولوں کے ساتھ دعوت دین اور فروغ دین کا کام کیا ہے، اس سے جیسے اسلام اور جیسے اسلام کے کام کو فروغ حاصل ہوا ہے اور کبر اور عظمت کی حالتوں کی کسی حد تک مقابلہ کی صورت پیدا ہوئی رہی ہے۔ اس دور میں اس کی واضح مثال حسن الہام، شہید کی تحریک، خوان المسلمون ہے، جو چھٹے اسی نوے سال سے مصر اور عالمِ عرب میں غاصر ہو رہے ہیں۔ اس تحریک نے لاکھوں سے زیادہ نوجوان نسل کو اسلام پر قائم رکھنے میں اہم کردار ادا کیا ہے، ان کے اس کام میں بیان کردہ تین بنیادی اصول کارفرما ہیں۔ اپنی مذکورہ بنیادی اصولوں سے بہت کر قرآن و سنت کے نام پر فروغ دین اور اشاعت دین کا جو کام بھی ہوتا رہا ہے، اس سے تحریک تو پیدا ہوتا رہا ہے، لیکن یہ کام جلد ہی امت میں ایک سے گروہ کے اٹھانے کی صورت اختیار کرتا

گیا ہے۔ اس لئے کہ تزکیہ کے خصوصی اجتناب کے بغیر افراد کے باطن میں موجود لہو کا معاشرہ میں عکس نہ ہو، یہ ممکن نہیں، شہ صاحب کے بیان کردہ نکتہ میں صحت کے اجزاء موجود ہیں۔ اس لئے اس پر غور و فکر کی ضرورت ہے، تاکہ امت میں سلوک و احسان کے طبقہ سے باہر ہونے والے دعوتی کاموں سے تعلق خاطر اور ان کے لئے دعا کی صورت پیدا ہوتی رہے۔ (مرحب)

صحت کا کے لوازم

قریباً کئی کے لوازمات دیکھیں تو یہ تہائی واداشت ہے۔ اور راتوں کو مراقبہ کے ساتھ زہد، رخصتا ہے۔ پھر سالک اپنے آپ سے قافی اور خدا کے ساتھ باقی ہو جاتا ہے، اس کے بعد کثرتِ مشاہدہ وحدت کے لئے رکاوٹ نہیں ہوتا۔ اور صحت، خلوت ہو جاتی ہے۔ (انکس العارفين، صفحہ ۱۸۳، شاہ ولی اللہ)

نہیت میں ترقی

سالک کا اہلک منزل سے آگاہ ہونا

نہیت کی ترقی، کشتی کی رفتار کی مانند ہے، اس کا سوار سمجھتا ہے کہ وہ ساکن ہے، جب وہ سالک پر پہنچتا ہے تو اہلک وہ قطع منزل سے آگاہ ہوتا ہے۔ ہمارے اور بے خودی سے مقصد بغیر خدمتِ عبادت کو ختم کرتا ہے۔ محض عقل و دہش کو مغلوب کرتا معلوم ہیں ہونا غوطہ رنی کا مقصد موت حاصل کرتا ہوتا ہے۔ تاکہ اور حد میں پائی ڈالنا نہیں ہوتا۔

اس ذات کا کثرت ذکر دوسرے اذکار سے زیادہ غاثر ہے۔ (انکس العارفين، صفحہ ۷۰)

مبتدی و پختی کے حالات کا فرق

مبتدی کا عدم وصول حقیقی ہے۔ اور پختی کا صوری اور مبتدی کا گریہ و زاری تجلیات کی وجہ سے ہے۔ اور پختی کا رونقِ عظمت و کبریائی کے مشاہدے کی وجہ سے ہے، مبتدی ابھی سحرِ جزا پر پردوں میں مستور ہے اور پختی انوار کی شعاعوں میں قدم رکھے ہوئے ہے۔

مبتدی نے ابھی پارہستی اپنے کندھوں سے نہیں اٹھایا، اور پختی اس کی عظمت



کا راجہ اعلیٰ ہوئے ہے۔

مہندی خیاں اور ساجیسا سے نکس چاہتا ہے کہ یہ ساجی سے گزر کر واصل ہو جائے۔  
الحاصل یہ کہ اس چان چان کے لئے چان چانوں میں ڈانٹی چاہئے۔ (کتاب صحت  
عبد۔ حدائق صاف)

## راہ سلوک کے نشیب و فراز میں طالبوں کی بہتر رہنمائی

(مولانا اشرف علی تھانوی)

مولانا تھانویؒ کے درج اعلیٰ مخطوطات اور مواضع سے اقتباسات  
کے ساتھ ساتھ سب سے پہلے اپنی انری میں لکھ کر لئے تھے، جب  
وہ چندی دہائی تک اور اضطراب کے آثار غالب آتے تو ان کے مطالعہ  
سے غیر معمولی تسکین حاصل ہوتی۔ انری میں لکھ کر ان اقتباسات کا  
ایک حصہ یہاں دیا جا رہا ہے۔ یہ اقتباسات راہ سلوک میں چلنے والے  
طالبوں کی حوصلہ افزائی کے لئے غیر معمولی طور پر سامان تسکین کی حیثیت  
رکھتے ہیں۔ (مترجم)

روح میں مجاہدہ کی مستطیعیت

بہکی غفلت اور نہکی جبری اور نہکی تکی ذکر، یہ سب علامتیں ہیں کہ راستہ سے  
ہو رہا ہے، اور فرد مقصود سے قریب تر ہوتا جا رہا ہے۔ ابتدا میں بلکہ تو سب تک حالت  
میں کمزوری ہی رہتی ہے۔ اشتغال تو حقوں کے بعد ہوتا ہے۔ نسبت کے روح میں  
تکامل کے بعد ہی ایسا ثبوت ہوتا ہے حاکم کا، تاں اس حالت کا اعتدال رکھتے نہ  
کیفیت و عبادت کے اول بدل سے دلگیر ہو جائے۔ اپنے کام میں لگے رہتے، قدم اٹھ  
کر چلے شروع کر دے، مگر چلے رہے روزانہ ایک داشت ہی چلا جائے، بلکہ راستہ میں وہ  
چاہے یہ بھی کھنچے چاہے ہی ہے۔ مدد سے شریف میں ہے کہ جو شخص طلب علم میں مصروف  
ہے، اس کا مشورہ، خدا، میں ہوتا ہے۔ یعنی وہ انکس میں شمار ہوتا ہے۔  
فرمایا، قبضہ سے بھی ارفع ہے، اس لئے کہ اپنی حقیقت قبضہ ہی میں معلوم  
ہوتی ہے۔ اگر مدد اہم رہے تو بہت سے غلط رویہ پیدا ہوں، چنانچہ حق تعالیٰ

نے رزق کے بارے میں فرمایا ہے، ولو بسط الله الرزق لعباده لشغف فی ما یملکون (اگر  
اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لئے، رزق کو فراخ فرما دے تو وہ شرارت کرتے) سو  
انہوں نے رزق باطنی میں بھی یہی ہوتا ہے، اگر احوال (یعنی سب باطنی کیفیات) تو  
بہت ہی باطنی خرابیاں پیدا ہو جائیں، یعنی غلطیوں، بڑائی اور جب وغیرہ، پس قبض  
میں بھی مدد مستطیعیت پوشیدہ ہیں، یہ بھی حلقہ سے بہت ہی برائیوں کا، اگر قبضہ حاکم  
معلوم ہوتا ہے تو واقع میں وہ حق نہیں ہوتا بلکہ گمراہ ہو رہا ہے، سو چلے اس میں برائی  
ہوتی ہے وہ انکی ہوتی ہے، جو چلے برائیاں نہیں ہوتی (مخطوطات حسن المصنف ص ۴۴)

غس کی شدت سے حفاظت

کرتے رہنے کے اثرات

غس کی شدت کے ساتھ حفاظت کرتے رہنے سے رزق و فحش کا داعیہ کمزور  
ہو جاتا ہے اور اس کی حفاظت سب ہو جاتی ہے۔ غرض قبضہ کی جو تدبیر ہے، وہی  
تدبیر قبضہ کی بھی ہے، یعنی یہ قاعدہ سکڑی ہے، نکل نہیں، ہمیں افراد کو ہر مجاہدہ  
ہی کرنا پڑتا ہے۔ غرض طالب کو اپنی طرف سے غرض کے مجاہدہ ہی میں گزارنے  
سے لئے تیار رہنا پڑتا ہے۔ دنیا میں مجاہدہ ہی کے لئے تو بیچھے گئے ہیں۔ چنانچہ اللہ  
تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ لعلہ علفا الانسان فی محمد اور مجاہدہ ہی سے جو رزق بدست  
ہے۔ جن سانگوں کو مجاہدات میں سہولت حاصل ہو جاتی ہے، ان کو بھی برابر  
مجاہدہ کا اجر ملتا رہتا ہے، کیونکہ انہیں یہ سہولت مجاہدات کی بدولت ہی تو حاصل  
ہوتی ہے۔ (اشرف السوانح حصہ دوم ص ۱۸۸)

زیادہ غس کی توفیق سے خرابیاں پیدا ہونے کا تحذیر

ایک طالب (مولانا عبدالباری ندوی) نے لکھا پانچ دہائی دقت کی اپنی بیوی کو  
کے علاوہ جماعت و جمہور تک کا احترام نہیں قائم رہتا۔ برسوں سے سبھی کا ہے۔ اب  
بہت بالکل فوجی چارہ ہے اور پاس کا کھجور رہنے لگا ہے۔ اس کے جواب میں فرمایا،  
اللہ تعالیٰ نکیم و رحم ہیں، بندوں کی معصیت کو ان سے زیادہ گن جان سکتا ہے۔

زید وہ عمل کی توفیق سے دیگر خیریاں پیدا ہونے کا اندیشہ ہوسکتا تھا، مگر جب وغیرہ کا بھراسی میں اللہ تعالیٰ کے تصوف و قدرت اور اپنے بجز مہدیت کا مشاہدہ ہوتا رہتا ہے۔ انکار و اشدل کی سکوت اور تمام فساد عمل کی بڑی عایت مشاہدہ حق و اقطار ہے۔ الحمد للہ کہ وہ اس طرح بھی حاصل ہے۔

اپنی رانگی کے خیال کا طالب آتا

طالب (مولانا ندوی نے) حریہ کف خصوصیت سے دینی امور میں ارادوں کے نونے رہے۔ یہ کبھی اپنی رانگی کا نئی "تا سے" فریاد، یہ خیال بھی نہیں بد اور رانگی کی علامت تو غفلت و سہ پرواہی ہے۔ جیسا کہ اس قسم کے لوگوں میں مشاہدہ ہوتا رہتا ہے، نہ کہ کوتاہیوں کا احساس اور صبر و حق۔

مولانا ندوی نے حریہ کف نماز وغیرہ کی جو توفیقیں صبر ہوتی ہے، اس میں بھی نہ کی لگتا ہے نہ خشرع ہوتا ہے، بار بار اس کی نیت و کوشش کرتا ہوں اور ناکام رہتا ہوں، فریاد، جی لگتا نہیں، بلکہ لگتا مطلوب ہے۔ اگر اس کے باوجود جی نہیں لگتا تو اس سے مجاہد و مشقت سے اجر میں اضافہ ہوتا ہے، خشرع کی مثال کو یوں سمجھنا چاہئے کہ ایک شخص کو نہایت عمدہ قرآن شریف یاد ہے، دوسرے کو خام، چنانچہ دوسرے کو نسبت سوچا سمجھا کر اور ذرا توجہ سے پڑھنا پڑتا ہے، یہی خشرع سے مطلوب اس دور کی توجہ ہے، دینی اعمال اور خشرع کا سرے سے نہ آتا، یہ صرف استغراق کی حالت میں ہوتا ہے، جو حال ہے، نہ کہ کمال۔ (مہدی طرقات صفحہ ۳۷۸)

راہ سلوک میں دو چیزوں کا مقصود ہوتا

ایک استصار کے جواب میں فرمایا مقصود دو چیزیں ہیں۔ ایک یہ کہ ذکر کا علم ہو، تاکہ غفلت میں کم وقت گزرے۔ دوسرے دوام الامت، تاکہ آنروائی بائبل نہ ہو، بلکہ دو چیزیں مقصود ہیں۔ اور اسی کے لئے مجاہدات و معالجات اختیار کئے جاتے ہیں۔ انہی چیزوں سے حسب مسرت، اللہ دو مقصود مرتب ہوتا ہے۔ فردوس میں قدرے تکلیف ہوتی ہے۔ کچھ عرصے کے بعد جس کی حدت مٹتی نہیں، یہ استعداد پر

مقصود ہے، حراج کا حصہ بن جاتا ہے۔ گو کبھی بھلا خدا کا تحفہ بھی ہو جاتا ہے، مگر ادنیٰ توجہ سے وہ خدا مطلوب ہو جاتی ہے۔ اس رسوم و ثبات کو مقیم کیجئے۔ جوئی عہد غیر تیزی کی چیز ہے اور اسباب کے اعتبار سے اعتیادی چیز ہے، رسوم تہی، اگر اور اطاعت کے ظہر کی حالت کو نسبت بھی کہا جاتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے اپنا قوی تحقق قائم ہو جائے، جس میں ذکر اور اطاعت کا ظہر ہو۔ (بہارِ نسیم درمت صفحہ ۲۲۳)

سارے طریق (تصوف) کا حاصل

میں نے اپنی تمام عمر میں سارے طریق کا جو حاصل سمجھا ہے، وہ یہ تھا مہدیت ہے، یہاں جہاں تک ممکن ہو، اپنے آپ کو مٹا دیا جائے، بس اسی کے لئے سارے ریاضات مجاہدات کئے جاتے ہیں اور ساری عرق و مہدیت میں ہی گزار دیں جاتے۔ (بہارِ نسیم الامت صفحہ ۲۲۸)

مٹنے کے مجاہدوں کو دیکھ کر

دیکھ کر کہ ہوتا

مٹنے کے مجاہدات پر نظر کرنے سے اپنے لئے جو اس کلمے ہے، یہ ایک ایسے خیال کو ظاہر کرتی ہے جس سے استغناء واجب ہے اور وہ خیال یہ ہے کہ گوڑا آپ مجاہدات کو وصول کا سبب سمجھ رہے ہیں، حالانکہ وصول کا حاصل ہونا محض فضل ہے اور مجاہدہ محض اس کا حیلہ ہے سوجیل بھی قوی ہوتا ہے، کبھی ضعیف، کیا آپ نے وہ حد جس میں چمکی کہ ایک زمانے میں اگر عمر نامور بھی ادا کر یہ جائے گا تو نجات ہو جائے گی۔ (بہارِ نسیم صفحہ ۲۵۵)

اصل کام میں کئے رہنا چاہئے

فرمایا فرد کو چاہئے کہ خدا سے تعلق پیدا کرے تو پھر اللہ تعالیٰ بڑے بڑے عقیدوں اور فرعونوں کی گردنیں، اس کے سامنے جھکا دیتے ہیں۔ (صفحہ ۳۷۷)

فرمایا طالب کو کسی مقام پر پہنچ کر بس نہیں کرنا چاہئے۔ (صفحہ ۳۷۷)

ہر سالک کو بقدر ذوق اور وجدان کے یہ معرفت حاصل ہو جاتی ہے اور بقدر اس وحدت اور تقویٰ کے یہ نسبت واضح حاصل ہوتی ہے اور اس سے عارف سالک ہمیشہ قرب اور ثقیں میں رہتا ہے اور اس کو کبھی معرفت سے بری نہیں ہوتی۔ بلکہ جتن قرب ہوتا جائے، اتنی ہی خوشیوں اور جاتی رہتی ہے اور یہ خواہش نہیں جاتی نہ رہے۔ جس کے حسن و جمال اور معرفت کی انتہا نہیں، اس کی معرفت نہ بھی کوئی حد نہیں، اس کا احاطہ ہو سکتا ہے اور یہ جب حال یا مقام جو سالک کو کبھی کوئی شے حد تک تکشف اور مکتشف ہوتی ہے، اس کو کبھی مثالی کہتے ہیں۔ (بہار ص ۴۷)

مہندی اور شہی کی صفی اور اس کی کوہیت

ایک غلطی تو مہندی کرتا ہے کہ وہ اپنے کو حقیقت سے بچاتا چاہتا ہے اور مجاہدہ کرتا ہی نہیں اور اسی اظہار میں رہتا ہے کہ سارا کام بغیر حقیقت کے ہوجائے اور یہ غلطی شہی کرتا ہے کہ وہ ابتدا میں مجاہدہ کر کے "نہدے سے اپنے آپ کو مستفی بہتا ہے اور یہ حقت مٹتی ہے، کیونکہ بشری طبع پھر اوت آتی ہیں اور اس وقت شہی کو بھی حقیقت کا تقاضہ ہوتا ہے۔ اور اس کا نفس بھی طاعت میں بعض دفعہ سستی کرنے لگتا ہے۔ اس وقت اس کو مجاہدہ کی ضرورت ہے، گویا مہندی اور شہی کے مجاہدہ میں بیا فرقی ہے۔ وہ سرکش گھوڑے اور مہذب گھوڑے کا فرق ہے۔ (بہار ص ۱۸۸)

مجاہدہ و اضطرار کی وجہ سے اعمال میں کمی کا مسئلہ

اگر مجاہدہ و اضطرار یہ عمل میں تھکت بھی ہوجائے اور محض فرائض و واجبات پر اکتفا ہوتا رہے، جب بھی مجاہدہ کا خواب ملتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ مسافر و رہیل کے لئے ان اعمال کا خواب کھانا جاتا ہے، جو وہ سفر و مرض سے پہلے کیا تھا۔ (بہار ص ۹)

پاس انفس کی بھی حقیقت یہی ہے کہ کوئی دم حقیقت میں نہ گزرے، خواہ کوئی ذکر اپنا معمول طاعت، پاس انفس کے مشہور معنی اس ذکر کی حقیقت نہیں، بلکہ وہ بھی ایک طریق ہے، جس طرح دوسرے طریقے ہیں، پھر اگر اس ذکر کے وقت قلب میں شوش و عظم ہو اور وہ دروازہ یا جلیق جائے اور وساوس اور غلغلہ میں گم ہونے لگے اور دل میں ذکر کرے، تب تو میرے نزدیک (دوسرے) شغال کی حاجت نہیں، تقویٰ کا اختیار کرنا اور یہ ذکر و مراقبہ بہت کافی ہے۔ عمر بھر اس پر مداومت رکھے۔ آخرت میں تو شرف یقینی ہے۔ اور اصل وعدہ عطیے شرف کا آخرت ہی میں ہے۔ لیکن دنیا میں بھی اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہے تو اس کے قلب پر حبیب حبیب علوم و معارف وارد ہوں گے۔

فلس سے آخری وقت تک

مقابلہ کی حالت کا ہونا

ایک مولوی صاحب کے جواب میں فرمایا کہ فلس کو بھی ملائف میں شمار کیا گیا ہے۔ اگرچہ وہ شر کا داعی ہے، اور مطمئن ہوتا اس کا عارضی ہے، ریاضت اور مجاہدہ سے وہ دور رہتا ہے، لیکن جب سے کہ بعض سائیکس کو دھوکہ ہو جاتا ہے کہ مجاہدہ کے بعد اگر وہ اپنے اندر غرور و تمسک میں کا اثر پڑتا ہے، تو ان اس سے مجاہدہ کے بیکار ہونے کا تمسک کر جیتے ہیں۔ اور انکو اس کا نتیجہ نامی ہوتی ہے اور نامی سے فیصل ہو جاتا ہے، میں کہتا ہوں اگر اعتقاد ذمیرہ نہ مل جائے گا تو انکو بیکار ہو جاتا ہے، تو پھر درجہات و درجہات کس چیز پر مرتب ہوں۔ ہاں، اگر اس قدر مغلوب ہو جائیں کہ ان کے تقاضا پر عمل کرنے سے بآسانی قوت راجع ہو جائے تو مقصود حاصل ہے، اگر کبھی کبھی نفس مقابلہ بھی کرے تو اس پر تلبہ حاصل کرنے کی سعی میں لگا رہنا چاہئے۔

پاس طالب کی تو حالت یہ ہوتی چاہئے کہ۔

اندریں وہ ی ترش ہی خراش  
نام آخر دے فارغ مباحث  
(یعنی راسلک میں ترش خراش بہت ہے لہذا مرتے دم تک ایک منٹ کیلئے  
بھی بے لگرمٹ ہو۔) (خلوۃ چہرہ ص ۵۲)

ایمان کی سلاطی کا، محبت اہل اللہ سے وابستہ ہونا

فرمایا میں اس زمانے میں اہل اللہ کی صحبت کو فرض عین سمجھتا ہوں اور فتویٰ  
دیتا ہوں کہ اس زمانے میں اہل اللہ اور خاصان حق کی صحبت اور ان سے تعلق رکھنا  
فرض ہے اور اس میں کمی شبہ ہو سکتا ہے۔ اور ترجمہ سے معلوم ہوا ہے کہ آج کل  
یہاں کی سلاطی کا زریعہ اہل اللہ کی صحبت ہے، اس تعلق کے بعد بغیر کوئی چارہ  
نہیں کرتا۔ (ارشاد حکیم الامت ص ۴۵)

طالب کے لئے تعلیمی کی جادہاں اور اعتراف کا  
سم کاغذ ہونا

فرمایا: یاد رکھئے کی بات ہے کہ راسلک میں دو چیزیں طالب کے لئے راز  
اور سم کاغذ ہیں، ایک پٹہ تعلیمی کی تادیل کرتا دوسرے اپنے آپ پر اعتراف  
کرتا۔ (صلی ۴۴)

محبت سے توفیق احوال کا میسر ہونا

کاشان کی صحبت سے فرق ہے ہوا کہ پہلے تم عمل کا (سالہ) کا ارادہ کرتے  
تھے اور اس کے خلاف تقاضا پیدا ہوتا تھا، ان کی صحبت سے احوال سالہ کا تقاضا پیدا  
ہوگا اور دوسرا تقاضا (یعنی گناہ اور سستی و غفلت وغیرہ کا خلاف) مستحسن ہو جانے کا تو  
کیا یہ تھوڑا بلیغ ہے کہ پہلے جو کام مشکل تھا، اب آسان ہو گیا۔ صرف آسان ہی  
نہیں، بلکہ اس کی طرف دل کو خود بخود تقاضا ہونے لگے کہ اس کے بغیر جین ہی نہ  
سکتا۔

یہ تو ان کی صحبت کا ادنیٰ اثر ہے کہ احوال میں سکونت پیدا ہوتی ہے، اس کے  
بعد جو فہم صرفت اور احوال و کیفیت کی سلاطی اور باطنی مقام کی ترقی حاصل

ہوتی ہے، اس کی تو کوئی انتہا نہیں۔  
جن لوگوں کو کاشان سے تعلق نہیں، وہ بھی تعلق ہو سکتے ہیں، مگر بڑی معیبت  
کے ساتھ انہیں تقویٰ حاصل ہوگا۔ (دین ۱۱۲ تا ص ۲۲۶)  
تعلق مع اللہ کے دو درجے

تعلق مع اللہ کے دو درجے ہیں، ایک سیر الی اللہ، یہ تو محدود ہے۔ دوسرا  
سیر فی اللہ، یہ غیر محدود ہے۔ سیر الی اللہ ہے کہ امراض کا علاج شروع کیا۔  
یہاں تک کہ امراض سے شفا ہو گئی اور ذکر و تعلق سے بغیر شروع کی، یہاں تک  
کہ افوار ذکر سے غصہ معور ہو گیا۔ یعنی تجلیہ اور تجلیہ کے قوانین جان گئے، غصہ  
کی اصلاح ہو گئی۔ اخلاق راہلہ زائل ہو گئے، اور اخلاقی حمیدہ اور افوار ذکر سے  
قلب آراستہ ہو گیا۔ اور احوال سالہ کی رجعت طبیعت طایبہ بن گئی۔ احوال  
و مدارات میں سکونت حاصل ہوئی۔ نسبت و تعلق مع اللہ حاصل ہو گیا تو سیر فی اللہ  
شروع ہو گئی، اس کے بعد سیر فی اللہ شروع ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات  
کا حسب استعداد انکشاف ہونے لگے۔ تعلق سالانہ میں کمی ہو گئی، اسرار و حالات کا  
دروازہ ہونے لگا۔ یہ غیر محدود ہے۔ (حکیم الامت ص ۳۶۹)

سالک کے قلب میں

وصول الی اللہ کی استعداد کا پیدا ہونا

ریاضت و واجہہ خواہ تھمیلہ ہو یا اعمال، اس سے سالک کے قلب میں قرب  
وصول الی اللہ کی استعداد پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد بعض فضل خداوندی سے اس  
کے قلب کو باطنی مطلوب حقیقی کے ساتھ ایک خاص تعلق چڑھتی پیدا ہو جاتا ہے۔  
اس کو نسبت سیکڑ اور نور سے تعبیر کرتے ہیں، اسی نسبت کے پیدا ہونے کا نام  
وصول ہے۔ (معارف حکیم الامت ص ۲۵۳)

افوق ذمیر کے علاج میں ذکر کا کردار

فرمایا: افوق ذمیر کے علاج میں صرف ذکر فعلی اس لئے کافی ہے کہ چونکہ ذکر اللہ سے قلب میں ایک قسم کا نور اور انشراح و انبساط پیدا ہوتا ہے اور مصیبت سے غفلت، کدورت اور انتہاس ہوتا ہے، اس لئے جب ذکر سے کوئی گناہ سرزد ہوتا ہے تو وہ نور جو ذکر سے حاصل ہوا تھا، وہ غفلت و کدورت میں تہہ پیل ہو جاتا ہے۔ اور جو خطا اسے پہلے حاصل تھا، وہ زائل ہو جاتا ہے۔ اس لئے اسے فوراً اس مصیبت پر انتہاء ہو جانا ہے۔ چنانچہ وہ اس سے متنبہ ہو جاتا ہے۔

رفتہ رفتہ سارے گناہوں سے نبرد ہو جاتی ہے اور اسی طرح صرف، ذکر دگر ہی افوق ذمیر کے علاج کے لئے کافی ہو جاتا ہے۔ (بزرگ (دل کی) حبیہ کی طرف بھی توجہ اور جذبہ کے بعد اصطلاح کی طرف بھی۔) (صفحہ ۲۹۸)

(اللہ کا ذکر جب کسی صاحب شریعت اہل اللہ کی سرکردگی میں کیا جاتا ہے تو ذکر زندگی کے ہر رتبہ کو پہل کر شریعت کے تابع بنانے کا ذریعہ بناتا ہے، اگر شریعت سے پہلے نواز اور صوفیہ خام سے ذکر کیا جائے تو وہ محض کیفیات کا ذریعہ بن کر رہ جاتا ہے، اس سے اس کی اساسی بنیاد پر شخصیت کی تعمیر نہیں ہو سکتی۔) (مرتب)

نسبت مع اللہ کے مقابلہ میں

سارے حالات کا بچھڑنا

فرمایا: سالک کو چاہئے کہ پہلی توجہ سے اپنے کام میں لگا رہے۔ جو کچھ اس کی تقدیر میں ہے، اسے خود حاصل ہوگا۔ ذاتی حالات اور موانع کا خراباں نہ ہو، کیونکہ یہ سب اختیار ہی معاند نہیں ہے بلکہ نسبت مع اللہ کی طلب ہوتی چاہئے۔ جب یہ حاصل ہو جائے گی تو معلوم ہوگا کہ اس میں کیا لذت ہے اور معلوم ہوگا کہ اس کے مقابلہ میں سارے حالات بچھڑ جیں، کیونکہ یہ نسبت دائم و باقی ہے اور اس کا اثر یہ ہوگا کہ دوسروں کے حقوق ضائع کرنے سے فرد ایسا بھاگے گا، جیسے

کبریٰ مجیز ہے سے بھانگی ہے۔ (صفحہ ۱۱۴)  
جس سے اصلاح کا تعلق ہو،

اس سے قبل قال

فرمایا: جس شخص سے ذکر و عمل کا تعلق ہو، اس سے ایسے مسائل بقیہ دریافت نہ کئے جائیں، جس میں قبل دکان ہو، اس طریق میں قبل و قبل مضرب ہے۔ کم ذہن افراد کو کون سمجھائے۔ یہ ذوق اس سے۔ میں تو ایسی باتیں (مسائل کی) صحبت سے کہتا ہوں۔ ان کی مصیبت، میرے ذمہ نہیں ہے کہ میں مصیبت کی بات بھی بتا دوں، ایک سندھی بزرگ (مولانا فقیر محمد صاحب۔ مرتب) مجھ سے اکثر فقہی مسائل پوچھ کرتے تھے اور یہ بھی کہا کرتے تھے کہ مجھے ذکر و فعل سے بہت فائدہ نہیں ہوتا، میں نے کہا کہ تم مجھ سے فقہی مسائل نہ پوچھ کر دو، میں نے یہ بھی کہا کہ مسلمان غلیل احمد صاحب اس فن میں زیادہ مہارت رکھتے ہیں، تم مسائل ان سے پوچھ کر دو، چنانچہ جس دن سے نہیں سہ اپنے سوا بہت بندے، اس دن سے انہیں فائدہ ہونا شروع ہو گیا۔ (بعد میں انہیں خلافت بھی ملی۔) (مرتب) (بعد یہ طبعیات صفحہ ۲۹۳)

(جس سے اصطلاح کا تعلق ہو، اس سے غیر ضروری گفتگو بھٹکانہ ہوتی ہے۔ البتہ وہ افراد جو زیادہ ذاتی اختلافات کا شکار ہوں، ان کے لئے گفتگوئیں موزوں ہے، اس لئے کہ وہ ذاتی طرہیت کے بعد ہی رادہ سلوک میں جا سکتے ہیں۔) (مرتب)

کیلیات کے اول باب میں

مصطفیٰوں کا کارفرما ہونا

فرمایا: دوام تو عین پر ہوتا ہے، نہ اول نہ ہول، بلکہ تحول کے بدلے میں مصطفیٰوں کا رفرما ہیں، جس کا مشاہدہ اہل طریقت کو خود ہو جاتا ہے۔ مثلاً قبض و اقواء کی سلسلے کے بعد حضور میں زیادہ لذت کا ہونا اور مثلاً اقواء کی سلسلے کے بعد کبر و کرامت کا غالب آنا اور مثلاً اپنے بھگت کا مشاہدہ ہونا۔ (صفحہ ۳۲۹)

## آخرت کے ثمرات

کافی سے بھر نہ سونے

دنوی مقاصد کے حصول کا وعدہ ابھیر سنی کے بھی ہے جیسے وصایا میں ڈال دیا  
انفوس الہی اللہ بڑا رکھتا ہے چہاں کی رزائی اللہ سے دے رہا ہے مگر اس پر بھی لوگ  
دنوی مقاصد میں سلی ضروری سمجھتے ہیں۔ اور آخرت کے ثمرات کا وعدہ تو ابھیر سنی  
کے ہے ہی نہیں، چنانچہ صاف فرماتا ہے: **مَنْ حَبِلَ مَالَهُ فَلَظْفِهِ وَمِنْ أَمَلِهِ هَلْهَلُهُ**  
یعنی ہر شخص کو اس کے عمل کا ثر و ثبوت ملے گا، جب تک کہ گناہ کا پیر نہ کرے گا۔ پھر تعجب سے  
کہ لوگ دین میں سلی کو کیوں ضروری نہیں سمجھتے۔ جب کہ ابھیر سنی کے اس کے  
حصول کا وعدہ نہیں۔ اہل اللہ نے اس فرق پر نظر کر کے دنوی مقاصد کے لئے  
سلی کو ترک کر دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ روزی کا وعدہ تو اللہ تعالیٰ نے کیا ہے۔  
اس کے لئے سنی کی کیا ضرورت ہے۔ (صفحہ ۱۵۵)

ایک بزرگ کا ارشاد ہے، دنیا خدا کا ایک گھر ہے اور ہم یہاں اس کے  
مہمان ہیں اور حدیث میں وارد ہے، **العیقوت عیقوتہ ایم مہمانی تمیں دن تک کرتی**  
چاہئے۔ جب ہم دنیا میں "سے تو تمیں دن تک تو ہم خدا تعالیٰ کے مہمان ہیں۔ اور  
خدا تعالیٰ کے جب ایک دن ایک شمس کا ہوتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے **وَلَوْ مَوْضِعُ**  
**هَذِهِ رَبِّكَ مَحَلَّاهُ مِثْقَلُ ذَرَّةٍ مِّنَ الْأَرْضِ وَرَأٰی سَعٰی الْبَٰرِئِیْنَ یَوْمَئِذٍ**  
ہے۔ اگر اس سے زیادہ غریبوں تو پھر کچھ انکسار سچ پوچھ جائے گا۔

اس سے اہل اللہ کے فراق کا پتہ چلتا ہے کہ دنوی کاموں میں سلی انجام کو  
ضروری نہیں سمجھتے۔ کیونکہ روزی کا وعدہ تو حق تعالیٰ نے خود کیا ہے۔ لیکن اہل "حمت  
کا انہوں نے لے لے لیا۔ (دین دنیا صفحہ ۱۵۶)

## نہایت کی حقیقت

ذکر و اطاعت اور گناہوں سے بچنا

بعض لوگ محض غلہ یادداشت کو کمال حق کا صدق سمجھتے ہیں۔ اور نہایت کی  
حقیقت اسی کو سمجھتے ہیں، اور بھی کسی ایک زمانہ تک یہی سمجھتا رہا۔ مگر اللہ کے اب  
حق تعالیٰ نے حقیقت منکشف فرما دی کہ حق تعالیٰ سے تعلق و نہایت کا مطلب یہ ہے

کہ دونوں طرف سے تعلق ہو۔ بندہ کو اللہ سے تعلق ہو اور حق تعالیٰ کو بندہ سے تعلق  
ہو۔ اگر صرف بندہ کو تعلق ہو اور دوسرے سے تعلق نہ ہو، بلکہ جواب دہ تو یہ نسبت مطلوب  
نہیں، فرض کہ لوگ محض یادداشت کو نہایت مطلوب سمجھتے ہیں، حالانکہ یادداشت تو  
تعلق سے حاصل ہو سکتی ہے۔

نہایت قصود یہ ہے کہ تم خدا سے راضی ہو، وہ تم سے راضی ہو اور یہ بات  
محض ذکر کی تعلق سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس کے لئے کثرتِ ذکر کے ساتھ گناہوں  
سے بچنا اور اطاعت بھی ضروری شرط ہے۔ اگر ذکر کے ساتھ گناہوں سے  
اجتناب کا ارادہ نہیں اور اطاعت سے باز رہتے ہیں تو نہایت مطلوب حاصل  
نہیں ہو سکتی۔ بہت سے لوگ اس دھڑے میں مبتلا ہیں کہ جہاں انہیں ذکر کی تعلق  
حاصل ہوئی اور ہر وقت خدا کا دھیان رہنے لگا، بس وہ اپنے کو صاحبِ نہایت  
سمجھنے لگے۔ (دین دنیا، صفحہ ۱۵۵)

(یہ اہم نکتہ ہے جو حکیم الامت نے بیان فرمایا ہے، بار بار مشاہدہ ہے کہ حدود  
درگاہوں میں مریدوں کو ذکر تو دیا جاتا ہے اور بلوکا رہنے کی تلقین بھی کی جاتی ہے،  
لیکن بار اور اسدی شریعت سے معروض کی روشِ غالب ہے، ایسے ذکر سے دوسرے  
فوائد ضرور حاصل ہو سکتے ہیں لیکن اس سے قربتِ حق اللہ کی صورت پیدا نہیں ہو  
سکتی۔ وہ تو اللہ دوسری اہمیت سے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔)

## شریعت کے احکامات میں

فہم کی حفاظت اور اس کے علاج کی صورت

سوال یہ ہے کہ اعمالِ کمال کیسے ہوں۔ کیونکہ اعمال کے کمال کی حقیقتیں میں  
فہم مانع ہے۔ ہر عمل میں فہم کا ایک تقاضا ہوتا ہے۔ شریعتِ عظمیٰ دیتی ہے کہ  
جاڑوں میں پانچوں وقت وضو کرو، فہم کی آرام گاہی اس کی حرامت کرتی ہے۔  
شریعت کا حکم ہے کہ ذکر و سالانہ دیا کرو، فہم کا تقاضا ہے فہم اس کی حرامت کرتا  
ہے۔ شریعت کا حکم ہے کہ رشوت اور سود نہ لو، فہم کا تقاضا ہے رشوت اس کی حرامت  
کرتا ہے۔ شریعت کا حکم ہے کہ لڑکوں اور غلاموں کو نہ دیکھو۔ تقاضا شہوت اس

کی حرامت کرتا ہے۔ اسی طرح علم کے ہر فقرہ بھی حق میں مخلوق کے مال پر نظر نہ کرو، نقصانے جس اس کی حرامت کرتا ہے۔ اسی طرح جتنے بھی احکام شریعت ہیں، ہر عمل کے مقابلہ میں اس کے خلاف نفس کا ایک نقصان ہے۔ جو اس علم کی حرامت کرتا ہے۔ (صفحہ ۲۲۱ دین و دنیا)

مگر نفس کے ان بے شمار نقصان کو کیا علاج ہو، جو ہر چیز پر عمل کرنے میں رکاوٹ پیدا کرتے ہیں۔ سو حق تعالیٰ نے مومنوں کو ایسا علاج بھی اس مانع کو دفع فرمایا ہے۔ اور نفس کی اس حرامت کا علاج بتلایا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ اس راہ میں یعنی اعمال ظاہری و باطنی میں نفس کی ہر حرامت قبول آتی ہے، کاسین کی سمیت میں یہ خاصیت ہے کہ وہ حرامت دور ہو جاتی ہے۔ یعنی نفس میں اس وجہ کا نقصان نہیں رہتا اور جو کچھ رہتا ہے، اس کی کفالت آسان ہو جاتی ہے، بس اعمال کی تحصیل کیلئے سے ہو جاتی ہے۔ اسی طرح دین میں رسوم حاصل ہو جاتا ہے۔ (صفحہ ۲۲۲ دین و دنیا)

دین کے کام شروع کرنے سے دروازہ

کا خود بخود کھلنے جاتا

جس طرح تم رزق کے واسطے اسباب کو اختیار کرتے ہو، اسی طرح دین کے لئے بھی اس طرح کے طریقے اختیار کرو، آپ دین کے کام شروع کریں، اللہ اللہ دروازہ خود بخود کھل جائے گا۔ پھر آپ کو دین کے شرات بھی حاصل ہو جائیں گے۔ جن میں ایک شرط یہ ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ سے تسلی پیدا ہو جائے گا۔ زندگی بڑھ جائے گی۔ جتنی وہ دوست پڑھنے پر اہل اللہ کو حاصل ہے، اس کی کیفیت میں آپ کو بتائیں سنا، کیونکہ وہ جتنی جبر ہے، جس کو اہل ادا کی بھی سمجھتے ہیں۔ دین کے کاموں میں لکھ، اللہ، اللہ آپ کو بھی وہ جتنی حاصل ہو جائے گا۔ اس سے پہلے کتنا ہی بھلائے، آپ کی سمجھ میں نہیں آ سکتا کہ اہل اللہ کو یہ دولت عطا ہوتی ہے۔ نامرد کو عورت کی مذمت کا کبھی اور اس نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ اس کے

سامنے اس کی سختی ہی وضاحت کر دی جائے، ہاں جب خدا کرے گا، اسے اس مرض سے شفا ہو جائے گی، اس وقت وہ خود بخود اس لذت کو سمجھ جائے گا۔ پھر کسی کے سامنے کی ضرورت نہ ہوگی۔ ہاں خدا کے سنے آپ س ہے جس کا علاج کیجئے۔ (دین و دنیا صفحہ ۵۵)

لوگوں میں ممتاز بن کر رہنے کا

نفس کا سر

فرمایا نفس کا ایک غشی کر یہ ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ (لوگوں میں) ممتاز ہو کر رہے اور اس میں اسے حلا ہوتا ہے، اس لئے بعض لوگ چاہتے ہیں کہ راست کے آخری حصہ میں جائیں اور نیت یہ ہوتی ہے کہ (لوگوں میں) امتیاز حاصل ہو، سو یہ جب ہے اور جب ایسی چیز ہے کہ جس وقت کوئی نفس اپنی نظر میں پسندیدہ ہوتا ہے، اس وقت خدا کی نظر میں پسندیدہ ہو جاتا ہے۔ (صفحہ ۲۰۲)

## دعوتی کام اور اس کے صحیح خطوط

مولانا محمد الیاس کی نظر میں

(مغربی کتاب کے تجربے و تجزیے کے ساتھ)

مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کی بڑی غنیمتوں میں شامل تھے۔ اللہ نے ان سے دعوت تبلیغ کا وہ کام لیا ہے جو بہت کم غنیمتوں سے لیا جاتا ہے۔ اللہ کی یہ سنت رہی ہے کہ وہ ہر دور کے حالات و ضروریات کی مناسبت سے حق کے لئے غنیمتوں کو اجاگر و ابھارتے رہے ہیں اور انہیں اس کام کی استعداد و صلاحیتوں سے بھی بہرہ ور فرماتے رہے ہیں۔ بیسویں صدی میں جب جدیدیت اور عقلیت پسندی کا طوفان دہائے گمراہی کا دور چھوٹا تھا اور اس کے رعب و ترس صلابت کے لئے مل اندکی خطہ سوس کی طرف رجحان دیکھنا شروع ہوئے گا تو دین کے تحفظ و بقاء اور احیاء کے لئے اللہ نے مولانا محمد الیاسؒ کو کھڑا کر دیا اور ان کے دل میں یہ بات ثبت کر دی کہ جس طرح صحابہ کرامؓ دنیا بھر میں اشاعت دین اور فروغ دین کے لئے نکل پڑے تھے، ان کی کاوشوں سے دنیا تک دین کی دعوت پہنچی، اسی طرح اب لوگوں کو دعوت کے کام کے لئے گھروں سے نکال کر، مسجد کے نورانی محراب میں داخل کرنا ہے اور مسجد کو بنیاد بنا کر شہروں، ملکوں اور ملکوں میں اس دعوت کے کام کو چلانا اور فروغ دینا ہے۔ اس سے جہاں لوگوں کی اپنی اصلاح و تربیت کا کام بھی ہوتا رہے گا تو ساتھ ساتھ نئے لوگ بھی تحریک کے ساتھ جاتے رہیں گے۔

مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے لوگوں کو گھروں سے نکال کر، مسجد کے محراب میں لانے اور ان سے دعوتی کام چلنے کے سلسلہ میں ایک بڑی فرض یہ تھی کہ فرد کی اپنی صلاحیت کی صورت پیدا ہو، وہ یہ کہ اس سے دعوتِ رد معاشرہ میں دین کے نام پر لڑائی برپا ہو، سو یہ کہ اس سے دین کے دوسرے شعبوں میں ہونے والے کاموں کو توجہ حاصل ہو۔

انسانِ حق کے لئے مولانا نے جو حکمت عملی اختیار کی، وہ ان کی اپنی بصیرت، بلکہ مجتہدانہ صلاحیت کا نتیجہ تھی، اس لئے کہ بزرگانِ دین، دعوتی کام کی

اشتداد پیدا کرنے اور دراصل نفس کی تہذیب کے لئے حرام کو ہر سونے تک قربیت و تہذیب کے حرام سے گنہگار کرتے تھے جب نفس کی کھدائیوں کی ایک حد تک صفائی ہو جاتی تھی اور ذکر کا نور دل میں جگہ بنا جاتا تھا، اس کے بعد ہی افراد کو دوسروں کی تربیت و اصلاح کے کام پر لگایا جاتا تھا۔ مولانا چونکہ بلند پایہ صوفی کی حیثیت سے عمر بھر تک نفس کی کھدائیوں، اس کی پرکھ کر دھمت اور نفس پرستی کی قوتوں کے مستحجاباتی عمل سے گزرتے تھے، اس لئے انہیں اس بات کا خوب اندازہ تھا کہ لوگوں کو دعوتی و تبلیغی کام کے لئے گھروں سے نکال کر، خصوصی تربیتی اجلاس کے بیچریں ہی اس کام میں لگایا، قرآنی، حدیثی، فقہی، سنی کے سزاوارتہ ہو سکتا ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔

”آپ لوگوں کی یہ ساری چست بکرت اور ساری جدوجہد سے کار ہوگی، اگر اس کے ساتھ علم دین اور ذکر اللہ کا پورا اجتناب آپ سے نہیں کیا۔ (گوایا یہ علم و اگر دوبارہ ہیں جن کے بغیر اس لحاظ میں پرواز نہیں کی جاسکتی) بلکہ غفلتِ غطرہ اور قوی اندیشہ ہے کہ گھر و درویش کی طرف سے تحریف برپا کی تو یہ جدوجہد مہلک فتنہ و ضلالت کا دروازہ بن جاسکتی۔“

(دوسرا سطر، بعد فرماتے ہیں) ”جدید علم اور ذکر کی ہیبت کو اس سلسلہ میں فروکش نہ کیا جائے۔ اور اس کا بھٹا اجتناب رکھا جائے، ورنہ آپ کی یہ تبلیغی تحریک بھی بس ایک ”اورادہ“ بن کر رہ جائے گی۔ فتنہ نہ گزرا۔“ آپ کو سخت مشورہ میں رہیں گے۔ (خطوطِ حضرت مولانا، ایس ایم دہشت، صفحہ ۳۴، مغرب، مولانا محمد منظور عثمانی)

دوسرے خطوط میں فرماتے ہیں۔

”علم و ذکر کا کام ابھی تک ہمارے مسیحین کے قبضہ میں نہیں آیا، اس کی جگہ بڑی فکر ہے اور اس کا طریقہ یہی ہے کہ ان لوگوں کو اعلیٰ علم و اعلیٰ ذکر کے پاس بھیجا جائے کہ ان کی سرپرستی میں تبلیغ بھی کریں۔ اور ان کے علم و بصیرت سے بھی مستفید ہوں۔“ (صفحہ ۳۶)

علم اور ذکر کی ضرورت دوسری جگہ پر صراحتاً نے زیادہ زور دیا، بلکہ شیعہ اپنی تحریک کا حصہ بنایا، وہ تو وضع، عاجزانہ، دوسروں کی افنی سیدھی باتیں برداشت کرنے اور اکرامِ مسلم کا جذبہ اور اس کا اجتناب تھا، اس کے لئے انہوں نے ایسے اصول بنائے، جس سے قاضی کی نفیاست پیدا ہونے میں مدد ملے سکے۔ اس سلسلہ میں مولانا ایک خط میں لکھتے ہیں۔



”ایک دوسرے کے ساتھ عزت و حرمت اور محبت کو ہر جہ سے بھرت گئے ہیں، مراد مسکین، محتاجین کی نگاہوں سے اس ایک حق کی نگہداشت اور اس پر پختہ ہونا، فضل، اعلیٰ اور موجب رضائیت جیسا ہے۔

ایک دوسرے خط میں لکھتے ہیں۔  
”مسند سنی عی کرمہ کا دور، عظمت سے اس کی طرف دیکھنے کی حق کر دے“  
(حضرت مولانا محمد الیاس اور ان کی دینی تحریک، صفحہ ۲۱۰-۲۱۱، مصنف مولانا سید ابوالحسن علی ہمدانی)۔

ایک اور خط میں لکھتے ہیں۔  
”اپنے نفس کو گھر سے لے کر باہر نکال دینا، نفس، خور و خور اور کام پکاڑنے والا دل سے یقین کر دینا کہ عذاب خداوندی کا قصہ تو تیار ہے، یہ (نفس) موت تک راست (راہ راست پر آتا ہوا) نظر نہیں آتا، لہذا اس نسبت سے سنی کر دے اور حضور ﷺ کی باتیں لوگوں میں پھیلا کر میرے علاوہ اللہ کے سب بندے جو اپنی ذات سے نیک طبیعت اور پاک نفس ہیں، دین کے جس کام کو کریں گے، وہ ظاہر دہان میں اچھا عمل ہوگا، حق تعالیٰ بجاوردہ اللہ الی علیٰ لعبر کذا علیہ اپنے عذاب سے ان پاک مستحقین کی برکت سے مجھے بھی اس کا حصہ حاصل فرمائے۔“ (صفحہ ۱۷۵)

اللہ نے مولا کا دل اور دماغ میں اس کام کا چراغ دے دیا تھا، وہ دیکھتا تھا کہ اللہ نے میرے دل میں فرمایا ہے کہ میرے کام کی شروعات اٹھ رہی ہے، میں نے سنا ہے، میں نے لکھا اور لکھنا دیکھا ہے، میں نے سنا ہے کہ آگے جو کام ہو گا وہ کام پختہ ہو جائے گا اور ضروریات پیش آتی جائیں گی، نکتہ عملی، حریقی کار، اور سبب بیان میں تہریر ہوتی جائے گی۔

ایک خط میں لکھتے ہیں ”اہل علم کے لئے عربیت، صحابہ کے کلام، احادیث و کتائب و اسناد اور شریعت کی قرینے کے معانی میں کتب کرنے کی خصوصی اور بہت اہتمام سے غور کی ضرورت ہے، عمومی عقیدے کے لئے اس کے تیار ہونے کی بہت شدیدی ضرورت ہے۔ س کے بغیر اس تحریک میں کتنے سنی بھی نہیں اور ناقص و غیر مستحق اور مسکین کا قوی خطرہ ہے، اور اس کی غرضی اور کسی پر عملی جہد کا فیصلہ اور خود مختاری ہے، س کے بغیر بندہ ناجائز کے نام میں جو کام اپنے پیچھے چھوڑ دیتا ہے، اس وقت ہونے کی بنا پر زبان سے نکالنے کو بھی نہیں چاہتا۔“ (حضرت مولانا محمد الیاس اور ان کی تحریک، صفحہ ۲۶۵، تصنیف، مولانا علی میاں)

اس خط کی تکمیل میں مولانا دعوتی لکھتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ س کے بارے میں دعوت و تبلیغ میں بڑی ترقی و تکمیل کی گنجائش ہے اور اس میں زمانہ کے ساتھ چلتے اور مخالفین کی تحریکات اور دعووں کا مقابلہ کرنے اور عوام کے لئے اس کا بدلہ بننے کی بہترین صلاحیت ہے۔ (صفحہ ۲۶۶)

مولانا محمد الیاس کو اس بات کی فکر و اندیشہ تھی کہ کہیں ہماری یہ تحریک قیل قال کا حصہ نہ بن جائے۔

اس سلسلہ میں ایک خط میں لکھتے ہیں۔  
”میں بہت ہی دل و دماغ سے حتمی ہوں کہ بہت ہی اچھ م کے ساتھ ہمیت کو لگا کر یہ دعا کریں کہ میری یہ تحریک سرسبز ہو، اقوام کی کثرت اس کے عمل کو کمزور نہ کرے، بلکہ قول و تقریر اور ضرورت اور اعانت کے درجہ میں ہو۔“ (صفحہ ۱۹۳)

میں نے ذہن اور فکر میں جو دعوت پیدا ہوتی ہے، ذکر سے قلب میں جو نور داخل ہوتا ہے اور مستحکم ہوتا ہے، خواہ یہ وہ قیل قال سے کیس ہو سکتا، علم (س میں مطالعہ بھی شامل ہے) اس کی حوصلہ شکنی ہوتا اور ذکر (جو نور کے فروغ کا ذریعہ ہے) س پر قیل و قال کو ترجیح دیتا، س کے جو اثرات عمل نکلتے ہیں، وہ حق بن جاتا نہیں۔

مولانا نے دعوتی کام کے لئے گھروں سے نکل کر اس کام کو مقصد حیات کی حیثیت دینے کا نکتہ صحابہ کرام کی زندگی سے لیا تھا کہ صحابہ کرام نے اس مقصد کے لئے کہ دنیا کے مقصد و مقاصد سے عبرت اختیار کر کے دنیا بھر میں دین کی دعوت پہنچانے کی راہ اختیار کی، صحابہ کرام کی زندگی سے یہ اعتبار باطل ہو گا۔ بلکہ اس نے یہ واضح ان کے دل میں ہماری شدت و قوت سے ڈال دیا تھا، اگر مولانا، برہمگان دین کے تسلسل کو پیش نظر رکھتے تو اس تسلسل میں اس نے طریق کار کی تجویز نہیں تھی، لیکن صحابہ کرام، جو دراستہ ﷺ کے براہ راست فیصلہ پاتے تھے، ان کے حالات زندگی سے سنا تھا کہ ان کے، ان سے استفادہ کے لئے خود امدادی کا ہونا، مولانا کی مجتہدانہ صلاحیتوں اور صاحب مزیت ہونے کی عکاسی ظاہر کرتی ہے، لیکن ساتھ ساتھ مولانا کو یہ فکر تھی کہ غیر عربیت و لغت اور غواموز افراد کو دوسروں کو دین کی دعوت دینے کے کام پر لگانے سے کہیں کس پرستی کی قوتیں پیدا ہو کر، خدا کا ذریعہ نہ بنیں، اس طرح شروع کردہ کام سے اصلاح کے ساتھ

شکار پیدا ہو، جس کی ان شرارتوں اور کدورتوں سے بچنے کے لئے مولانا نے اپنی تحریک میں علم، ذکر، خدمت اور توبہ کے آداب شامل کرنے کی پہری کوشش فرمائی۔ مولانا کے وضع کردہ یہ اصول ایسے تھے کہ اگر تبلیغ میں ان خطوط کو پہری طرح ملحوظ رکھا جاتا تو امت میں اسلامی حور سے دور پیش کیونچے کے مقابلہ کی بہت بہتر صورت پیدا ہوتی اور تصوف کی کی اور اہل تصوف سے عدم استفادہ کی جھوٹی غلط فہمی حد تک پر ہو سکتی تھی۔

اس بات سے انکار نہیں کہ اس تحریک نے امت میں ایک حد تک تحریک برپا کی، مسیحیوں کو آزاد ہونے لگیں، سکے سکے مدرسے قائم ہونے لگے اور ان کی روایتیں بڑھنے لگیں، شہنشاہ اسلام کو فروغ ملے لگا اور افراد کا، دین کی طرف رجحان ہونے لگا لیکن ریاست پرستی کے برعکس یہاں، اس کی برعکس عملت اور بہت توجہ میں علم و ذکر و خدمت تھی اور اگرچہ جمود کے مقابلے سے معاشرہ میں حقیقی تسمک برپا کرنے میں ناکامیت پیدا کی۔

بلکہ اب تو یہ صورتحال پیدا ہوئی ہے کہ افراد، چار چار ماہ صرف کرتے کے بعد جب معاشرہ میں واپس آتے ہیں تو دو چار ماہ کے اندر اندر وہ گرتے گتے ہیں نہ پڑ دیا داری کا رنگ غالب آتا۔ کتے سے پیڑوں میں باز آنا شروع ہو جاتا ہے، معاملات میں احتیاط متاثر ہوتی ہے، اس صورتحال کی نشاندہی کرتے ہوئے مولانا نے فرمایا تھا ”دستورِ ایمانی کام کا وقت سے منسوب دین کے لئے وہ زبردست خطرے ہیں آئیں گے، ایک تحریک شری کی طرح نکلنی کوشش، جو قابلِ عوام میں ہوگی اور دوسرا خطرہ الخلاء دور ہوتے گا ہے، جو مرئی (طرز) حکومت و سیاست کے ساتھ ساتھ آ رہا ہے، یہ دونوں گمراہیاں خطاب کی طرح آئیں گی، جو کچھ کرنا ہے، اس کے لئے سے پیسے کرنا۔“ (ملفوظات، صفحہ ۸۴، مرتب، ۱۳۵۲ھ محمد منظور نعمانی)

یعنی جب یہ دونوں خطرے ظاہر ہوں گے تو تبلیغی کام کے نتیجہ میں زندگی میں پیدا ہونے والی ایسی تبدیلی متاثر ہو دیا ثابت نہ ہو سکے گی، یہ دور جس کی شانہ مودنا نے اپنی ہیئت پر یا کشف کی بنا پر کی تھی، وہ دور اس وقت شروع ہو رہا ہے، لیکن ایک مسئلہ اور زیادہ پرستار زندگی کے عام مظاہر کی وجہ سے عوام میں گمراہی کا ایک سیلاب ہے، جو بخوبی سے بدستور جاری رہا ہے۔ اسی طرح بدیدہ عظیم و فتنہ آبدانی میں امداد و ہریت اور سیکورزم کے اثرات غالب ہوتے جا رہے ہیں۔ مافی کفر نے

ایسی حکمت عملی تشکیل دی ہے کہ ضرورت کے نام پر ہر گھر میں سواہل اور انجینٹ داخل ہو گیا ہے اور جدید تعلیم سے رادی و آسائش کی، مدنی زندگی کا بھانپ چکے کر دیہ ہے۔ نیز سواہل اور انجینٹ وغیرہ میں لادینیت، خدا فراموشی اور خود فراموشی کے سارے لوازمات شامل کر لئے گئے ہیں، جس کی وجہ سے افراد کی اصلاح مشکل سے مشکل تر ہوتی جا رہی ہے۔

تاہم اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کہ ایسے لاکھوں افراد ہیں، جنہوں نے تبلیغی کام کو مقصود زندگی کی حیثیت سے اختیار کیا ہوا ہے، ایسے افراد ہی اس جماعت کی جان میں اور ان جیسے افراد کی وجہ سے ہی معاشرہ میں مذہب و مذہبیت قائم ہے۔

حضرت مولانا الیاسؒ کے خطوط (جو مولانا علی میاں نے ترمیم دیئے ہیں) اور ملفوظات، جو مولانا محمد منظور نعمانی صاحب نے مرتب کی ہیں۔ اس میں موصوف کی دولتی حکمت عملی اور کام کی سطح خطوط پر سرچشمی کے لئے بہت قیمتی نکات موجود ہیں۔ ایسے نکات، جن سے استفادہ کرتے ہوئے، ہم نئی ذات اور معاشرہ کے لئے زیادہ بہتر اور مفید ثابت ہو سکتے ہیں۔ ان میں سے ان دونوں کتابوں سے کچھ اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں۔ مولانا کے مکاتیب کے اقتباسات میں کبھی کبھی مولانا کے مشکل الفاظ کو ”ساں خطہ کی صورت دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ (مرتب)

دعوت کا کار کرنے والے کو ہم نصیحتیں  
(علا کا خلاصہ مولانا علی میاں لدوی کا ہے)

جس طرح انسان کی زندگی دوسراںوں پر قائم ہے، اسی طرح اس کی ترقی، خواہش کے پورا ہونے اور رکاوٹ میں ہے۔ فیصل وسط درجہ بہت تک انسان کے لیے لاری ہیں، بسا اوقات مقاصد کے چارے ہونے پر ہیئت گھبراتے ہیں اور بسا اوقات چارے ہونے پر ہیئت کھی دیتی ہے۔ چارے سے چھوٹے ”دنی کے ساتھ محبت رکھتے ہوئے، اعتراض سے بچتے ہوئے اور واقعی معاملات میں ہر نظر رکھتے وقت ”آرام، ادب ہے۔ جب تعصب کی بات دہی شروع ہو جائے تو تبلیغ میں رہ راست خطاب کرنا مناسب نہیں، اس کے اہل میں تبلیغ کرے۔ آدمی صاحب کا اثر لیا کرتا ہے، اس لیے زیادہ تر کوشش عام ہوا کے بدلنے کی کرنی چاہیے۔ دنیاوی

معیشت کے اسباب کی کوشش جب تک دین کی کوششوں سے مغلوب نہیں ہوگی، غیرت خداوندی دین کی درست سے بالائے کف کرے گی۔ دین ایک قہر ہے، جو اپنے درست ہونے سے دین داروں کی حفاظت کرتا ہے اور دین کی نصرتوں کے حصول کا ریح بنتا ہے۔ آدمی کا چاہل و غافل اور حق کی کوشش میں سست ہونا، جو فتنے کی گنجی ہے۔ ساری محنت کرنا خدا کی خدا کی خلاف اقدام کرنے پر برکت کرتا ہے۔ (مطلو ۷)

فرد کا چاہل، غافل اور حق کی کوشش میں سست ہونا سارے فتنوں کی جڑ ہے

بھرے دوست! آدمی کا چاہل ہونا، غافل ہونا اور حق کی کوشش میں سست ہونا، یہ ہر فتنے کی گنجی ہے، اور طبیعت اور جذبات سے اس ناہرب اور گندی فتنوں کی وجہ سے قہر خدا کے فتنوں کو کھینچے ہوئے دیکھو، اور پھر بھی نہ کر سکو، کھینچے ہوئے اس فتنوں کو مٹانے اور آئندہ کے فتنوں کو روکنے کے لیے تہارے ملک میں آتی ہوئی تیار کرنا کرنے کے لیے پہنچنے والی ہے۔ (مطلو ۷)

پہلیں سولہ سالے عس کی فرائض کی وجہ سے سارے فتنوں کے اپنے اور بکھر کر کھینچے کے فتنوں کا ذکر کیا ہے، اس کا مقصد اس دور میں پہلی شدت سے ہو رہا ہے کہ بڑا ہوا بھائیوں دنیا بھر میں دعوتی کام کے لیے ہر وقت چل رہی ہیں اور بہت سارے اہل فتنوں بھی مصروف کار ہیں، لیکن یہ سارے کام معاشرے کے جانی ریح اور اس کی سیاست و معیشت و معاشرت کے کج کو بدلنے میں ناکام ہیں، اور سارے فتنوں نے معاشرہ کو چاہی کے بدلنے کو کڑا کر رکھا ہے۔ (مترجم)

دوسرے کی ظاہری عقلی کے کام کو اہمیت نہ دینا

جو قوم بکھر، طبیعت اور نماز کی صحیح اور کھڑ شہادت کے معنوں پر اب تک پوری طرح متعلق نہ ہوئی ہو (جو ساری کی بنیادی چیز ہے) تو بنیادی چیز کو چھوڑ کر اپنی چیزوں میں مشغول غفلت عملی ہے، اور یہی چیزیں بنیادی چیز سے کچھ ہونے بھر درست نہیں ہوا کرتی۔

دیکھ ہر جگہ عموماً اور ان کے مجمع اور اجتماع والے گاؤں میں اور اس کے احسا میں اپنے اصول کی کھایت پابندی کے ساتھ تصنیف فروغ میں کوشش کو بہت

نہادہ ہو جاتا، جہاں تک ہو سکے چھپے چھپے (بحث مباحث) سے بہت بچتے ہوئے، پھر بھی اگر کسی ضرورت پر چاہے تو دہاں کے ساتھ بحث اور مکر حریفوں کی اسلامی حرمت کو تھ سے نہ چاہے۔ اور بہرحال اختصر معنوں کا مطلب یہ ہے کہ اگر ان کے ساتھ فتنہ گیری کرے ہر س کے ہمیشہ کو کھل جانے کا حیل ہوتا میں منع نہیں کرتا۔

بھرے دوست! آپ دوسرے کی ظاہری حرمت کی عقلی کی فکر کرے ہیں، میرا دل اندر سے کانپ رہا ہے، اور میں رہا ہے کہ خدا کا نوس پھر سے حساب کی کی ظاہری فریفتگی (کی فکر و مصروفیت) میں باطنی تقیر کے کام میں سست نہ پڑ جائیں، میری دینی قہر سے کہ دوسرے کی ظاہری عقلی کو بے ہودگی کی نظر سے دیکھیں، اور اپنی خوشی اور دل کی بازی کی ذرا حسرتی اس میں مشغول نہ کریں۔ (۸۹)

(اس خط میں ان اہل حداد کے لیے غور و فکر کا بہت سامان موجود ہے، جو حداد کی شاندار علامتوں کی تقیر، کروں کی آرائش اور ظاہری رنگ اور فن میں توانائیاں صرف کر رہے ہیں۔ جب کہ دنیا سے بے نیاز اور دعوتی کام کو زندگی کا مشن بنانے والے ہوا، تیار کرنے کے کام و فیصلہ کن اہمیت کو کیا، اسے قابل ذکر اہمیت دینے کے لیے بھی آمادہ نہیں۔ مترجم)

اہل زمانہ کی طبع کے دھان کو اب سے چودہ برس پہلے سے بڑی کوتاہ نظر سے لیکن بند کی دی ہوئی ترقی اہمیت سے (ایک پکا قہر) اندازہ لگا پکا قہر کہ ماکتب اور حداد کی جو قدر چل رہی ہے، اس میں اور بڑیاں ہیں، یہی ہے کہ وہوں کا بیان اور ان کی دور فہمیت، جس کی وجہ سے کتبوں اور دہاں میں غفلت نہ کوشش کرنے والے کوڑے ہوتے ہیں، اور چھوڑ دینے والے چھوڑ دیتے ہیں، یہ مترجم ختم ہونے والی ہے، دوسری یہ کہ عہد، جن افراط اور اثبات اور معاش کے لیے حاصل کیے جاتے ہیں، اور جن فراہم کے حصول کے لیے عہد حاصل کیے جاتے ہیں، ان عہد کے ساتھ وہ افراط و تہمت نہ رہے کی وجہ سے عہد سے کاہ ہوتے چلے جا رہے ہیں، اب علوم سے وہ معاش اور افراط حاصل نہیں ہوتے، جن کی وجہ سے علوم کی ترقی اور تکمیل تھی۔ (مطلو ۹)

(اس مکتوب میں جہاں تک پہلے کتب کو حاصل ہے تو الحمد للہ ترقی بدعت کی کوششوں سے دینی حداد کے سوانحیں کی کافی بڑی تعداد پیدا ہو گئی ہے، جس کی وجہ سے دینی حداد کا حسد جاری ہے، بہت سارے کا بیان کر دہ دوسرے قابل غور ہے کہ دینی حداد میں روحانیت اور ایمان و یقین کی ایسی تعداد پیدا ہونے کی طرف

توجہ بہت کم ہے، جس سے علم دین کے حلقوں، مذہبیت کی حلقوں، تجزیوں کے مقابلے میں زہد، توکل اور اخلاص اور استقامت سے صف آرا ہو جائیں اور اس طوفان کی روک تھام کے لئے ڈاٹ جائیں، لیکن اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کہ اخلاص و یقین کے خصوصی احترام و احترام نہ ہونے کے باوجود، عالمی شرکی طاقت پر دئیے مدارس کا خوف طاری ہے، اگر دینی مدارس میں اس کی کا ازالہ ہو تو عالمی شاہکار راہ قرار اختیار کرنے پر مجبور ہو سکتا ہے۔ (مغرب)

دارالکدورت میں جانا چاہتا  
کدورت سے خالی نہیں

مردم مسنون کے بعد یہ شعر پڑھ لیا ہے اور میرا بدل ہے۔

نہ دوری وکیل صوری ہو کہ بسیار دوری ضروری ہو

وطن کی کشش، دوستوں کی عنایت کا جذبہ، عزیزوں کے دیوار کا تقاضا، اہل و عیال کا تعلق، ایک ایک چیز مستقل متن میں تھا، محرم اس سب کے بعد کوئی ایک چیز ان سب پر غالب ہو کر روک دیتی ہے کہ جس کی وجہ سے میں آپ سے خواہاں ہوں کہ میرے اس مطلب کے لئے دعا فرمادیں اور (اللہ تعالیٰ) ہمیشہ یقین سے لئے چلے رہنے کی جگہ میں یہ قابلیت پہنچا دے، کہ دارالکدورت میں کدورت سے جانا چاہتا، کدورت سے خالی نہیں، یہاں کے عیش میں جلا اور صفائی نہیں۔ (صفحہ ۹۳)

(اس خط میں دلی، جو دارالکدورت ہے، اس میں غیر ضروری کلمہ ملا ہے کہ کدورت فرمایا گیا ہے، جو بالکل صحیح ہے۔ (مغرب)

فتنوں کی رفتار کا

آگ کاڑی سے بھی تیز ہو جاتا

فتنوں کی رفتار آگ کاڑی سے بھی زیادہ تیز ہے اور اس کے مقابلے کی رفتار چوٹی سے بھی زیادہ مست ہے۔ نئے کے زمانے میں مشنوں دینے میں قرب و رضا کی کمی ہی زیادہ امیدیں ہیں، یعنی فتنوں کے اندر تاریکی زیادہ ہے۔ (صفحہ ۹۵) کتاب کی تحفیں ۱۴۱۱ھ بمطابق ۲۰۰۱ء

خود اقسامی اور پیادہ کار ہونے کے  
احساس کے بغیر دکا برپا ہونا

اصل اس خط کا جو مغز ہے اور جو ایمان کی جڑ ہے (وہ یہ ہے کہ) فرد ایمان کے صحیح راستے پر اس وقت تک نہیں پڑ سکتا، جب تک سے اپنے اندر منافقانہ چال کا ذرہ ہو، اور اس کی صورت یہ ہے کہ فرد چاہے کتنے ہی کام کرے، جو اس وقت کر رہا ہو، مجھ سے شیطان گرا رہا ہے، میں بھلا ایسا کہاں تھا کہ اللہ کی رضا کے لیے یہ کام کرے، اس طرح فرد اپنے عیش کے نفاذ کے ذریعہ دامن ہٹنے میں کامیاب رہے، اور خیریں میں شریک نہ رہے کہ تو جیتا ہے، چنانچہ آپ کے ملک میں آپ تک مدین کے شوقی کی مثالوں کو سے بھیجے، میرے نزدیک مدارس کے قیام کا شوق غلوں اور اللہ کے واسطے نہیں تھا، بلکہ (مدارس کے بہانے سے) شیطان تاریک گروہوں میں سوار ہو کر، باطنی جنگ کا حیلہ اور حوصلہ دیا تھا، تاکہ مدارس کے چلنے سے مسلمانوں میں داخلی جنگ اور تختہ دل، برپا ہو، اس طرح اسلام اور مسلمانوں کو برباد کیا جائے، کیونکہ اس جنگ کی برکت سے اس کا یہ دانا نہ چلا، اس لیے تم سے وہ کر جو ان بات پر نہیں "ادھر کرتا تھا، ان سے چھوڑ دو، اور یہ کام سرے سے رضائے الہی کے واسطے ہی نہیں، بلکہ مدارس کا فروغ رک گیا، اگر مدارس کی کوشش رضا، الہی کے لیے ہوتی تو مجھے بتائیں کہ کیا وجہ ہے کہ اس سب سے فرارانی بھی بہت ہے، اور انہوں میں ایک کا شوق بھی پیدا ہو چکا ہے، اس کے باوجود اس کی بھولی بھی نہیں، جیسا کہ اور دین سے جہالت کے زمانے میں تھی، میرے نزدیک اگر یہ کام رضائے الہی کے لیے ہوتا تو آپ تک سیکڑوں مدارس قائم ہو چکے ہوتے، اس وقت دین داروں کا اس میں کوشش نہ کرنا صاف بتا رہا ہے کہ وہ داخلی فتنہ و فساد، یہ آہوار دیا تھا، اس کو اپنی افواہی نظر نہ آگئی، لہذا اس نے چھوڑ دیا، رضائے الہی کی آگنی طلب ہی نہیں ہے کہ غاصب اس کے واسطے جان کوڑ کر کوشش ہو جائے، میرا مقصد محض اس "دینا نہیں ہے، بلکہ ایک طرف حجب ہو کر اطمینان کے ساتھ دکر کی بھٹی اور ماریں چڑھ چڑھ کر پھر رہے ہو، دربار کوشش کی ہمیشہ کرتے رہا ہوتا ہے اور ان دونوں باتوں میں پوری سلی کر رہی کہ آدمی بھی نکلتے سے نہیں، تاکہ زمین تیار ہو اور مکتب کی سکوت ہو، ورنہ کی وہ ریش ہو کہ ہر مسجد ہر مسلمان کے بچوں کے کتب کی صورت ہو، اپنے فتنوں کی گھات سے

ہوشیار ہو اور حق تعالیٰ جل جلالہ کی حصولِ رضامندی جان دے دینے کے رواج میں پوری کوشش کرو۔ (صفحہ ۱۰۱-۱۰۲)

اس تحریک کے لئے

ہر فرد لاکھ جال سے قربان ہو

ہمیں اسلام واضح ہو کہ ایک نہایت ضروری امر کے لئے تکلیف دینے کے واسطے سے وقفہ تحریر میں لارہا ہوں، وہ یہ کہ ہماری تحریک ایمان جس کی حقانیت حق میں تسلیم کر چکے ہیں، اس کے عمل میں آنے کی صورت، جو اس کے کہ آدمی لاکھ جن کے ساتھ قربان ہونے کو تیار ہو، کوئی ناسخ میں نہیں آتی، دنیا کا سب فیصلہ ہے، اور فیصلہ آسانی کی ہزار ہا مرتبہ آدھوہو ہوا کہ ہزاروں اقوام کو ترقی اور تہذیب کے نمونے نقل ہو، میں چاہتی ہوں، اور بہت کوششیں ہیں جو حق کر چکا، میرے پاس جو اس کے کہ تم تمہارے اور قربان کردوں، کوئی پستی نہیں، میرا ہاتھ ہٹاؤ۔ (صفحہ ۱۰۶)

کچھ اہم چاہات

میرے دوستو اور عزیزو! تمہارے ایک ایک سال دینے کی خبر سے جو ابھی سے سرت ہو رہی ہے، وہ تحریر سے باہر ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور قبولی مرحلہ عطا فرمائے، میں چند باتوں کی طرف آپ مسلمانان کی توجہ مبذول کرنا چاہتا ہوں: اپنے اپنے علاقے کے اُن لوگوں کی فہرست بن کر کے بھیجے اور شیخ الحدیث صاحب کو بھیجیں جو ذکر شروع کر چکے ہیں یا اب ذکر کر رہے ہیں یا پھونچے ہیں۔ دوسرے جو بیعت ہیں اور ان کو بیعت کے بعد جو کچھ بتایا جاتا ہے، وہ اُن کو لہا دے دیں یا نہیں؟

ہر مرکز میں جو مکاتب ہیں، ان کی عمرانی ہو اور ہدیہ مکاتب کی جہاں جہاں ضرورت ہو۔ (دو قائم کریں)

تم خود بھی ذکر اور تعلیم میں مشغول ہو یا نہیں، اگر نہیں ہو تو بہت جلد (شروع کرو اور) اب تک کی غفلت پر غام ہو۔

نمبر اول سے مراد یہ ہے کہ جن کو بارہ تصبیح بتائی گئی ہیں، وہ پابندی سے پورا کرتے ہیں یا نہیں؟ اور انہوں نے ہم سے پوچھ کر کیا ہے یا خود اپنی گنجائش سے ذکر کرنے والوں کو دیکھ کر شروع کر دی ہے، ہر شخص سے دریافت کر کے خبردار

تفصیل لکھو۔

اپنے مرکزوں سے ہر ہر خبر کے حلقہ خبردار تحصیل کے ساتھ کارگزاری میرے اور شیخ الحدیث صاحب کے پاس روانہ کرنے کا اہتمام ہو۔

جو ذکر بارہ تصبیح کر رہے ہیں، نہ تو آدھ کر دو ایک ایک چند رہے، نہ حضرت مولانا عبدالحق رائے پوری کی خدمت میں) چا کر گزاریں۔ (صفحہ ۱۰۸)

کچھ اہم اصولوں کی نکتہ اندیش

میرے دوستو! تمہارے ہفتے کا خلاصہ حقین چیزوں کا زندہ کرنا ہے، ذکر تعلیم، تبلیغ، یعنی تبلیغ کے سبب ہر مومن کو ذکر تعلیم کا پابند کرنا۔

ہم اپنے توبہ کو مخصوص ہر میرے بیعتی کے لئے ہیں، ان کو اب ہم سے اس کام میں اپنے ساتھ لگانے میں خصوصی کوشش کریں۔

اپنے اوقات کی قدر کریں اور لائق (کاموں) سے غور بھیجیں اور دوسروں کو بھی اس سے بچنے کی ترغیب دیں، تمہارا عمل دوسروں کے لیے نمونہ ہوگا۔

شیطان کی کاسیالی وہ چیزوں سے وابستہ ہے، اول لائق (کاموں) یا باتوں میں مصروف ہوئے دوسرے اپنی راحت و آرام کی فکر میں پڑ جائے۔ (صفحہ ۱۰۸)

مشکلات سے کام لے ایک باب کا نکتہ

بہت یاد رکھو! کام کرنے والے کو ہر کام کرتے ہوئے ایک مشکل درمسی پہننا ہوتا ہے (یعنی اپنا آواز اُس کا پیش آجائے) ہے اللہ کی عبادت میں سے ہے، اور یہ وہ وقت ہوتا ہے، جو ایک کتاب فہم ہو، اس سے آگے کتاب (یعنی ایک باب فہم ہو کر دوسرے باب) شروع ہونے کے بعد ہوتی ہے، اور آگے کتاب (یعنی آگے باب) کے شروع ہونے کی صورت یہ ہے کہ فرد پابند کر، اور صحت سے اور دنیا کی مدد سے استقامت اختیار کرے اور اللہ کی حریات کے لئے اپنی حیثیت اور بعد کے موافق جم کر کوشش کرے۔ جب ترقی ہوگی اور کچھ دے پڑے پڑ جائے گا، اور اگر اب نہ کیا گیا تو فرد اپنی جبلت سے بھی نیچے کر پڑے گا، سو ترغیبیں دی جاتی ہیں حال رہے، اور اللہ تعالیٰ شائد، اس مسئلہ سے بہت ہمیش تو اس کے شر کے دے دے، شکر یہ ایزدی حق تعالیٰ شائد واجب ہے، شکر یہ حقیقت یہ ہے کہ اب تک جو کچھ بھی پیش آیا ہے یا کامیابی ہوئی ہے، فرد اس کو اپنی کوشش کا نتیجہ ہرگز نہ سمجھے، یہ شکر ہے، اسے صرف صلہ خداوندی سمجھے اور نگرانی کی سکوت اور تہنیت کی سکوت



دوستوں سے اصلاح کی خاطر

سننے کی ضرورت

(کچھ مصلحتات سے احتیاط)

فرمایا، بعض اہل دین اور اصحاب علم کو "استغناء" کے سبب میں بڑا فتنہ ملا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ استغناء کا تقاضا ہے کہ اعتقاد اور اہل ثروت سے ملنا ملا ہی نہ جائے اور ان کے اشتقاق سے کچھ بیز کیا جائے، حالانکہ استغناء کا غلط صرف یہ ہے کہ ہم ان کی دولت کے جائزہ بن کر ان کے پاس نہ جائیں اور طلب ہم اداس سے نہ لیں، لیکن اس کی اصلاح نہ لے اور اپنی مقاصد کے لئے ان سے ملنا اور اشتقاق رکھ کر بزرگ استغناء کے معافی نہیں، بلکہ یہ تو اپنے دہجہ میں ضروری ہے۔ ہاں اس چیز سے بہت ہوشیار رہنا چاہئے کہ اس سے اس اشتقاق سے ہمارے اندر حسبِ مال وجاه اور دولت کی حرص پیدا نہ ہو جائے۔ (مصلحتات حضرت مولانا محمد نسیم صوطیؒ، مولانا محمد منظور نعمانیؒ)

دینی مدارس میں

دعوت الی اللہ سے کام لے رہے ہیں

فرمایا، اکثر دینی مدارس میں یہ ایک بڑی غفلت اور کوتاہی ہے کہ طلباء کو چارہ تو دیا جاتا ہے، لیکن اس کی کوئی خاص کوشش نہیں کی جاتی کہ نہ پڑھنے پڑھانے کا جو اصل مقصد ہے (یعنی خدمتِ دین اور دعوتِ الی اللہ) وہ پڑھنے کے بعد اہل میں لگیں، اس غفلت کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان مدرسوں کے بہت سے بونہار فاضل فراموشی کے بعد محض تعلیمِ معاش کو اپنا مقصد بنا کر یہ تو سب پڑھنے میں لگ جاتے ہیں اور بڑا سرکاری یونیورسٹیوں کے احسان دے کر، انگریزی اسکولوں میں کچھ کی کچھ پیش رفت کر جیتے ہیں اور نہ ہی دینی تعلیم پر جو وقت اور روپیہ خرچ ہوا تھا وہ جو محنت کی گئی تھی، وہ نتائج کے لحاظ سے اس طرح سب غارت ہو جاتی ہے، بلکہ بسا اوقات وہ دشمنانِ دین کے کام آتی ہے۔ لہذا پڑھانے سے زیادہ ہم کو اس کی فکر اور کوشش کرنی چاہئے کہ جو طلباء پڑھ کر فارغ ہوں وہ دین کی خدمت ہی میں لگیں اور علمِ دین کے حقوق ادا کریں، اپنی محنت میں کچھ پیدا نہ ہو تو یہ بھی خسارہ ہے، لیکن اگر پیدا ہو کر ہمارے دشمنوں کے کام آئے تو یہ اور زیادہ خسارہ کی بات ہے۔ (صفحہ ۱۵)

ذاتی زندگی میں اسلام کو نافذ نہ کرنے کی

حالت میں اقدام کیجئے؟

اس سوال پر کلام کرتے ہوئے کہ "مسلمانوں کو حکومت واقعہ دیکھیں نہیں بٹھ چکا" فرمایا

اللہ کے احکام اور اداوار دہانوں کی حفاظت و رعایت جبکہ تم اپنی ذات اور اپنی ذاتی زندگی میں نہیں کر رہے (جس پر ہمیں اختیار حاصل ہے اور کوئی مجبوری نہیں ہے) تو دنیا کا نظم و نسق یہی تھا کہ تمہارے خلاف کر دیا جائے۔

ایمان والوں کو حکومت ارضی دینے سے تو فتنہ الہی بھی ہوتا ہے کہ وہ اللہ کی مرضیات اور اس کے احکام کو دنیا میں نافذ کریں تو جب اپنے حدود اختیار میں نہ آتے ہیں کہ وہ تو حکومت تمہارے سپرد کر کے کل کے لئے تم سے الگ کیا امید کی جاسکتی ہے؟ (صفحہ ۱۶)

تحلیف برداشت کر کے دوسروں کے حقوق

ادا کرنے کا بدلہ جنت ہے

فرمایا، جنت حقوق کا بدلہ ہے یعنی اپنے حقوق، اپنا مکتب اور اپنا آرام اللہ کے لئے ملایا جائے اور اپنے پر تحلیف برداشت کر کے دوسروں کے حقوق ادا کرے جائیں (جس میں حقوق اللہ بھی شامل ہیں) تو اسی کا بدلہ جنت ہے (اسی سلسلہ میں فرمایا) حدیث میں ارشاد ہوتا ہے

"لَا تُخْذَلُوا مِنْ أَلْفَاظٍ عَنْ مَعْلَمِ غَدٍ فِي شَهَادَةٍ"

ترجمہ: تم زمین دانوں پر دم نہ کھاؤ ورنہ کھادوب لہاؤ، تم پر رحمت فرمائے گا۔"

حدیث میں دو گونہوں کے دو واسطے بیان کئے گئے ہیں، جو عام طور سے معلوم اور مشہور ہیں۔ ایک یہ کہ کسی پرکار اور قاضی عورت نے کچھ کی خبر گیری کی اور اس کی بیاسی پر ترس کھا کر کوئی سے پائی نکال کے اس کو چاہا تو اللہ نے اس کے اس فعل کے عوض اس کے لئے جنت کا فیصلہ فرمایا اور ایک دوسری عورت نے جو پرکار نہیں تھی، ایک بلی کو بھوکا رکھ کر تڑپا تڑپا کر مار ڈالا تو وہ جہنم میں ڈال دی گئی۔ (صفحہ ۱۹)

ایک محبت میں فرمایا: ہماری اس تحریک کا اصل مقصد ہے مسلمانوں کو "جمع صاعداً بہ النبی ﷺ" (یعنی اسلام کے بارے میں دینی حکام سے سنت کو وابستہ کرنا) یہ تو ہے ہمارا اصل مقصد، دینی قائلوں کی یہ چلت بکرت اور تیشی گشت، سو یہ سن مقصد کے لئے ابتدائی ذریعہ ہے، اور اگر ہمارے تلقین و تعلیم کو کیا ہمارے بارے میں نصاب کی "الف، بے، تے" ہے۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ ہمارے قائلے پر کام نہیں کر سکتے اس سے تو سن کا ہی ہونا ہے کہ یہ چلت بکرت اور تیشی گشت سے ایک حرکت و پیاداری پیدا کریں اور قائلوں کو متوجہ کر کے دین کے حادی اہل دین سے وابستہ کرنے کی اور اس جگہ کے دین کی فکر رکھنے والوں (مذاہب و مکتبہ) کو چارے عام کی صلاح پر گاہے کی کوشش کریں۔ (صفحہ ۲۹)

علم دین اور ذکر اللہ کے بارے میں اہتمام کے بغیر سادگی اور جدوجہد کا بیکار ہوتا

ایک دن ہمارے لڑ بچہ جب کہ اس تحریک میں عملی حصہ لینے والوں کا حکام مدین کی مسجد میں بڑے مجمع تھے اور حضرت مولانا کی طبیعت اس قدر کمزور تھی کہ ہجر پڑھنے لینے بھی دوبار لنگھا اور میں فرما دیتے تھے تو جسم سے پتے خاص خاصہ کو چسپ فرمایا اور اس کے دھنکے سے اس پوری صحت کو کھولنے کا آپ کوئی فن کی یہ سادگی چلت بکرت اور سادگی اور جدوجہد سے کار ہوئی، اگر اس کے ساتھ علم دین اور ذکر اللہ کا پورا اہتمام آپ سے نہیں کیا (گویا یہ علم ذکر و دعا ہو گیا، جن سے بغیر اس صفا میں پروا نہیں کی جا سکتی) بلکہ سخت فخر اور قوی تیرے ہے کہ اگر ان دو چیزوں کی طرف سے تعلق برتا گیا تو یہ جدوجہد مبادا فتنہ اور خطرات کا ایک نیا اور داروہ نہ بن جائے۔ دین کا اگر علم ہی نہ ہو تو سلام و ایصال بھی رکھی اور اکی جیہ اور اللہ کے ذکر کے بغیر اگر علم ہو بھی تو وہ سراسر غفلت ہے اور اہل غرہ اگر علم دین کے بغیر ذکر بتدی کلکتہ بھی ہو تو اس میں بھی بڑا خطرہ ہے، انظر علم میں خود ذکر سے آتا ہے اور بغیر علم دین کے ذکر کے فتنی برکات و شرف حاصل نہیں ہوتے۔ بلکہ یہ اوقات ایسے چال و سلیوں کو شیطان اپنے آل کار بنا لیتا ہے۔ لہذا علم اور ذکر کی اہمیت کو اس سلسلہ میں بھی فراموش نہ کیا جائے اور اس کا بیکار خاص

اجہام رکھا جائے، ورنہ آپ کی یہ تیشی تحریک بھی بس ایک آوارہ گردی ہو کر رہ جائے گی، اور خود بخود آپ لوگ سخت خسارہ میں رہیں گے۔ (صفحہ ۳۲)

ذکر کے بغیر غفلت ہی غفلت کا ہوتا

ایک بار فرمایا: مولانا، ہماری تیشی میں علم و ذکر کی بڑی اہمیت ہے۔ بدون علم نہ عمل ہو سکے، عمل کی معرفت، اور مدد و ذکر کے ہم غفلت ہی غفلت ہے، اس میں خود بھی ہوسکتا، مگر ہمارے کام کرنے والوں میں اس کی کمی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ تیشی خود بہت اہم قرینہ ہے، اس کی وجہ سے ذکر میں کمی ہوتی ہے، وہی ہی ہے جیسا حضرت سید احمد صاحب بریلوی قدس سرہ نے جس وقت جہاد کی تیاری کے لئے اپنے ہمراہ کو بھیجے، ذکر و عمل کے لئے نہ بازی اور کھڑے کی سواری میں مشغول کر دیا تو کبھی نہ یہ غفلت کی کہ اس وقت پہلے جیسے انوار نہیں ہیں، تو حضرت سید صاحب دھرم اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہاں، اس وقت ذکر کے انوار نہیں ہیں، جہاد کے انوار میں اور اس وقت ہی کی ضرورت ہے۔ فرمایا: مگر علم و ذکر کی کمی کا تلقین ہے اور یہ کسی اس وقت ہی کی ضرورت ہے کہ اس تک اہل علم اور اہل ذکر اس میں نہیں لگے ہیں۔ اگر یہ حضرات ذکر اپنے ہاتھ میں نہ لے لیں تو یہ کی بھی پوری ہو جائے، مگر علم اور اہل ذکر تو ابھی تک اس میں بہت کم آئے ہیں۔ (صفحہ ۳۴)

(علم و ذکر کی کمی پر یہ سواہر کو سخت قہر مندی تھی، اس کی طرف توجہ دینا وقت کی سب سے اہم ضرورت ہے، اس لئے کہ کلکتہ ذکر کے نور کے بغیر محض تیشی میں لگنا اور عملی و قال سے دور چلنے کے بعد گمراہیوں سے بچنا ممکن نہیں۔ مرتب)

مسلمانوں کی دین سے عروا پر دم کا آنا

ایک بار فرمایا: حدیث میں ہے: "حسن لا یزعمہ لایزعمہ لایزعمہ فی حقہ منہ الا اذی یزعمہ فی حقہ فی الشیء" مگر اگر اس کو لوگوں نے اس حدیث کو ابھک اور قاتلہ دلوں پر رحم کے ساتھ مخصوص کر دیا، اس لئے ان کو اس میں فعل پر تو رحم تھا، جو بھوکا ہو، پیاسا ہو، ناک ہو، مگر مسلمانوں کی دین سے عروا پر دم نہیں آتا۔ گویا دنیا کے نصیحت کو نصیحت سمجھا جاتا ہے، لیکن دین کے نصیب کو نصیب نہیں سمجھا جاتا، پھر ہم پر آیت والا کیوں رحم کرے، جب ہمیں مسلمانوں کی دینی حالت کے اجڑ ہونے پر رحم نہیں فرماتا، ہماری اس تیشی کی عیادہ اس میں ہے، اس لئے یہ کام شفقت اور رحم ہی کے ساتھ ہونا چاہئے۔ اگر مسلمان سے سے پہنچ کر رہا ہے کہ اس کو اپنے ہم نوا کی اپنی



حالت کے اجر ہونے کا مصدق ہے تو یقیناً وہ رحم اور شفقت کے ساتھ اپنے فریضہ کو جام دے گا، لیکن اگر یہ مثلاً، سبک، بکھڑا، دشتا، سے تو پھر تکبر و کبر میں مبتلا ہوگا، جس سے غلبہ کی امید نہیں۔ نیز جو شخص اس حدیث کو پیش نظر رکھ کر تبلیغ کرے گا، اس میں مصروف بھی ہوگا، اس کی نظر اپنے محبوب پر بھی ہوگی اور وہ دوسروں کے محبوب پر غور کے ساتھ اس کی اصلاحی غیبتوں پر بھی غور ہوگی تو یہ شخص اپنے حق کا حامی نہ ہوگا، بلکہ شکی ہوگا۔ اس شخص کا کریم کے ساتھ ملنے سے شک ہوکر شکایت غصہ کا سبب ہوگی پیش نظر رہے۔ (صفحہ ۳۸-۳۹)

ذکوٰۃ کے صحیح مصرف ۱۰ گوتے ہیں

جو دین کے کام میں لگے ہوں گے ہیں

پھر فرمایا کہ زکوٰۃ اپنے واسطے صرف مصرف ۱۰ گوتے ہیں نہ ہمارے ہمارے ہر پاک پائی کا کٹائی کرنا لازم ہے، اور صحیح مصرف زکوٰۃ وہ ہے، جس میں زکوٰۃ کا روپیہ لینے سے طبعی مال پیدا نہ ہو۔ شریعت کا زکوٰۃ فرض کرنے سے یہ فرض مقصود نہیں کہ صرف مسکینوں میں اس کی حرم وضع پیدا ہو جائے کہ ان لوگوں کی تحرات و زکوٰۃ کے شکر دیا کر لیں۔ بلکہ جو شخص اللہ پر بھروسہ کرے، مہم قیام کرتا ہے، جس قدر وہ مہم جو دل کرے گا، اسی قدر اہل اموال پر بھروسہ اس کے مہم کے اس کی امداد لازم ہوتی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے

تَقْرَبُوا اللَّهَ أَكْثَرَ مِنْ أَنْ تَقْرَبُوا نَاسًا إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ

من الضم

تو صحیح مصرف زکوٰۃ وہ لوگ ہیں جو نہ کے کام میں لگے ہوں گے ہیں اور مہم سے اللہ پر بھروسہ رکھے ہوں گے ہیں، کسی سے سائل نہیں کرتے، کسی سے طبع رکھتے ہیں، مگر آج کل اہل اموال پیش وور مانگوں کو زکوٰۃ دے کر کچھ پیتے ہیں کہ زکوٰۃ ادا ہوئی، نہ کہ وہ تو پہلی زکوٰۃ کو بھی کھود جاتی ہے۔ کچھ وجہ ہے کہ آج کل زکوٰۃ دیا کرنے کے بعد بھی سب میں برکت نہیں، مادہ تکلف دھو دے کہ زکوٰۃ سے مال میں برکت ہوتی ہے۔ پس جو لوگ زکوٰۃ کے بعد اپنے مال میں برکت کا مشاہدہ نہ کریں، نہ کہ کچھ دیتا چاہے کہ زکوٰۃ مصرف میں نہیں دی گئی اور انہوں نے مصرف کا حقد نہیں کیا۔ (صفحہ ۳۳)

علم سے عمل اور عمل سے ذکر کا پیدا ہونا

فرمایا، ہم سے علم پیدا ہونا چاہئے، علم سے ذکر پیدا ہونا چاہئے، جس علم، عمل ہے اور عمل، علم ہے۔ اگر علم سے عمل پیدا نہ ہو تو سراسر غفلت ہے۔ اور عمل سے اللہ کی یاد دل میں نہ پیدا ہوگی تو پچاس پچاس ہے وہ ذکر بلا علم بھی فکد ہے۔ (صفحہ ۵۰)

تفاتی کا خوف عاصم کو دحق ہونا

فرمایا، مجھے اپنے اوپر استدار کا خوف ہے۔ میں نے عرض کیا کہ یہ خوف میں ایسا ہے (ہم مسن ہماری رمر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اپنے اوپر غافل کا خوف ہوسکتا ہے) مگر جو میں میں خوف کا مدبہ اچھا ہے، اور بڑھا ہے میں صریح عن اللہ اور رجا کا قلب اچھا ہے۔ فرمایا، ہاں صحیح ہے۔ (صفحہ ۵۰)

ذکر اللہ کے اہتمام سے زور

فرمایا، ذکر اللہ، خیر ظاہر میں سے پہلے کے لئے حکم اور "حسن معین" ہے۔ لہذا جس قدر یاد اور برسہ داخل میں تبلیغ کے لئے چاہا جائے، شیعیں جن دنوں کے برسہ اثرات سے اپنی مخالفت کے لئے اسی قدر زیادہ ذکر اللہ کا اہتمام کیا جائے۔ (صفحہ ۵۰)

دین کے کاموں سے

اصل مقصود رضا کے الٹی کا ہونا

فرمایا، دین کے کاموں میں اصل مطلوب اور مقصود تو ہونا چاہئے صرف رضا، الٹی اور اجر فردی۔ اور دین میں جن نعمات و برکات کا امداد کیا گیا ہے۔ مثلاً سبک کی اور عزت کی زندگی، اور صفا و سکون اور تسکین کی اور شہ، سو یہ مطلوب نہیں، بلکہ موجود ہیں، یعنی ہم کو جو نیکو کرتا ہے، وہ کرنا تو صرف رضا الہی اور غلامی فردی کے لئے، مگر یقیناً رکھنا چاہئے، اللہ کے ان مواضع پر بھی (بلکہ ان کے لئے دعا کی گئی کرتی چاہئے، مگر ان کو اپنی مہارت و طاقت کا اصل مقصود نہیں بنانا چاہئے)۔ موجود اور مطلوب ہے اس فرق کو آپ لوگ اس مثال سے شہ بھی طرح سمجھ سکیں گے کہ کلاش و شادی سے مقصود تو یہی کہ حصول اور اس سے تسکین ہونا ہے، مگر اس کے ساتھ آتا ہے جو چیز وغیرہ بھی، جو گویا عرقا موجود ہوتا ہے، لیکن ایسا ہے

دُورف دین میں شاید ہی کوئی ہو، جو شادی ہی صرف جلیق حاصل کرنے کے لئے کرے  
 و اگر بالفرض کوئی ایسا کرے اور بیوی کو مصلوب ہو جائے کہ اس نے شادی میرے  
 لئے نہیں کی، بلکہ میرے ساتھ آنے والے ہیز کے لئے کی ہے تو سوچ کر بیوی کے  
 دل میں اس کے لئے سختی چکر رہے گی۔ (صفحہ ۵۸)

کبیر کی سزا

فرید، جنت مہاشین ہی کے لئے ہے۔ انسان میں اگر کبر کا کوئی حصہ ہے تو  
 پہلے اس کو جہنم میں ڈال کر پھینکا جائے گا، جب خاص طور پر وضع رہ جائے گا، جب  
 وہ جنت میں پہنچا جائے گا۔ بہر حال کبر کے ساتھ کوئی آدمی جنت میں نہیں جائے  
 گا۔ (صفحہ ۵۷)

دین کے لئے دو خطرات

کفر کی عوامی لہر، دوسرے الحاد و دہریت کی تحریک

فرید، دوستو! اگلی کام کا وقت باقی ہے، مگر یہ دین کے لئے دو ذریعہ  
 خطرے پیش آئیں گے۔ ایک تحریک شوم کی طرح کفر کی تبلیغ و ترویج، جو جہاں عوام  
 میں ہوگی۔ اور دوسرا خطرہ ہے الحاد و دہریت کا، جو مغربی حکومت و سیاست کے ساتھ  
 ساتھ آرہا ہے۔ جو دونوں گمراہیوں کی طرح آئیں گی، جو کچھ کرنا ہے ان  
 کے آگے سے پہلے پہلے کرنا۔ (صفحہ ۵۹)

(اس مضمون میں سو، آٹھ آئے اسے اسے، حالت میں جن باتوں کا کرنا  
 ہے، یہ لکھتے ہیں اور میں بڑی شدت اور تیزی سے ظاہر ہونے ہیں۔ ایک عوام کے  
 رہنے کا، دہریت کی طرف موڑنے کی جہت گہر ہو جاتی ہے، انگریز اور مومل وغیرہ  
 کے درپہ چھ ہو گئی ہے۔ دوسری الحاد و دہریت، دین پر اعتراضات اور سبوتاژ کی  
 نظریاتی تحریک ہے، جو جدید طبقات میں سرایت کرتی جا رہی ہے۔ مرتب)

لوگوں سے ملنے سے قلب کی حالت کا پگڑا

اور ذکر و فکر کے ذریعہ اس کی درنگی کا پگڑا

فرید، مجھے جس بھی نبیوت مانا جاتا ہے تو بیش از حد اور ذکر سے بچنے کے  
 ساتھ چاہتا ہوں، پھر بھی عوامی اختلاف سے قلب کی حالت پر قدر سمجھ ہو جاتی ہے کہ  
 جب تک اختلاف کے ذریعہ اس کو فاصلہ نہ ملے یا چھ روز کے لئے ”سہارنپور“ یا  
 ”رے پور“ کے خاص بچے اور خاص ماحول میں جا کر نہ رہیں، قلب اپنی حالت پر

فہمیں ۳۲۔

دوسروں سے بھی کبھی بھی فرمایا کرتے تھے کہ دین کے کام کرنے والوں کو  
 چاہیے کہ سخت اور صحت بھارت کے طبی اثرات کو خصوصاً ان کے ذکر و فکر کے ذریعہ  
 دھویا کریں۔ (صفحہ ۵۹-۶۰)

(اس مضمون سے ایک بڑا دار جو مصلوب ہوا، وہ یہ ہے کہ اہل اللہ زندگی بھر کے  
 عبادتوں کے باوجود صحت پرست معاشرہ اور عوام کی کدورتوں اور غلطیوں سے متاثر  
 ہونے پلے نہیں رہتے۔ ان کدورتوں سے اثرات کو توڑنے کی صورت غلطیوں میں ذکر  
 و فکر ہی ہے، جو اہل اللہ کا معمول رہا ہے، جب غیر معمولی مجاہدوں کے حال اہل  
 اللہ کی یہ حالت ہے کہ ماحول کے غلبات سے ان کے دل متغیر ہوتے ہیں اور  
 اس کے لئے انہیں غلطیوں میں ذکر و فکر کی ضرورت لاحق رہتی ہے تو دھوتی  
 کا رنگ کو تو ذکر و فکر کے لئے صحت کی کیمز زیادہ ضرورت ہے، دوسری صورت  
 میں غلطیوں و کدورتوں کے ماحول میں ہونے والا دھوتی کام غیر متاثر ہو کر رہا  
 جائے گا۔ مرتب)

ہادی قریب قلوب میں

ایمان کو راسخ کرنے کی تحریک ہے

قریب، ہمارا کام دین کا فہمی کام ہے اور ہادی قریب و حقیقت ایمان کی  
 تحریک ہے۔ آج کل ہم طرز سے جو اجتماعی کام ہوئے ہیں، ان کے کرنے والے  
 ایمان کی بنیاد کو قائم فرض کر کے، امت کی اوپر کی تعمیر کرتے ہیں اور اوپر کے درجہ  
 کی ضروریات کی فکر کرتے ہیں۔ اور ہمارے نزدیک امت کی اول ضرورت یہی ہے  
 کہ ان کے قلوب میں پہلے صحیح ایمان کی روشنی بکھائی جائے۔ (صفحہ ۶۱)

امت کی اصل بنیادی

دین کی طلب کا نہ ہونا

فرمایا، ہمارے نزدیک اس وقت امت کی اصل بنیادی دین کی حسب و قدر  
 سے ان کے دلوں کا خالی ہونا ہے۔ اگر دین کی فکر و طلب ان کے اندر پیدا  
 ہو جائے اور دین کی اہمیت کا شعور و احساس ان کے اندر زندہ ہو جائے تو ان کی  
 اسلامییت دیکھنے، سمجھنے، سربز ہو جائے۔ ہادی اس تحریک کا اصل مقصد اس وقت ہمیں  
 دین کی طلب و قدر پیدا کرنے کی ترویج کرنا ہے، نہ کہ صرف فکر اور لہجہ کی ترویج

تخلیج کے ذریعہ ہادی ماحول سے نکل کر  
صالح و متحرک ماحول میں آتا

فرمایا، ہمارے طریقہ کار میں دین کے سامنے جس طرح کی مشکل میں گھرے  
ہے اور نکلنے کو بہت زیادہ اہمیت ہے اس کا خاص فائدہ یہ ہے کہ آدمی اس کے  
ذریعہ پہنچے، یعنی درجہ ماحول سے نکل کر ایک نئے صالح اور متحرک ماحول میں  
آ جاتا ہے، جس میں اس کے وہی جذبات کے نشوونما کا بہت بڑا سامان ہوتا ہے۔  
نیز اس سطر و جہت کی وجہ سے جو طرح طرح کی تعلیمیں اور مشقیں پیش آتی ہیں اور  
ارد گرد پھرنے میں جو دشمنی اللہ کے لئے برداشت کرنی ہوتی ہیں، اس کی وجہ سے اللہ  
کی رحمت خاص طور سے مستجاب ہو جاتی ہے۔

وَلَقَدْ جَاءَنَاهُ لَهْدٍ لَهْدًا فَلْيَبْتَهِمْ وَأَنذَرْنَا لِعَذَابِنَا مُنْبَتًا۔

اسی واسطے اس سطر و جہت کا زہد میں قدر معلوم ہوگا اسی قدر مضامین ہوگا۔ (صفحہ ۱۰۶)

تقویٰ پر عوام الناس کی کدورتوں کا اثر چتا

فرمایا، انبیاء، عظیم الزماں یاد ہو، ایک مخصوص اور محفوظ جگہ اور صورت و احاطات پر وہ  
رستہ حق تعالیٰ سے حاصل کرتے ہیں، لیکن جب اس خصوصیات و احاطات کی تخلیق میں  
ہر طرح کے لوگوں سے ملنا پڑتا ہے اور ان کے پاس آتا چاہتا ہوتا ہے تو ان کے سوا کہ  
در صورت قلب پر بھی اس صورت و احاطات کی کدورتوں کا اثر پڑتا ہے۔ اور پھر کدورتی سے  
ذکر و محنت کے ذریعہ وہ اس کو دور کر دیتے ہیں۔

فرمایا، سورہ حزل میں حضور (ﷺ) کو قیام بیک (جمہر) کا حکم دیتے ہوئے جو  
یہ فرمایا گیا ہے کہ اِنَّ لِّکُمْ فِی النَّہَارِ سَبْعًا وَّعِشْرًا (اے رسول! دن میں تم کو بہت  
چن چننا رہتا ہے) تو اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ سید عالم (ﷺ) کو بھی  
اس کی دوز و صوبہ درجہت محنت کی وجہ سے رات کی اندھیری اور تنہائی میں نیسوئی  
کے ساتھ عبادت کی ضرورت تھی۔ پھر اس آیت سے بھی آیت میں جو صفا فرمایا  
گیا و ذکر اسم ربک و تسبیح و تہلیل (اور اپنے رب کے نام کی یاد کر اور نیسوئی سے  
برکت پس کی طرف متوجہ ہو) تو اس سے بھی اس مضمون کی حراہ تائید ہوتی ہے کہ  
تہلیل دوز و صوبہ کرنے والوں کو ذکر و فکر اور نیسوئی کے ساتھ اللہ کی عبادت کی  
خصوصیت سے ضرورت ہے۔ پس ہم کو بھی اس کے مطابق عمل کرنا چاہئے، بلکہ ہم

اس کے بہت زیادہ محتاج ہیں، کیونکہ اولاً تو ہم خود کے اور غفلتوں سے مجرے ہوئے  
ہیں، پھر اپنے جن بڑوں سے ہم دین فیوض اور ہدایات حاصل کرتے ہیں، وہ بھی  
تاریکی ہی حربہ غیر مصمم ہیں۔ اور جن میں تبلیغ کے سنے جاتے ہیں، وہ بھی عام  
انسان ہی ہیں۔ غرض ہم میں خود بھی کدورتیں ہیں اور ہمارے دلوں کا جانب بھی  
بہتری کدورتیں ہیں، جس کا ہم پر اثر پڑتا تاریکی اور اندھیری ہے۔ اس لئے ہم اس کے  
بہت سی زیادہ محتاج ہیں کہ رات کی اندھیریوں اور تنہائیوں میں اللہ کے ذکر و عبادت  
کا اجتناب اور التزام کریں۔ قلب پر چڑے ہوئے بڑے اثرات کا یہ خاص علاج  
ہے۔ (صفحہ ۱۰۶-۱۰۷)

سالمک کو تخلیج کے خاکی احوال پر  
تفکر نہ کرنے کی تائید

اسی سلسلہ میں فرمایا، یہ بھی ضروری ہے کہ اپنے جس بڑوں سے ہم دینی فیوض  
اخذ کریں، ان سے اپنا تحقیق صرف اللہ کی جانب کا رہیں اور صرف کسی تائید کے  
کے اقوال و افعال اور احوال سے سروکار نہ رکھیں، اپنی دوسری باتوں کی ان کی ذاتی  
اور خاکی باتوں سے بے تعلق بلکہ بے خبر رہنے کی کوشش کریں، کیونکہ یہ ان کا اپنا  
بہتری حصہ ہے۔ لہذا اس میں جس کچھ کدورتیں ہوں گی۔ اور جب "دنی" پہلی توجہ ان  
کی طرف نہ چلا دے گا تو وہ اس کے اندر بھی آتے گی، اور بڑا اوقات غمراہی پیدا  
ہوگا، جو بعد اور عروہی کا باعث ہو جائے گی اس لئے مشائخ کی کتابوں میں سالمک  
کو تخلیج کے خاکی احوال پر تفکر نہ کرنے کی تائید کی گئی ہے۔ (صفحہ ۱۰۷)

جنت کی منتوں

اور عذاب دوزخ کے پارسے میں اہم بات

فرمایا، جنت کی فہمیں اگر یہاں بھیج دی جائیں تو غرضی سے موت واقع ہو  
جائے۔ یہی حال وہاں کے عذاب کا ہے۔ اگر دوزخ کا ایک کچھ اس دنیا کی  
طرف رخ کرے تو یہ ساری دنیا اس کے ذہن کی تیزی سے سوشل ہو جائے  
(محل جائے)۔ (صفحہ ۱۰۷)

دین میں ترقی کرنے یا نیچے گرنے کے عمل کا ہونا

فرمایا، دین میں غمراہی نہیں۔ یا تو آدمی دین میں ترقی کر رہا ہے یا اسے آگ  
نیچے گرنے لگا ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھو کہ بارش کو جب پانی اور ہوا موافق ہوتی

اور سرسبزی اور شادابی میں ترقی ہی کرتا رہتا ہے اور جب موسمِ جمادی پہلی پائی نہ ملے تو ایبٹ ٹیکس ہوتا کہ وہ سرسبزی اور شادابی اپنی جگہ پر نہیں رہے، بلکہ اس میں فساد شروع ہو جاتا ہے، یہی حالت آدمی کے دین کی ہوئی ہے۔ (صفحہ ۸۰)

اسباب کی کمی پر ماحی

اسباب پرست ہونے کی علامت

فرمایا، اسباب کی کمی پر نظر ڈال کر مانیں ہو جاتا، اس بات کی نشانی ہے کہ تم سب پرست ہو اور اللہ کے وعدوں اور اس کی نغبی طاقتوں کے سہارا یقین بہت کم ہے، اللہ پر اعتماد کر کے اور محنت کر کے اللہ ہی اسباب مہیا کر دیتا ہے، ورنہ آدمی خود ہی کر سکتا ہے، مگر بہت اور امتداد مہاجر جہد شرط ہے۔ (صفحہ ۸۱)

پہلی ہی کوشش کرنے سے اللہ کی مدد کا شامل ہونا

فرمایا، ہم جس دینی کام کی دعوت دیتے ہیں، ظاہر تو یہ بڑا سادہ سا کام ہے۔ لیکن فی الحقیقت بڑا نازک ہے۔ کیونکہ یہاں مقصود صرف کرنا کرنا ہی نہیں ہے، بلکہ اپنی سلی کر کے اپنی عزائم کا یقین اور اللہ تعالیٰ کی قدرت و نصرت پر اعتماد کرنا ہے۔ سنت اللہ یہی ہے کہ اگر اللہ کی مدد کے بغیر وہ پہلی ہی کوشش ہم کریں تو اللہ تعالیٰ ہماری کوشش اور حسرت میں ہی اپنی مدد کو شامل کر دیتے ہیں۔ قرآن مجید کی آیت (وہدکم لعلکم تفلح) میں اسی طرف اشارہ ہے، اپنے کو ہانک بے کار کچھ کہتے چلتے رہنا تو "جبریت" ہے اور اپنی ہی قوت پر اعتماد کرنا "تقدیریت" ہے (اور یہ دونوں گمراہیاں ہیں) اور صحیح اسلام ان دونوں کے درمیان ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر آدمی اور کوشش کی جو حق ہے اور محنت ہم کو مل رہی ہے، اللہ کے حکم کی تعمیل میں اس کو تو پورا پورا ہلاک کریں اور اس میں کوئی تسر نہ رکھیں، لیکن نتائج کے پیدا کرنے میں اپنے کو ہانک جائز اور سہیل میں یقین کریں اور صرف اللہ تعالیٰ کی مدد ہی پر اعتماد کریں اور صرف اسی کو کار فرما سمجھیں۔ (صفحہ ۸۳)

جذبات اور دل کے رعب کو

بے نیغہ رعبی کا بدلنا دشوار ہے

دادی منافع کے لئے دشمنانِ اسلام کا آواز کا رہنے والے مسلمانوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا

"اگر تم ان میں حکم پاتی اور غرض پاتی کے بجائے خدا پرستی کا جذبہ پیدا

کر سکو تو پھر وہ جانت اور دوسری افراط کی خاطر ہمتوں کے سہارا کیوں نہیں گئے، جذبات اور دل کا رعب جسے ہم نے رعبی کے شدت بدو سے کی کوشش شد ہے، صحیح طریقہ یہی ہے کہ لوگوں کے دلوں کو اللہ کی طرف پھیر دو، پھر ان کی پوری رعبی اللہ کے حکموں کے ماتحت ہو جائے گی، لایزالہ الا لہ کا یہی مقصد ہے، اور تاری تحریک کی یہی بنیاد ہے۔" (صفحہ ۹۲)

دین کی حقیقت

جذبات کو اللہ کے ادا کر کا پائندہ کرنا

دین کی حقیقت ہے، جذبات کو اللہ کے ادا کر کا پائندہ کرنا، صرف دینی مسائل سے جانے کا نام دین نہیں ہے۔ حوالہ ۱۳۴۰ ع میں کی گئی اور اپنی شریعت کے مسائل بہت جانتے تھے، لیکن اپنے جذبات کو انہوں نے ادا کر الہیہ کا پائندہ نہیں کیا تھا، اس لئے مکتوب دوم ۱۳۴۰ ع کے۔ (صفحہ ۹۹)

یہی مدد کا میں وقت پر ساتھ کر دینے کی اللہ کی سنت

اس سلسلہ میں فرمایا، یہی مدد نہیں جانت جس چیز کا نام ہے، وہ پیسے سے حوالے نہیں کی جاتی، بلکہ میں وقت پر ساتھ کر دیتی چاہی کرتی ہے، گو اللہ کے خزانے میں جمع ہے اور ایمان و فکری کی شرط یہ ہے کہ اس پر اعتماد اپنے ہاتھ کی محسوس (حاصل ہوئی) طاقت سے زیادہ ہونا چاہئے۔ (صفحہ ۱۵۰)

علم و ذکر میں ترقی کا

اپنے جذبات کی گہرائی میں ہونا

فرمایا، ہمارے سب کام کر رہے ہوں کہ یہ بات بھی طرح اہل شہن کر لینی چاہئے کہ تبلیغ کے سنے باہر جانے کے زمانہ میں بالخصوص علم و ذکر کی طرف بہت زیادہ توجہ کریں، علم اور ذکر میں ترقی کے بغیر دینی ترقی ممکن نہیں، فیہم و ذکر کی تفصیل دیکھیں اس مادے اپنے جذبات سے اس کی راسخ رکھتے ہوئے اور ان کے رعب جہالت اور اس کی گہرائی میں ہوں۔

امیہ، علیہم السلام کا علم و ذکر اللہ تعالیٰ کے ذریعہ جہالت اور اس کے علم کے ماتحت ہوتا تھا، اور حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا علم و ذکر رسول اللہ ﷺ کی جہالت کے ماتحت ہوتا تھا، وہ آپ کی گہرائی میں ہوتا تھا، پھر ہر زمانہ کے لوگوں کے لئے اس قرن کے اہل علم اور اہل درویش رس اللہ ﷺ کے خفاء ہیں، لہذا علم

وہ کر میں اپنے بڑوں کی نگرانی سے استغناء نہیں۔

یہ بھی ضروری ہے کہ خاص کر باپ نکلنے کے زمانہ میں صرف اپنے خاص مشغل میں اشتغال رہے اور دوسرے تمام مشاغل سے یکسو رہ جائے اور وہ خاص مشغل یہ ہیں۔

(۱) تعلیمی گفت (۲) علم (۳) ذکر (۴) دین کے لئے گھر چھوڑ کر نکلنے والے اپنے ساتھیوں کی فہموں اور عام فہم اللہ کی عطا خدمت کی مشق۔ (۵) گنج نیت اور عیال و اقربا کا اہتمام۔ اور اہتمام عیس کے ساتھ چار پارہاں اخلاص و احتساب کی تہذیب۔ (صفحہ ۱۱۱)

حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما

اس دنیا سے روتے ہوئے رخصت ہوئے

فرمایا وہاں حال یہ تھا کہ حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی دین کی راہ میں اپنے آپ کو فدا کر رہے تھے اور جو دہرہ اور مشغولیت کی کھلی ہوئی اور جھگی بٹاتوں کے باوجود اس دنیا سے روتے ہوئے گئے۔ (صفحہ ۱۱۱)

ذکر سے عام دینی کاموں میں

ذکر کی شان کا پیدا ہوا تھا

فرمودہ علم و ذکر کو معیشتی سے قضاے کی نپودہ سے زیادہ ضرورت ہے، مگر علم و ذکر کی حقیقت بھی علم صرف سمجھ جتنی چاہئے۔

ذکر کی حقیقت ہے، عدم غفلت اور فراغت دینی کی ادائیگی میں لگا رہنا، اپنی وجہ کا ذکر سے، اس سے دین کی خدمت اور اس کے فرائض کی جہد میں مشغول رہنا و ذکر کا وہی وجہ ہے، بشرطیکہ اللہ کے امر اور مصلحت کا حساب رکھتے ہوئے ہو۔

اور ذکر کئی اس واسطے ہے کہ آدمی کے جو وقت اور اوقات میں مشغول نہ ہوں،

وہ بھی میں نہ گزرے، شیطان یہ چاہتا ہے کہ فرائض میں گتے سے جو روشنی پیدا

ہوتی ہے اور جو ترقی حاصل ہوتی ہے، وہ بھی (کاموں میں) میں لگا دے اس کو

بھڑکا کر دے، پس اس سے حفاظت کے لئے ذکر کئی ہے۔ انھیں فرائض سے جو

وقت خارج ہو، اس کو ذکر کئی سے معذور رکھا جائے، تاکہ چھٹان، یعنی (کاموں

وہلوں) میں مشغول کر کے ہمیں نقصان نہ پہنچائے (یعنی ذکر کئی کا ایک خاص اہم

قائد یہ بھی ہے کہ اس سے عام دنیا کاموں میں ذکر کی شان پیدا ہوتی ہے اور اس

کے اور اس کی قیام میں اور اس کے مواقع کے شوق میں کام کرنے کا مکھ پیدا ہوتا ہے۔ (صفحہ ۱۱۲-۱۱۳)

راکجی علم سے زہم کا پیدا ہوتا

اور زہم سے کبر کا پیدا ہوتا

اسی سلسلہ میں قربا، علم کے لئے جو وضع تھی مکلف تھی (یعنی طلب اور محنت و محبت کے ساتھ محبت و الفت سے طر حاصل کرنا اور رہتی سے رہتی کیکن) اس کی خصوصیت یہ تھی کہ اس کے لئے یہ جتنا ہم بڑھتا تھا، اس قدر اپنے جہل و رنجی علمی و روحانی کا احساس ترقی کرتا تھا اور علم حاصل کرنے کا جو طریقہ اب رائج ہو گیا ہے، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ علم بڑھتا آتا ہے، زہم اس سے زیادہ پیدا ہوتا ہے، پھر زہم سے کبر پیدا ہوتا ہے اور کبر حسد میں نہیں جائے گا اور اس کی یہ علم کے زہم کے بعد تحصیل علم کی ترقی نہیں رہتی، جس کی وجہ سے علم کی ترقی ختم ہو جاتی ہے۔ (صفحہ ۱۱۲)

طاہر کا رادچہ اس لئے ہے کہ

وہ اللہ کے کام آئے

فرمایا، حضرت قادیانی اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اسی طرح دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تدبیریں بہت تھیں اور اپنے آپ پر حریف کرنے میں بھی وہ بڑی جرات واقع ہوئے تھے۔ ان کا کھانا پینا بہت ہی معمول تھا، نہ ہریت سادہ بلکہ نصی نہ رہتی گذراتے تھے۔ اس کے باوجود ان میں سے بہت سے اپنے سے مغرور ہو گئے، کیونکہ وہ اپنی ساری آمدنی دین کی راہ میں خرچ کر دیتے تھے، دراصل طاہر کا رادچہ اسی لئے ہے کہ وہ اللہ کے کام آئے۔ (صفحہ ۱۱۲)

محبت اور محبوب کے جذبات و خواہشات

میں کامل اتحاد کا پیدا ہونا

فرمایا، حقیقی محبت کا ارتقاء یہ ہوتا ہے کہ محبت اور محبوب کے جذبات اور خواہشات تک میں کامل اتحاد ہو جاتا ہے۔ میرے بھائی سورتا تھ گئی صاحب (رحمہ اللہ تعالیٰ) کا یہ حال تھا کہ باوجودیکہ وہ خفاہ سے دور رہتے تھے، لیکن باوجودیکہ وہاں کہ ایک ایک دن کے دل میں خفاہہ جانے کا خفاہہ پیدا ہوتا تھا اور فوراً چل دیتے اور چپ دروازہ کھولتے تو حضرت گنگوئی (قدس سرہ) کو کھڑے میں بیٹھ پڑے۔

فرما کہ اللہ تعالیٰ سے جب کسی بندہ کو اپنی محبت پہنچاتی ہے تو پھر جیسا معاملہ اللہ پاک کے ساتھ ہوتا ہے کہ اس کی مرضیات بندہ کی مرضیات ہوتی ہیں اور جو باتیں اللہ کو پسند ہوتی ہیں، بندہ کو بھی اس سے نفرت ہوتی ہے۔ اور اس محبت کے پیر کرنے کا طریقہ ہے اس آدمی کا اتباع، اقلیٰ خلفہ فیہود علیہ وسلم (صحیح ۱۳)

### کچھ اہم نکات

(مولانا گامی محمد طیبؒ)

معصیت تو معصیت اس وقت ختم ہے، جب دل اس سے اڑ لے، جب دل خوش ہو کہ مجھے اللہ نے یاد کیا ہے، یہ تو معصیت نوبت ہوگی، معصیت قلب کی ملت ہے کہ قلب متاثر ہو کر پریشانی کا اثر قبول کرے تو وہ معصیت ہے۔ (خطبات عظیم لاسلام گامی محمد طیب، صلی علیہ وسلم)

قیامت کی علامتوں میں سے ایک علامت

حدیث میں ہے کہ قیامت کی علامتوں میں سے ایک علامت یہ ہے کہ ایک عالم کا اہل ہو جائے، جیسے مردہ گمے کی بات ہوتی ہے کہ اسے کوئی کینا سوار نہیں کرتا۔ (صحیح ۹۹ ص ۸)

تافران قوم کے لئے

اقوام دنیا میں عداوت ڈالنے کی اچھی منہ

حدیث قدسی میں ہے جب کوئی قوم ہماری تافران کرتی ہے، پھرے قانون کو چھوڑ دیتی ہے تو میں دنیا کی اقوام کے دلوں میں اس کی عداوت ڈال دیتا ہوں، وہ تو میں کھڑی ہوتی ہیں، انہیں سزا دیتی ہیں، گنہگار ہونے سے بھی، دولت و ثروت چھینے سے بھی، وہ ہماری طرف سے ہمارے طور پر کام کرتی ہیں، فرمایا کہ اگر تمہیں یہ گنہگار ہے کہ دنیا کی قومیں تم پر مسلط ہو کر تمہیں ذلیل نہ کریں تو انہیں بُرا بھلا

ممت کبہ میرے ساتھ معاملہ درست کرو، میں ان کے قلوب میں عداوت کی بجائے محبت ڈال دوں گا، وہی قومیں جو تمہاری مداخلت تھیں، وہ سرگرم ہوں گے، قلوب میرے ہاتھ میں ہیں۔

کائنات کا اللہ کے ذکر سے قائم رہنا

تمام عالم کی روح ذکر اللہ ہے، جب تک اللہ کی یاد قائم رہے گی، عالم قائم رہیگا، جب دنیا اللہ کی یاد چھوڑ دے گی تو سمجھو کہ عالم کے کوئی کائنات آگیا، حدیث میں ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا "لا تقوم الساعة حتى لا يعاد في الارض الله" قیامت قائم نہ ہوگی جب تک ایک فرشتہ اللہ ذکر نہ کرے ورنہ دنیا چلی جائے۔ جب ایک بھی اللہ ذکر نہ کرے ورنہ دنیا چلی جائے تو قیامت قائم ہو جائے گی، کیونکہ جب روح قائم رہے گی تو دنیا پر کس کام کا نہیں، اسے گرا دیں جائے۔ معلوم ہوا کہ سارے عالم کی روح اللہ کا ذکر ہے، مقصود اسی ذکر الہی ہے، یہ ہمارا روادار، نبی، زکوٰۃ، وغیرہ احکام سب اس کے لئے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا، ذکر کیلئے موت نہیں ہے اور حامل کیلئے حیات نہیں، کیونکہ اس زندہ کی یاد الہی ہے، دل صاف دراصل زندگی کے کام ہیں، اسی واسطے حدیث میں آیا ہے، انبیاء و شہداء سلام دیکھو ہیں، انہی قبروں میں، نمازیں پڑھتے ہیں، یحییٰ زندگی، اسے کام کرتے ہیں۔ ہر کی قبر، ان زندہ بھی عمل صالح سے مطلق نہیں۔ (عالمی نظم لاسلام)

نیک پر مدد سے

خیر کے لئے نئے راستوں کا کھلتے رہنا

جو آدمی جس راستے پر چلتا ہے، تو اس راستے کے عجیب دروازے میں پرکھتے رہتے ہیں اور حکمت کی باتیں سمجھ کر آتی رہتی ہیں۔ نیز جس نیک پر مدد سے ہوگی، صرفت یاد میں۔ حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ اگر کوئی ایسی عورت چاہی ہے اور لگاؤ پڑ گیا تو پہلی شادی سے منع ہے، جو بلا ارادے چاہے، مگر دوسری لگاؤ جو ارادے سے چاہے، وہ منع نہیں ہے۔

فرمایا اگر کوئی شخص عورت پر جو سامنے سے چاری ہو، اس پر گناہ ڈالنے سے بچنے کے لئے رک جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے قلب میں معرفت پیدا فرمائیکے اور اس پر نیکی کے بہت سے راستے کھل جائیکے تو کسی نہائی سے مبرا کرلے، یہ معرفت کے کھلنے کا دروازہ ہے۔ تو اگر ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت ڈالے کہ میں مگر کو ملانے کی کوشش کروں گا تو اللہ تعالیٰ اس کے دل میں ایسے راستے بھی ڈالنے میں کہ یہاں اس طرح کرو، یہاں، ایسا کرو، وہ راستے خود بخود کھلتے ہیں۔ یہ کوئی فن نہیں ہے کہ آپ نے چند اصول پڑھ لئے، پھر اس کے مطابق کرتے ہو، یہ جیہ تو خود قلب کے اندر افلا ہوتی ہیں، بشرطیکہ اس عمل کے ساتھ دعا و صوم جاری ہو۔ حدیث میں آتا ہے کہ اگر شخص کے ساتھ کوئی نیک کام چاہیں وہ تکبیر یا جانتے تو حکمت کا چشمہ اس کے دل سے چھوٹنے لگتا ہے، خیر کے سنے سے راستے کھلتے جاتے ہیں۔ (پہلی حکیم الاسلام، قاری محمد طیب، صفحہ ۱۶۰)

اہل تصوف کی کچھ کمزوریوں کی نشاندہی

(حضرت شاہ محمد یعقوب مہر دہلی)

شیخ کے مطلوب و مقصود ہونے کی روش

"وقت کے ایک عظیم مرشد و بزرگ حضرت شاہ محمد یعقوب مہر دہلی کا ایک ملفوظ حسب روایت مرقاۃ المصابین علی حدیث مدخلہ ۳۰ وکوں نے مشائخ نے تاج میں بڑا نور کر رکھا ہے۔ ان کی نقل تھکید کو مقصود اور ان کی اخلاص کو اخلاص مطلق سمجھتے ہیں۔ شاہ کا اصل، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت اور ان کی اتباع ہے۔ مشائخ اس کا رعبہ ہیں۔ مشائخ عباد کی نقل و تقلید اور اتباع و پیروی کی جو حقیقت ہے وہ اس کے جو حدود ہیں اس کا موصوفہ نظر میں آتا ہے کہ امام کی غیر یہ جوہر درگاہ کیا جاتا ہے اور ہر رنگ و جزو میں اس کی پیروی کی جاتی ہے، لیکن جب اس کو سہا ہو جاتا ہے تو مستندی اللہ اکبر کہنے لگتے ہیں۔ یہ اللہ اکبر اور سبحان اللہ بھی ایک

طرز کی مختصر نمونگی یا ثبوت دین ہے، جس میں بہت بڑی جہد و محنت ہے، یعنی یہ کہ اب آپ سے سوا ہو گیا ہے آپ اس کی اصلاح کچھ، گو یہ مقتدی ہوئے اس کی پیروی کرنے کے، اس کی رہبری کرنے لگتے ہیں۔ (انقرضان ج ۱، ص ۱۶۷)

بات ۳ فیصدی پہنچ اور کمزری ہے۔ لیکن عظیم عشاق میں اسے کون نہایت پر لاتا ہے۔ یہاں تو تھیں تمام تر اتباع شیخ ہی کی رہتی ہے اور وہ متاقت و مضائقہ قافیہ الایمان ہونے کے یہاں کے جانتے ہیں کہ گو یہ شیخی مضبوط و درستی مقصود ہے، اور خوش اعتمادی نے کتنے قہرے ایسے گھڑائے ہیں کہ چاہے رسول بلکہ خدا سے قربت و بناوت کی آجائے، لیکن شیخ کی مصیبت اور مقصودیت پر کہیں سے آج بڑھ آئے ہائے۔ اسی صحیح و احسن تعلیم یا تو حضرت قنویؒ کے ماں دیکھنے میں آئی تھی اور دہلی میں ان بھائیوں شیخ کے خطوط میں نظر آ رہی ہے۔ (مصدق، ۱۷ جولائی ۱۹۶۷ء)

تخیلات سے الگا اور خواہوں کا ہوا

حضرت شاہ محمد یعقوب مہر دہلی کی خطوط کی ایک جازو قند کے چند جہاز  
ریزے حاضر ہیں

"اہل دماغ و مشیت نہ ہیں، اور ادا صحت چلی، چلی سے اشیاء کھتی ہے اور کھانے بھرم میں مدتی ہے۔ لیکن دونوں میں قاسب ضروری ہے۔ چلی چلی ہی کی تعداد میں ہوتی چاہئے۔ اگر چلی فدا نہیں جائے گی، صوفیہ فدا ہونے کا۔"  
"جس طرح اہلاد جسمانی طلاق میں صوفیہ کو مقدم رکھتے ہیں۔ صوفیہ روحانی (صوفیہ) مدح میں پیسے دماغ کی فکر کرتے ہیں، دماغ ایک اپنی صوفیہ ہے۔ جب تک وہ درست ہے، ہو اطلاق و روحانی طلاق صحیح طور پر عمل نہیں کرتا، سب سے پہلے عقل کو درست کرنے کی ضرورت ہے، لوگ اہلاد و اہلاد کو بڑی اہمیت دیتے ہیں۔ یہ سب عقلی سے متاثر ہوتے ہیں۔ اگر ایک عقل قائم ہو گیا، جم گیا تو بعض اوقات اسی کے مطابق اللہ بھی ہونے لگتا ہے اور خواب بھی اسی کے مطابق نظر آتے

گئے ہیں۔

القادیم کے لئے کوئی قرآن وحدیث ہیں۔ جو اس کے مطابق ہے، وہ گئے ہیں اور جو اس کے مخالف ہے، وہ غلط ہے، کاپالی خواہوں سے بہت استدلال کرتے ہیں اور ان کو ان پر بیاد ہے۔

"انہی دنوں میں ۱۱ ماہ ہوتا ہے، جس وقت اس کی خامی دین عیالی جاتی ہے، پھر لڑنے کے لئے بے قرار ہو جاتے ہیں اور جوش و خروش میں زمین پر پاؤں چبھتے گئے ہیں۔ اسی طرح جب مومن کا دم دایک ہوتا ہے اور اس کے کان میں بے گنجھا الشطن المنطقہ زعمواہی دیکھنا غرضہ کا حق کش دوان توار چھتا ہے تو وہ بے قرار ہو جاتا ہے اور کس ضرری سے جلد رہائی پا کر اپنے محبوب کی، درگاہ میں حاضر ہونے کے لئے بے تاب ہو جاتا ہے۔"

عظیم حضرت قدوسی کی تعلیمات سے اس وہم اقرب واضہ تھیں اب کسی اور بزرگ کی تفریحیں تھیں۔ نہ یہے دفعہ وجودی زندگی اور سادگی میں زیادہ سے زیادہ حرکت ملے فرماتے۔ (صدق، ۱۸، اگست ۱۹۶۷ء)

اہل تصوف کی قرآن وحدیث سے

بے نیازی کی روش

دور حاضر کے ایک عارف حضرت شاہ محمد یعقوب صاحب مجددی بھوپالی کا ایک

مفتوح

جوانی میں جب میں حیدرآباد میں تو مشرک کے یہاں تصوف کی کتابیں پڑھائی جاتی تھیں۔ خاص طور پر تو حیات کبہ اور "نصوحی اہم" کا یاد دور رہتا تھا اور مشرقی سوانے رام کا تو دن رات دور رہتا، وحدت الوجود کے نکتے بیان ہوتے تھے اور توحید وجودی کے بارے میں سوچا نہیں ہوتی تھی، لیکن میری آنکھیں قرآن کی تفسیر اور حدیث کا درس ڈھونڈتی تھیں اور کان ان کے سننے کے لئے بے تاب تھے۔ جی چاہتا تھا کہ تم سے ایک ہی آیت کی تفسیر ہوتی اور ایک ہی حدیث کی تفسیر

ہوتی، جس میں مجاس میں اس کا کوئی در نہ تھا، وہی عشق و ہمدان لغو۔ سوئی کی نہیں تھی، مگر قرآن وحدیث کا سیدھا سادا بیان مفقود تھا۔ وہ یہ ہے کہ قرآن وحدیث، ہی اور مشیت کو توڑتا ہے۔ اور سب کو بندگی و انیت کی سلا پر اتارتا ہے اور سارے امتیازات کو ختم کر دیتا ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ عرب کا جدوی جیٹھ کی مجلس میں آتا ہے تو کسی قسم کا امتیاز اور غلیظ کا نشان نہ ہونے کی وجہ سے اس کو پوچھا جاتا ہے کہ آپ میں سے خدا کا رسول کون ہے۔"

حدیث نبوی جگہ خود قرآن مجید تک سے بے حقیقت و بے نیازی اور خار کار قسم تر مونی عظمت کی تر و تار پر، حدیث کی معیت صدیوں سے آتی تھا کہ ہر مسئلہ جلی آدھی ہے۔ اور اس نے اہل طریقت اسلام کا طبع بگاڑ رکھا ہے۔ (صدق، ۱۹، جن ۱۹۶۷ء)

شخصیت کی نشوونما اور ارتقاء کے سلسلہ میں

علامہ اقبال کے اقتباسات

انسان کا سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ دنیا کیلئے اس کا وجود لذت کا باعث ہو، اس کے ہر فعل میں ایک قسم کی روحانی ہو، جس کی کریمیں اوروں پر پڑ کر، ان کو دیاقتداری اور صلح کا روی کے ساتھ زندگی بسر کرنے کا سبق دیں۔ اس کی ہر روی کا دائرہ دن و رات وسیع ہونا چاہئے، تاکہ اس کے قلب میں وسعت پیدا ہو، جو روح کے آئینہ سے نقشبند اور توہمات کے زنگ کو دور کر کے اسے چمکا دے وضاحت کرتی ہے۔ (مکالمات اقبال، ص ۱۷)

مجاہدوں سے ایک نئی قوت

کا صلہ ہو جاتا

اقتساب جس اور انقلاب باطن کے نتیجے میں اس ایک وقت ایسا بھی آتا ہے، جب جہود ختم ہو جاتی ہے، انسان اپنی موجودہ حالت پر مطمئن نہیں رہتا۔ اور نئے اثرات کا خطرہ رہتا ہے۔ اگر توجہ ہے اس پہلو کو مرکزی اہمیت دی جائے تو یہ تعبیر



بالکل صحیح معلوم ہوتی ہے کہ انسان، شروع سے آخر تک خدا کے فضل اور بخشش کا مریہون منت ہے۔ جب انسان کو یہ معلوم ہو (جیسا کہ ولادت معنوی پانے والے شخص کا قرینہ ہے) کہ نیکی کرنے کی بے غرض کوشش، گناہ اور گنہگار سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتی تو وہ اپنے آپ کو بالکل لاچار پاتا ہے۔ وہ اپنی کوشش کو ترک کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔ اس وقت وہ قدم اثرات، جو اس کی روحانی زندگی کی نشوونما کا باعث ہوتے ہیں، غریب سے داخل ہوتے محسوس ہوتے ہیں۔ گویا ایک قوت ہے، جو اس میں ایک نئی خصوصیت کی تعمیر کر رہی ہے۔ (مقالات اقبال صفحہ ۴۹۰)

طاسے ربانی کی اہمیت

"جن لوگوں کے حاکم و عامل کا باخبر کتاب وسنت ہے، اقبال ان کے قدموں میں ٹوٹی کچھ، سر رکھنے کو چار ہے اور ان کی صحبت کے ایک لمحہ کو دنیا کی تمام عزت و آبرو پر ترجیح دیتا ہے۔

(اقبال کا خواجہ حسن نظامی کے نام خط "اقبال اور لغت بنگالہ" صفحہ ۹۱، مصحف علی نواز)

صفت اسلامیہ کے افراد کے کرنے کا کام

"ذات دراصل یہ ہے کہ انسان جب اپنی تحقیقی فعالیت سے لطف اندوز ہوتا ہے اس کے ساتھ ساتھ زندگی کے نئے نئے حوزوں کا مشاہدہ کرتا ہے تو اپنے کشفیات ذات سے اپنے دل سے محبت ہو جاتا ہے۔ لہذا اس پر غور آگے بڑھنے والی حرکت میں وہ اپنے باطن کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اسے اپنی محبت ذات سے خوف و وحشت سی محسوس ہونے لگتی ہے۔ وہ دیکھتا ہے کہ ہر دم آگے بڑھنے والی حرکت میں روح انسان کو بعض ایسی قوتوں سے سہاڑہ پڑتا ہے، جو اس کا راستہ روک دیتی اور مخالف سمت میں کام کرتے ہوئے نظر آتی ہیں۔ (تخلیقات انبیاء چہرہ)

"اہم اسلامیہ میں ہر ایک کو اپنی ذات میں ذوق چاہئے، نہیں چاہئے کہ اپنی ساری توجہ اپنے آپ پر مرکوز کریں۔ حتیٰ کہ ان سب میں اپنی طاقت پیدا

ہو جائے کہ باہم مل کر اسلامی برادری کی شکل اختیار کریں۔ (ایسا)

خدا شناسی کا ذریعہ قرآنی، مطلق کا ہونا

حاضر اقبال سے دریافت کیا کہ حکماء کے دلائل تو کثرت نے پھل پھیرائے دیئے، اب ہم ذات واجب کا ثبوت کریں تو کیسے کریں، علامہ نے میرے اس سوال کا جو جواب دیا، عجیب تو یہ ہے کہ اس سے میری روشنی میں ایک بہت بڑا ایسی انقلاب برپا کر دیا۔ انہوں نے فرمایا: مطلق، بالکل کی حد سے واجب وجود کا اثبات نہیں ہو سکتا، اس کے اثبات کا طریقہ باطنی مشاہدہ یا مذہبی تجربہ ہے۔ خدا شناسی کا ذریعہ خدا نہیں، مطلق ہے، جسے فلسفی دہان میں ادھر ب کہتے ہیں۔ ("روداد الغیر" فقیر سید وحید الدین)

حاضر سے (مختلف صحیفوں میں) روز روز مجھ پر یہ حقیقت واضح کر دیتی کہ خدا کی سستی پر کوئی مطلق دلیل ایسی قائم ہو سکتی ہے جو قاطع ہو اور نہ مطلق ان اعتراضات کا خاطر خواہ جواب دے سکتی ہے، جو خود مطلق ہی خالق کائنات کے وجود پر وارد کرتی ہے۔ (صفحہ ۱۷۸)

قرآن کا مقصود

انسان میں اللہ سے رابطہ گھسی کا شعور پیدا ہونا

علامہ نے کہا قرآن کو اس زاویہ نگاہ سے مت پر محو کر دو جنہیں لٹلے کے مسائل سمجھائے گا، بلکہ اس زاویہ نگاہ سے پر محو کر اللہ سے میرا رشتہ کیا ہے اور کائنات میں میرا کیا مقام ہے۔ قرآن اس لئے نازل ہوا ہے کہ وہ انسان میں خدا سے رابطہ گھسی کا باطنی شعور پیدا کر دے، تاکہ انسان اس رابطہ کی بدولت حقیقت پروردگی سے ہم آہنگی پیدا کر سکے۔ (صفحہ ۱۷۸)

واقعہ یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب کی تصانیف پر اس قدر یہ حقیقت سامنے آتی ہے اور یہی حقیقت ان کا پیام بھی ہے کہ دل کی آنکھیں کھول، تاکہ تجھے وہ عالم نظر آ سکے،

جو ظاہر ہیں آنکھوں سے مستور ہے۔ ہاں جبرئیل میں فرماتے ہیں۔

وہ بیدار، قادر، ذی دل، بیدار، کردار

میں آدم سے حق میں کیا ہے دل کی بیداری

دل بیدار نہ ہو تو ان ظاہری آنکھوں سے کیا ہوتا ہے، اقبال کی نگاہ میں "دل بیدار" زندگی کی سب سے قیمتی دولت ہے۔ (۱۸۱)

خودی میں ڈوب جانے کی ضرورت

لہذا قوائے اشکال کے سدھاپ کا اگر کوئی ذریعہ تو افراتح عارف ہے تو یہ کہ معشرے میں اس قسم کے افراد کی پرورش ہوتی رہے۔ جو اپنی ذات اور خودی میں ڈوب جائیں، کیونکہ ایسے ہی افراد وہ سنے سے معیار (علم عمل کے) پیش کرتے ہیں، جن کی بدولت اس امر کا اندازہ ہونے لگتا ہے کہ ہمارا ماحول سرے سے ناقابلِ تعمیر و تہجد نہیں ہے۔ "تفکیر الہیات جدیدہ" (فصل ششم)

خصیت کی اضطراری کیفیت اسے دوام بخشنے کا موجب ہے

"کسی انسان کے پیکر ہستی کا مرکز اس کی خودی (یعنی اصل شخصیت) ہے۔

خصیت اضطراب سے عبارت ہے، اس کا تسلسل اس کیفیت کے وجود کا مرہون منت ہے۔

اگر یہ اضطراری کیفیت برقرار نہ رہے تو شخصیت میں بھول آجایا، چونکہ اضطراری کیفیت انسان کی گراں قدر کامیابی ہے، لہذا اسے چاہئے کہ وہ اس کیفیت کی بجائے سستی و کسالت کو جگہ نہ دے، وہ چیزیں جو ہمیں اضطراری کیفیت کو برقرار رکھنے کی ترتیب دیتی ہیں، ہمیں وہ سمجھنا چاہتی ہیں، اس طرح "شخصیت" کا تصور ہمیں قدر کا معیار بھی مہیا کرتا ہے اور خیر و شر کا معیار بھی مہیا کرتا ہے، جس (چیز) سے شخصیت مستحکم ہو، وہ خیر ہے، جس سے شخصیت کمزور ہو، وہ شر ہے، آرت، مذہب اور علم ان علاقوں میں شخصیت کے نکلنے کا سبب بن گئے ہیں۔

"خودی عشق سے مستحکم ہوتی ہے، یہ نکلنے والے وسیع معنوں میں مستحکم ہے

اور اس کے معنی جذب و انجذاب کی خواہش کے ہیں، اس کی افراتح ترین صورت اقدار و تصورات کی تحقیق ہے اور ان کے حصول کیلئے کوشش رہتا ہے۔

عشق، محبت اور محبوب دونوں کو دوام بخشنا ہے، سب سے زیادہ منفرد خودی کے حصول کی ویش طلب کو وہ مرتبہ عطا کرتی ہے اور مطلوب کے درپے تک لے جاتی ہے، کیونکہ اس کے بغیر طالب کو کسی پہلو اطمینان نہیں ہوتا، جس طرح عشق سے خودی مستحکم ہوتی ہے اور اسی طرح سوال سے ضعیف ہوتی ہے۔ وہ سب کچھ جو ذاتی کاش کے بغیر حاصل کیا جاتا ہے، "سوال" کے زمرے میں آتا ہے، کسی امیر کا بیٹا جو بہت بڑی دولت وراثت سے حاصل کرتا ہے، ساکے ہے، بیک حال اس کا ہے، جو دوسروں کے نظروں کی خوش چینی کرتا ہے اور استحکام خودی کیلئے ہمیں عشق کو اختیار کرنا ہوگا یعنی جذب و نہماہ کی تعالیٰ قوت اور جہم کے سوال اور بے محی سے گریز کرنا ہوگا۔ عشق میں لہجہ و انصاف کا سبق و مسلمان کو رسول کریم ﷺ کی زندگی سے ملتا ہے۔ (اقبال، بیونس، ص ۱۰۰، طبعیہ، مہادیات، انہب اور لکھت چکا، ص ۱۸۲-۸۳ مرتب حق وار)

کائنات میں زندگی کی حیثیت پر غور

فرد قائم رہا طبع سے ہے تھا کچھ نہیں

موجود ہے دنیا میں اور ہر دن، دنیا کچھ نہیں

کی تخریب طالعہ سے خودی کے ہے۔

کائنات عالم میں زندگی کو میں ایک وسیع سمندر تصور کرتا ہوں، جس میں چھوٹی چھوٹی موبیں جاحصوم، حور پر معرض و دہا میں "آتی ہیں۔ یہ موبیں محدود اور غیر مشرک انفرادی حیثیتوں سے ایک دوسرے سے رہا رکھتی ہیں، جو ظاہر نظر نہیں آتی، ہر موبہ جانے خود ایک عالم ہے۔ تمام وہ اپنے جیسے دوسرے عالموں کے ساتھ مربوط ہے (بزرگن) زندگی کے ان دو تہائی اور اہلوی نظریوں کو قائم کرنے میں سوچ کے غلطیوں کو کئی صدیوں و کار ہوئیں۔ جس قرآن مجید میں نظریہ کو نہایت خوبصورتی کے ساتھ ظاہر کرتا ہے۔

حفظہ شریعت و اصلاح (اور ہم نے یہاں کیا تم کو کھس واحد سے) ظاہر ہے ہر مومن مسند میں رہ کر اپنی انفرادیت قائم رکھتی ہے۔ اور مسند سے الگ ہو کر وہ اپنا وجود کو محفوظ رکھتی ہے۔ قہر سے یہ غور ہے یہ بات معلوم ہوگی کہ ہر فرد، افراد کے اس مجموعے میں اپنے خاص کاکہ قدر مومن ہے۔ ہم جو باری ہستی کو باری مہم میں بطور فرد محض کرتا ہے، نہایت جو ہم ہوتے ہیں، انہیں جو ہم پہنچتے ہیں۔ اور بڑی حد تک خیال جو ہم سوچتے ہیں اور غیب میں یہ ہم اپنی روح کو مختصر رکھتے ہیں، وہ سب کی جماعت کے واضع و ظاہر ہیں، جس میں کہ ہم یہ ہوتے ہیں۔ (کلیات اقبال، ص ۱۰۵)

### نصب العین کی محبت اور اس کے نقصانے

(ذکر محمد رفیع الدین)

عبادت، انسان کا اعلیٰ ترین اور گراں ترین چیز ہے۔ یہ شعور انسانی کا اپنے داخلہ میں شعور بزدلی سے دوسرا نام ہے، یہ نفس کا اپنی منزل مقصود کی طرف سفر سے، عبادت کی عادت کا اثر قائم رکھا جائے تو یہ نفس کو جلد ہی ایک عظیم انکشاف کی طرف لے جاتی ہے۔

عبادت کا ہر فعل جبر علیہ وہ احساس محبت کا ایک موزون اظہار کرے، حسن کے ایک ہونے کو سمجھتا رہتا ہے۔ اور حسن حسن میں مزید شدت قوت پیدا کرتا ہے، محبت کی طرح بڑھتی چلی جاتی ہے۔ حتیٰ کہ یہ ایک زبردست نصب العین بن جاتی ہے، اور فرد کی تمام زندگی پر چھا جاتی ہے۔ بجز شرم پر اسے نصب العین محض دینی خیالات بن کر رہ جاتے ہیں۔

ہر شخص میں خاص مقدار میں محبت کا ہونا

انہیں لوگوں میں محبت کا زیادہ ہونا

ہر شخص میں اس کی خودی کی فطری محبت جو تصور حسن یا نصب العین کے لئے

خصوص ہوتی ہے، ایک خاص مقدار میں موجود ہوتی ہے۔ اس محبت کی مقدار مختلف اشخاص میں یا مومن ان کی ذہانت کی نسبت سے مختلف ہوتی ہے۔ جس قدر کوئی شخص زیادہ ذہین اور تیز فہم ہوتا ہے، اسی قدر وہ اپنے نصب العین سے زیادہ شدید محبت کر سکتا ہے۔ لیکن سب سے کہ ۱۰ میں لوگ سے جدا ہوتے ہیں اور قوی ہوتے ہیں، چونکہ خودی کی محبت کی مقدار محدود ہے۔ اس کا جس قدر حصہ وہ ایک مقصد کے لئے صرف کر لے گی، دوسرا مقصد جو اس کے باقی رہ جائے، بلکہ اس سے متعلق اور مختلف ہوں، اسی حد تک اس کی محبت سے محروم ہو جائے گا۔

خودی کی محبت کے ابتدائی مراحل میں خودی کی محبت ایک سے زیادہ صورت کے درمیان مظہم ہوتی ہے اور تصور کی محبت کمال کے اس درجہ پر نہیں ہوتی، جو خودی کی فطری استعداد محبت کی رو سے ہوتی چاہے۔ لیکن رفتہ رفتہ ایک تصور خودی کی محبت کا مرکز بن جاتا ہے اور اس تصور کی محبت ترقی کرتی جاتی ہے۔ اس سے ساتھ ہی اسی نسبت سے دوسرے تصورات کی محبت کم ہوتی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ اس کی محبت اپنی وجہ پر تنگ جاتی ہے اور دوسرے تصورات کی محبت منہ جاتی ہے۔ سب سے صورت پیدا ہوتی ہے تو انسان کو ایک تربیت یافتہ حید اور منظم شخصیت حاصل ہو جاتی ہے۔ (اسلام کا نظریہ تعلیم ص ۳۲)

تفصیلی مباحث کے دور میں

توبہ کی خواہش کا پیدا ہونا

نظریاتی یا فطری موجوں کی فرد کو کمال نسبت تک پہنچا دیتا ہے اور ان نفسیاتی امکانات کو جو کسی مسلک پرست انسان یا نظریاتی جماعت کے دکن میں ملتی ہیں، واقعات بناتا ہے تو شخصیت نظریاتی پیکر کو محفوظ رکھنے کے ساتھ اس پر مزید یہ امر داری بھی عائد ہوتی ہے کہ اس نظریہ کی تبلیغ و اشاعت کا فریضہ سرانجام دے۔ اب اس کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ اس جیسی دوسری شخصیتیں زیادہ تعداد میں پیدا ہوں۔ اس سرل پر آ کر شخصیت کو شوق و انگیزہ ہوتا ہے کہ ۱۱ افراد کو تبلیغ و تبلیغ کی جائے۔ سے

محسوس ہوتا ہے کہ وہ معلم کے درجہ پر فائز ہوا ہے۔ یہ خیال اسے اکساتا ہے کہ نوخیز نس کی تعلیم و تربیت کا نیکہ کرے، تاکہ جو نباتات اسے حاصل ہوئے ہیں، وہ دوسروں کو بھی حاصل ہو سکیں۔ عمر کے اس دور کو تعلیمی بلوغ کا زمانہ کہہ سکتے ہیں۔ جب کہ تعلیمی اور ادبی اور نفسیاتی ترقید کی خواہش پیدا ہو جاتی ہے۔

وہ تلاش کرتا ہے کہ بچوں کی ہی طبیعت سے جو کامداد و قبول ہو، ہاتھ آئے، تاکہ اسے اپنی شخصیت کی سانچے میں ڈھالا جائے۔ (تعلیم کے ابتدائی اصول، حصہ دوم صفحہ ۱۶)

"اگر معلم نے شکر و حمد کے مشاغل زندگی کا کوئی حصہ یا کوئی شعبہ چھوڑ دیا ہے، حال پر چھوڑ دیا، یا قصہ سبب صمیمین کا دل سے نفوس کا تابع نہ بنا دیا تو اس غارت خالی میں کوئی ناقص و باطل نصب العین داخل ہو کر، اپنا تسلط بنائے گا اور نصب العین کمال کے ساتھ جو رشتہ محبت قائم کرے گا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اس فرد کا نفسی نمو کی ترقی سے رک جائے گا۔" (تعلیم کے ابتدائی اصول صفحہ ۱۱۴)

اللہ کی کمال محبت کے بغیر

مخل کو شہادت دلانے کے مواقع کا حاصل ہوتا

"ہر انسان کے لئے ضروری ہے کہ خدا کی محبت کو فکری و اخلاقی (مشاہدہ قدرت) فکری و صحت (عبادت) اور خلق صادق اللہ (حسن عمل) کے باعث سے فروغ دے کہ وہ کمال تک پہنچے، اس طریق سے اس کے دل کے اندر خدا کی معرفت کا وہ نور پیدا ہوگا، جسے اقبال غلیٰ بلکہ وہ کام دیتا ہے اور چونکہ اس طریق سے اس کا جذبہ محبت پروری نشی حاصل کرے گا اور اس جذبہ کے مدد و تعلق کا تقاضا کرنے والا اور جذبہ انسان کے اندر ہے ہی نہیں، لہذا اس کے لئے ہے ایمانی اور پریشانی کی کوئی وجہ باقی نہ رہے گی اور محسوس کے لئے ممکن نہیں رہے گا کہ وہ اس کے دل میں ہمزات و شہادت یا شکر و شہادت پیدا کر سکے، اس کے برعکس نہ ان کے دل میں خدا کی محبت اس کی استعداد کے مطابق اپنے کمال کو نہ پہنچے گی تو

چونکہ اس کے جذبہ محبت کا ایک حصہ غیر مطہق رہے گا، اس کا سکون قلب ممکن نہ ہو سکے گا اور محسوس کے لئے موقع باقی رہے گا کہ اس کو شکر و شہادت میں ذاتی رہے۔ اگر انسان کا دل خدا کی محبت کے نور سے ہمہری طرح منور نہ ہو تو اس کی عقل جو فقط اس نور سے ہی رہائی پائے گی نہ ہو بلکہ جاتی ہے۔

زندگی کی ساری کل کو حرکت میں لانے والی چیز صرف ایک ہے اور وہ نصب العین کی محبت ہے، نصب العین مختلف درجوں اور بلند پائی کے ہوتے ہیں، ہر نصب العین اپنا ایک قانون اخلاق بناتا ہے، جس پر اس نصب العین کو رہنے دے، بشرطیکہ وہ دل سے اسے مانگے ہوں۔ نصب العین کی اندرونی کشش کی وجہ سے ہمہری رطبت کے ساتھ اور کسی چیز کوئی بھروسہ کی بغیر عمل کرتے ہوں۔

جدید دور میں اجتہاد کا مسئلہ

بر دور کے اجتہاد میں تغیر قبول ہونے رہتا

اسلام کے قانونی نظام میں اجتہاد کی بڑی اہمیت ہے۔ اس کا فیصلہ نہایت صمد اور واجب العمل رہا جاتا ہے، اس کی مخالفت برکز ہاڑ نہیں ہوتی۔ لیکن چونکہ جہمی فیصلے میں زمانہ کے وقت اور فقہاء کی فکری و عقلی حالت کو بڑا دخل ہوتا ہے، اس بنا پر اس کا اجتہاد محسوس ہی زمانہ والوں پر واجب ہوگا، بعد کے وقت حالات کی تبدیلی کی بنا پر دوسرے اجتہادی فیصلے پر عمل کرنے کے لازم ہوں گے۔ اسی طرح ایک ہی زمانہ میں اگر حالات بد جائیں تو اجتہادی فیصلہ بھی بدل جائے گا۔ (بابت معارف کا حوالہ)

"فاضل گیلانی تو اجتہاد کے اس پہلو پر اس سے بھی زیادہ مضامین کے ساتھ لکھ چکے ہیں، دیکھ لیں قرآن و سنت ہیں۔ ذاتی اجتہاد تو ایک اضافی شے ہے، اس میں تغیر قبول ہر دور کے ساتھ ہو سکتا ہے اور ہر دور کا اجتہاد بہت ممکن ہے، دور سابق کے اجتہاد سے بالکل ہی مختلف ہے۔ ہر زمانے کے اجتہاد کو وراثت سے جکڑے رہنا، دیکھ دوسری فی الدین اور اختلافات کی نہیں، صرف صحبت کی ہے۔" (مولانا مہد ماجد در پیلوای، صوفی، ۵۰ فروری ۱۹۵۹ء)

(مرتب کتاب عرض کرتا ہے کہ مسائل ومعارف میں اپنے دور کے علمائے امت کے اجماع کے بارے میں اصل حقیقت تو یہی ہے، جس کا مولانا گیلانیؒ کے حوالے سے ذکر ہوا ہے، ہر دور کے مسائل کی نوعیت ایسی ہوتی ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ہی اس کی وضاحت بدل جاتی ہے اور نئے مسائل نئے کڑے ہوتے ہیں۔ قرآن و سنت جو قیامت تک کی رہنمائی کے لئے بنیادی ماخذی ذرائع ہیں۔ ان سے نصوص کی بنیاد پر وقت کے لحاظ کی طرف سے اجتہاد ہی وہ ذریعہ ہے۔ جس سے ہم دور کے مسائل کے منتخبات سے عہدہ برآ ہو سکتے ہیں، لیکن ایک تو لفظ زودہ دور میں طبیعتوں میں پیدا شدہ فساد کی وجہ سے اجتہاد کے نام پر آزادی اور گمراہی کے فتنے زیادہ روئیں ہوتے ہیں، جس سے دین و شریعت کی شکل ہی بگڑ جانے کا خطرہ درپیش ہوتا ہے۔ دوم یہ کہ اجتہاد کے لئے علمی تبحر، قرآن و سنت پر گہری فہمی، تقویٰ، دینداری، سلف سے نسبت و محبت کا تعلق اور سلف کی حقیقتات پر گہری نگاہ اور حکمت و بصیرت جیسے جو اوصاف ہونے چاہئے، ظاہر ہے، اس کا بغیر معمولی فقہان ہی، ہم سے کہ نئے دور کے مسائل میں اجتہاد، تحقیق کا حق انہی حوالہ دیا جاسکتا ہے، جسوں سے قرآن و سنت پر غور و فکر اور فقہ کے وسیع پختی و ذخیرہ کے مطالعہ اور دینی علوم پڑھنے پڑھانے اور تقویٰ اور خالص دینداری کے ماحول میں زندگی کا بیشتر وقت صرف کیا ہو، دوسری صورت میں نئے مسائل میں اجتہاد کی حیثیت غار میں کھدائی کے ایسے دھواں کی سی ہوتی ہے، جو جلد ہی بے لطف و بے اثر ہو جاتا ہے۔ لہذا اگرچہ فقہاء کی غلطی سے بناوٹ کے وقت اختیار کیا تھا۔ حضرت علی کرم اللہ سے اس کے جواب میں فرمایا تھا کہ ان کا قول تو صحیح ہے، لیکن نیت میں فساد میں موجود ہے۔

ہم دیکھ رہے ہیں کہ ایک پانچ سوادی سے امت میں چہریت کے نام پر فساد عظیم برپا ہے۔ قرآن و سنت کی نئی تشریح کے نام پر سنے گئے گروہ و جہود میں آتے چارے ہیں اور ہر گروہ کی قرآن و سنت کی تشریح دوسرے گروہ سے مختلف ہے اور وہ ایک دوسرے سے صاف آراء ہیں۔

ان ساری دشواریاں کے باوجود بہر حال چہرے مسائل میں اجتہاد وقت کی اہم

ضرورت ہے، جس سے صرف نظر نہیں کیا جاسکتا اور مسائل میں اجتہاد میں رہنمائی کا حرف، تحریر نہیں دیا جاسکتا۔ لیکن ان رجحان کی نمود غلطی بھی ضروری ہے کہ قرآن و سنت کے لئے شدہ اور مسلسل مسائل جس پر امت متفق رہی ہے، انہیں بھیز کر الزام تو تحقیق اجتہاد کا علم تھا، یہ امت میں فساد پیدا کرنے کا موجب ہے۔

مولانا سیّد سلیمان ندوی کی نصیحت

”گو قدیم جواہر کی ہلا کے ساتھ چہرے عقل و فکر و فکر سے پرہیز نہیں، لیکن اگر یہ چہرے عقل و فکر اصل قدیم جواہر کو گمراہ کر دے تو اس عقل و فکر سے بے عقل رہتا ہی اچھا ہے، یہی اپنی وحیست ہے اور یہی زندگی کی آخری فراخیں کہ سلف کی راہ سے سرسبز ہوا، رہا۔ (صدق چہرہ، ۱۳۳۰ھ)

قرآن مجید کی آفاقیت اس کی نئی نئی تفسیر کی مستغنی ہے

’حقیقت یہ ہے کہ آیات و احکام و ایہات کو چھوڑ کر ذاتی چھیڑوں سے متاثر ہوتے ہیں، جن میں کسی واقعہ کا کنایہ، طبیعتی تاریخی وغیرہ کی شامدی کی گئی ہے۔ جن کی تفسیر پر زمانہ اور ہر دور میں علوم و حضرات و مسلمات وقت کے روشنی میں ہی کرنا ہی چاہئے کہ اور ہر کتاب ہر دور ہر زمانہ اور ہر ملک کے لئے نازل ہوئی ہے، اس کی تفسیر و تفسیر و تفسیر کے رجحان و اذکار کی فہم و فہم کا پند اور اس سے محذور کرنا چاہئے۔ قرآن مجید کی آفاقیت اور ہمہ گیریت پر فہم کرنا ہے۔ اس اعتبار سے صرف اتنی رہنمائی چاہئے کہ یہ نئی تفسیر و تفسیر و تفسیر یا کسی دوسری فہم کے خلاف نہ پڑے، بلکہ اسے اپنے مقام و مقامی حضرات کے ذہن کو اس بنیادی حقیقت کی طرف سے ذہول ہو جاتا ہے۔ (۱۸ اگست ۱۹۹۷ء)

(یہ بات نیچا ہے، لیکن یہ بات بھی اہم ہے کہ ہم نے دور چہرے کی مناسبت کے نام سے جو بھی تفسیر کا کام لیا ہے، وہ بیشتر ایسا کام ہے، جس سے امت میں نئی باتیں نہیں اور ملکہاں نہ گھر و جہود میں آتے ہیں اور آتے چھ چارے ہیں، جو سلف کی

قرآنی تحریکوں کو منکوث سمجھتے ہیں۔ (مرتب)

قرآن مجید کو فرنگی رنگ دینا

کتاب پر صاف چھاپ موجودہ فرنگی متدین کی بھی ہوئی ہے۔ کوشش وائنس وائنس نیت کے ساتھ اسلام کو وہ شکل دینی کی ہے اور اس کے لئے انہیں دشمنوں کو لہیوں کرنے کی ہے، جن سے وہ مغربی معیار کے قریب سے قریب آجائے اور "مصلح فرنگی" کو زیادہ سے زیادہ قابلِ فہم نظر نہ آئے، قرآن مجید کو قرآنِ مغربی کے رنگ میں رنگ دینے کی کوشش اگر غیر محسوس تھی تو اسے بیسویں صدی میں بیسویں کے تحریک و صورت کے باقوت کر کے قرآن کا مادون انڈیشن پیش کرنا بھی دین کی کوئی صحیح خدمت نہیں۔ (مصدق ۱۵ مئی ۱۹۵۹ء مولانا عبدالماجد دہلوی)

تفسیر قرآن کے سلسلہ میں حقیقت دونوں امتحانوں کے درمیان ہے۔ لغت عربی سے خوف تو بے شک چار ہیں، لیکن خود لغت اور اردو کے اندر بڑی بے لگت موجود ہے اور چھ سوالات سے لے کر پچاس سوالات کے تو لغت و لغت کی اس وسعت سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔

ہر دور کے غاصبین اپنا ایک مخصوص دہائی و اپنی سانچے رکھتے ہیں۔ تفسیر و تفسیر مطالب میں اس سے بالکل قطع نظر کیا کرنا چاہئے، "اہل بیت" سے "اہل بیت" سے کہ کوئی بھی تعبیر، حدود و سطوح سے باہر کسی شخص سے معارض نہ ہونے چاہئے۔

امام ابن جریر، طبری اور امام رازی دونوں اپنی اپنی جگہ انتہاء اور چار پانچ گئے۔ (مصدق ۳ نومبر ۱۹۶۱ء مولانا عبدالماجد دہلوی)

گلی گاہ کے بغیر ابتداء کا ہے معنی دینا

(مولانا قلی الدینی)

مسائل کا ایک دوسرے سے ربط اس طرح ہے کہ کسی ایک جزو کی افادیت دوسرے تمام سے الگ کر کے نہیں قائم رکھی جاسکتی ہے۔ پھر بعض احکام و قوانین متعقد کے درجہ میں ہیں اور بعض مسائل و ذرائع کے درجہ میں اور دونوں کی حیثیتوں میں

فرق ہے۔ جب تک ہر جتنی گاہ نہ ہو اور کئی حکمت و عمومی اصول کے باقوت مسائل کا ساتھ نہ دیا جائے ایک جزو پر "ضابطہ" کی بحث و تجسس سے خاطر خواہ نتیجہ کی توقع نہیں ہے۔

ہدایت الہی بتقدیر زندگی اور مسائل میں احتیاط پیدا کرنا چاہتی ہے، اس کیلئے مختلف مراحل سے گزرنا اور موقع و محل کی مناسبت سے مختلف تدبیریں اختیار کرنا ناگزیر ہے۔ مسائل کے سمجھنے میں ان مراحل و تدابیر سے صرف نظر نہیں کیا جاسکتا۔ اور اصل ماحول، نگاہ جاسکتی۔

مذہب کی لفظ نامزدگی

اور انسان کے کھلے پڑوں کے اچھے ہونے کی کھڑکیوں

یہ سمجھ ہے کہ مذہب کے نام پر عمومی حیثیت سے اس کی جس طرح نامزدگی ہو رہی ہے، وہ واقعی اس قابل نہیں کہ انسان کے اندر افادیت و صلاحیت کے "جوہر" نمایاں کرے، عزائم، فحشیت و غیرہ زندگی کے "عناصر" پیدا کرے اور کسی خوشی - سرور و مسرت کی نگرانی کرے، اس سے بھی انکار نہیں ہو سکتا کہ موجودہ "سیاست" نے انسان کے کھلے پڑوں اس قدر ڈھیلے کر دیے ہیں کہ وہ حد سے زیادہ خود غرض اور ناجائز اندیشوں میں گما گیا ہے۔ اس کے اندر انتہائی سطحیت اور خود غرضی آگئی ہے، جس کی جامع مذہب کی گہرائی و عالمی حوصلگی کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ لیکن یہ حقیقت بھی مسلم ہے کہ "ضرورت ایجاد کی ماں" ہے، زندگی کے بہت سے مسائل حل کرنے کیلئے موجودہ دور کی خود غرضی کی نکالیں بنیاد بننا چاہئے اور ہی ہیں۔ ان کے حل کیلئے ایمان و وجدان کی حقیقت ہیں، دامن نگاہوں کے پیچھے چھپ کر نہیں روکے گئے، جس کی گہرائی نامزدگی بھی مذہب ہی کر سکتا ہے۔

سنے اور میں ابتدائی صلاحیتوں کو بروکار لانا

مطلوبات و انکشافات کے لئے وسائل و ذرائع نے انسان کے ذہن و حواس

میں بڑی حد تک تبدیل کر دی ہے۔ اب وہ جو تجربہ کسوفی پر کئے اور افادیت و صلاحیت کے پیمانہ سے ٹاپینے لگا ہے۔ ایسی حالت میں یہ توقع رکھنا فضول ہے کہ جب وہ مذہب کی طرف مائل ہوگا تو ہر مذہب یا اس کی ہر بات کو بغیر سوچے سمجھے قبول کرے گا۔ اور گمراہی کی صورت میں علم و تحقیق کے سلسلہ ذخیرہ کو نہ آتش کرے گا۔ بلکہ اس کی نظر میں وہی مذہب قابل قبول بن سکے گا، جو علم و حکمت کا مظہر وار اور افادیت و صلاحیت کے پیمانہ پر ٹھیک اترتا ہو اور وہی بات قابل وقت بن سکیگی، جو عقل و تجربے کی کسوٹی پر کئے جانے کے قابل ہو۔

## کچھ عالمی سطح کے فلاسفروں کے

حوالہ جات

(یہاں کچھ حوالے عالمی سطح کے مذہبی فلاسفروں کے دیئے جاتے ہیں، جو مذہب شریف ہے کہ حکمت کی بات مومن کی میراث ہے، اسے یہ میراث جہاں سے ملے، اسے حاصل کرنا چاہئے۔

ذہن فکری فلاسفوں نے ہماری ہی باتوں کو عقلیانہ رنگ میں پیش کیا ہے، چونکہ جدید اور کاغذی دلائل و نوجوان عالمی سطح کے فرد کی حیثیت اختیار کر گیا ہے، جس پر عزیز پر دین فکر کے سارے مضمون اس کے سامنے ہیں۔ اس لئے درج اقتباسات پیسے افراد کے لئے مفید ثابت ہوں گے۔ (مترجم)

کچھ عیسائی اہل تصوف کے بارے میں

(دیگر خبر کا تجربہ)

صلاحات زندگی انسانی قوتوں کے حوالان عمل سے پیدا ہوتی ہے، شدید محبت کے ساتھ شدید قوت ارادی بھی ہوتی چاہئے۔ ورنہ انسان، عقل جذبہ کی رو میں بہہ چلا جائے اور عقل تاثر میں فرق ہو جائے گا۔ اسی طرح شدید علمی قوتوں کے ساتھ ساتھ عقل کی صلاحیت بھی لازم ہے۔ اور عقل کے ساتھ گہری انسانی ہمدردیاں نہ ہوں تو وہ

رہنمائی میں سلامت رہی پیدا نہیں کر سکتی۔ غرضیکہ محبت، عقل، قوت ارادی، سب کو پیدا اور استوار رکھنا ہی ہے۔ ہر قسم کی صلاح و بقا اس تعاون و توازن سے پیدا ہو سکتی ہے اور بہت سے قوت و خوبی ہی توازن سے ظہور میں آتی ہیں۔

آخر ادیباء میں روحانی قوتیں غیر معمولی طور پر قوی ہوتی ہیں، لیکن اگر غور کیا جائے تو ان کی زندگیوں میں خلل کی وجہ سے یہ ہوتا ہے کہ عقائد ان کی عقلی قوتیں کمزور ہوتی ہیں۔ رہنمائی میں گمراہی، غرضی و مقاصد نہ ہوں، عقل میں وسعت نہ ہو تو روحانی جوش افروز مراضی ایک رنجیہیت اختیار کر لیتا ہے۔ ان کی زندگی میں جو انسانی صفت نظر آتے ہیں۔ مثلاً خدا کی گہری محبت، نفس پاکیزگی، عبادت رب و ریاضت، یہی صفت میں اگر نظر پڑے تو انسان بلکہ (غیر حوازن) چاہتا ہے۔ (نفسیات و واردات روحانی صولۃ ۳۹۹-۵۰۰ مجلس ترقی ادب۔ ۲۔ نرسنگہ داس گارڈن کلب روڈ لاہور)

"قافی پان چار حانہ اور کھسانہ طالع میں پیدا ہوتا ہے، لیکن مگر عقیدہ زندگی کے ساتھ طبیعت میں خلل تاثری ہو، مگر عقل کمزور ہو تو خدا کا پرستار اس کی محبت میں اپنا فرق ہو جاتا ہے کہ کہ نہ تو کہہ سکتے اس کے پاس کچھ نہیں رہتا۔ ایک محبت معصوم معلوم ہوتی ہے۔ لیکن قابل ستائش نہیں۔ جن لوگوں کے نفس تنگ ہیں، یہ میں فتنہ ایک ہی محبت سے خلقی ہے۔ کسی انسان یا مخلوق کہہ سکتے اس کیسے محبت نہیں دیتی۔ خدا کی محبت انکی صورت میں محمدؐ ہونے کی وجہ سے مرض کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ (نفسیات و واردات روحانی، صولۃ ۵۰۳)

پیشگی ہوئی صلاحیت میں پاکیزگی کا بھی ایک مہالہ آئینہ تصور چاہتا ہے، ایسے دلی کے دل میں یہ بات جم جاتی ہے کہ خدا سے محبت خالص، اور پاکیزہ اسی حالت میں ہو سکتی ہے کہ اس میں کسی دوسرے کی محبت کی شرکت نہ ہو۔

ماں باپ، بہن بھائی، دوست احباب، ان میں سے کسی سے بھی اگر محبت کا تعلق ہو تو وہ خدا کی محبت میں خلل ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص حساس ہو، اس کے ساتھ اس میں بھی بھائی پائے، جیسا کہ اکثر ہوتا ہے تو وہ سکرت و دھواں سے

پریشان ہوتا ہے اور سادہ وحدت میں آسائش محسوس کرتا ہے۔ مذہبی ہنڈپ کے ساتھ ترکہم اور اقتدار پسندی بھی ہو تو ایسی صورت میں جبر و تعدی سے وحدت پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ہر قسم کے اختلاف کو ناقابل برداشت اور خطرناک سمجھ کر اس کا مقابلہ کیا جاتا ہے۔ اگر مذہبی پارسی میں اقتدار پسندی نہ ہو تو ایک شخص تارک مدنی ہو کر خلوت پسند ہو جاتا ہے، وہ دنیا کے گونا گوں اغراض و مقاصد اور دشمنوں سے الگ ہو کر، اپنے لئے بے رنگی کی وحدت پیدا کرتا ہے۔ وہ اپنے خلوت کدہ میں یکہ چھوٹی سی دنیا بنا کر گمن رہتا ہے۔ جہاں زندگی کی گونا گوں تشکیش معدوم ہوتی ہے۔ (صفحہ ۵۱۱)

”ایسی دن کی ایسی ولایت، جس میں عقل کی ایسی کمی ہو اور جہاں خدا یا مسیح کی محبت کسی کو دوسروں کی محبت اور انسانی فرائض کیلئے بیکار کر دے، جہاں قہم سے لوگوں کیلئے قابل ستائش کم معلوم ہوتی ہے قابلِ رحم زیادہ۔ (۵۳۲)

قوتِ ارادی کا ساری راہِ خواہشات پر قابو پالینا  
 ”(فلسفہ مذہب“ کتاب سے کچھ حوالے)

مذہب کے مترادف معنی کے لئے تعریف کا مطالعہ بھی ضروری ہے، اس لئے کہ صوفیوں و مدہنوں، کشف و کلاؤں اور دہنوں کے تحت جہاں اپنی پہچانی شدہ اور کشف حقائق کے ذریعہ سے کافی ہم ہیں۔ ان کا تعلق بعض ایسے امور سے ہے، جو باہر حقیقت کے دائرہ تحقیق میں آتے ہیں اور ان کے کچھ کچھ باہمی رشتے کا پتہ لگانا یہ مشکل کام ہے۔ صوفیوں میں بعض ایسی تعلیمات پائی جاتی ہیں، جن کو وہ تو بڑے جیسی سراپ خیلوں اور فانی بناری کا نام دیتے ہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ ہر انسان کی زندگی میں کچھ تازہ اور کشش پیدا ہوتی رہتی ہے۔ اس سے عہدہ برآ ہونے کے لئے فطرت نے انسان کے جسم اور ذہن میں کچھ خاص قسم کے عوامل رکھ دیئے ہیں، جن کے مدد سے وہ زندگی میں اس کشش کے باوجود ایک قسم کا توازن پیدا کر لیتا ہے۔ (فلسفہ مذہب، صفحہ ۱۵۱۰ اسے برت، ستریم جیراڈ اور)

”خود شعوری سے قوتِ ارادی پیدا ہوتی ہے۔ جو اپنے وجود کے لئے خود شعوری پر بہت زیادہ انحصار رکھتی ہے۔ اس کو ملانے کیلئے تعلیمات مثبت و منفی کا کام دیتے ہیں۔ کم مقبول تعلیمات کا انحصار جسمی منزل میں ہوتا ہے۔ جہاں انسان مادی اور جسمی خواہشات کی تسکین چاہتا ہے لیکن خود شعوری کے سامنے نہیں آتی عمومی تعلیمات کا ادراک ہے اور اس کے باعث اس میں اس خیر کے حصول کا بے پناہ ہنڈپ پیدا ہوتا ہے، یہی وہ ہنڈپ ہے، جسے قوتِ ارادی کہا جاتا ہے، جب وہ خود شعوری کی راہنمائی قبول کر لے۔ یہ قوتِ ارادی جائز طور پر ساری تعلیمات و مزید پر حاوی ہوتی ہے۔ (صفحہ ۱۳۴)

انسان کا خیر مطلق ہے  
 کم کسی سے مطمئن نہ ہوتا

”جہاں دوسرے حیوانات اپنی محدود فطرت کے باعث محدود اور انفرادی پہلوئیں سے مطمئن ہو جاتے ہیں، انسان جس کی خصوصی صفت ہی خود شعوری ہے۔ وہ خیر مطلق سے کم کسی شے سے مطمئن نہیں ہوتا۔ اس میں یہ صلاحیت موجود ہے کہ وہ خیر کے محدود اور انفرادی مظاہر سے کم ال مطلق کا ادراک کر سکے۔ اور یہی مذہب انسان قوتِ ارادی کا حاصل ہے۔ ظاہر ہے خیر مطلق اپنے محدود مظاہر سے کسب مادی ہے۔ وہ نہ تو کسب والا ہے، جیسا کہ محدود اور محدود سے وہ ذاتی غافل ہے۔ یہ خود شعوری ہی ہے، جو ہمیں اس خیر مطلق کے سبب ہمیں کی طرف اشارے کتب ملے جاتی ہیں، ہمیں احساس ہے کہ ہم اس منزل تک پہنچ سکتے ہیں، اس لئے کسی کسر خرچ نہیں پر مطمئن نہیں رہ سکتے۔ (ایضاً صفحہ ۱۳۴)

ضمیر کے ذریعہ

قانون اخلاقی کا شعور حاصل ہوتا

”جہاں کس قوتِ ارادی موجود ہے، اس کے عمل کی صحیح طبع قوت ملتی ہے۔ جو مادہ کے اس خیر مطلق کی تلاش میں متہمک رہتی ہے۔ جب ہم ضمیر کے



معمرات کا تجربہ جمع کرتے ہیں، تو کسی حد تک یکنی حاصل ہوتا ہے، یہ خبری ہے، جس کے باعث ہمیں قانون اخلاق کا شعور حاصل ہوتا ہے۔ جس کے احکام کو ہم اپنے لئے فرض قرار دیتے ہیں۔ وہ ہمیں ترقیب دیتا ہے کہ ہم عارضی اور دینی خواہشات کی بجائے ابدی اصولوں کی پیروی کریں۔ (صفحہ ۱۳۵)

حقل کا نفسی خواہشات کی تاویلی صورت کا ہوتا

جدید نفسیات کی اس دریافت میں کافی صداقت ہے کہ ہم عام طور پر جس چیز کو حقل کہتے ہیں، وہ حقیقت میں شخص نفسی خواہشات کی تاویلی صورتیں ہوتی ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم حقل کی مدد سے اپنی ہر نئی حالت اور ہر نئے عمل کیلئے جواز پیدا کر لیتے ہیں۔ (تھڈر ڈیپ، ایڈن اسے برٹ، صفحہ ۴۹۳)

دنیا میں برپا ہونے والے فساد میں بیکار کردار

(دہر نفسیات ایڈن اسے برٹ کا تجربہ)

اپنے نگاہ اور نفس سے چشم پوشی کرنا، کبر، غرور اور خودی کی ملامت ہے، جو گناہ کبیرا ہے۔ جہاں یہ بیماری پیدا ہوتی، وہیں انسان اپنی کمزوریوں اور خود مرضی کے فحاش سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ اس طرح وہ روحانی ارتقا سے محروم رہ جاتا ہے۔ بلکہ وہ ہے کہ انسان کا اساسی گناہ کبیرا غرور ہی ہے۔ نفسانیت، غم، ناانصافی اور بے رحمی جیسے گناہ شاید اسے خوفناک لگیں۔ جہاں غرور موجود نہیں، وہاں اس قسم کے دوسرے فحاش رعب ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ انسان کو ان فحاش کا شعور ہوتا ہے، اس سے وہ توبہ کرنے سے ان ممانع سے بچ جاتا ہے۔ غرور کے باعث انسان اپنی بیماریوں کی اصلاح نہیں کر سکتا، اس لئے وہ ان کے پھل سے بھی گرفتار ہو کر، روحانی ترقی سے محروم ہو جاتا ہے، سب سے بڑھ کر غرور اس وقت موجود ہوتا ہے، جب انسان اس غلط عمل اور خود فریبی کے جواز میں شاندار عقلی استدلال بھی پیش کرتا ہے۔ نئے لوگ ہیں، جنہوں نے اپنی غلط پستی کو قوی عقائد کے حوالہ

قرار دے دیے ہو۔ کئی قومیں ہیں، جنہوں نے دوسرے عقول پر غامضانہ قبضہ کیلئے دیا ہے انسانوں کی فلاح دیکھو کہ بطور عذر پیش نہیں کیا۔ مذہبی مفکرین کے نزدیک ان حالات کی کچھ خبر اس وقت ہو چکی ہے، جب ان کے گرامرکار ہوسے کے شعور کو صحیح تسمیر کیا جائے۔ (صفحہ ۴۹۳)

خیالی قوت ہی اصل انسانیت ہے

حائے نفسیات کی تحقیق کی رو سے ہمارے ذہن کا بیشتر حصہ غیر حقیقت اشعوری ہوتا ہے۔ انسانی شخصیت کی مثال برف کے انبار کی سی ہے، جو سمندروں میں بہتا نکل آتا ہے، اس کا ٹھوڑا سا حصہ سطح سمندر کے اوپر ہے، باقی سب اس کے نیچے پوشیدہ ہوتا ہے۔ یہ حصہ، جسے شعوری یا حقیقت اشعوری کہتے ہیں، سمیت کے لحاظ سے طقس شعور سے کہیں زیادہ عظیم الشان ہے۔ یہ نفس غاربی اثرات سے متاثر ہوتا ہے، اور شعوری نفس کے احکام کو قبول کرتا ہے۔ ان میں قوت اور شدت پیدا کرتا ہے، جس قسم کے خیالات اور تصورات، شعوری نفس سے حاصل کرتا ہے، اسی کے مطابق انسان کے جسم و جان کی تعمیر کرتا ہے، اسی لئے نفسانی حقیقت کے مطابق یہ ضروری ہے کہ سارا ہیئت نگار، یہ پٹی توبہ کو مرکز رکھے اور سببی تصورات اور باطنی حقائق سے اپنے قلب کو محفوظ رکھے۔ عارفِ روی نے فکر پر نیاں نوی اصل انسانیت قرار دیا ہے اور تاکید کی ہے کہ خیالات کا غرض طور پر خیال رکھا جائے، انسان کی صورت یا عدم صورت کا حقیقہ اسی سے ہوتا ہے۔ خیالات ہی وہ آیت ہیں، جن کے ذریعہ فرد اپنی جنت یا درد زخم کی تعمیر کرتا ہے۔ (مراقبت، ڈاکٹر میر ولی الدین)

عادت اور زندگی پر چڑنے والے

اس کے اثرات

عادت کی وجہ سے دماغ میں کام کرنے کے خاص رستے بن جاتے ہیں، اور

وہاں عام فکلیں اور صورتیں قائم ہوجاتی ہیں۔ ہم اگر اپنے جذبات کو بلا عمل دے دیے یا گذر جانے کا موقع دیں تو اندر میں جاگلی کے جذبات کے ٹھنڈے ہوجانے کی عادت اور شکل پیدا ہوجاتی ہے۔ اگر چند بار بھی ایسا کیا گیا تو ایسی صورت حال پیدا ہوجاتی ہے کہ فرد کو اطلاع ہوئے بغیر اس کے اندر سے عمل کی قابلیت اور صلاحیت ختم ہوجاتی ہے۔

ایک حادثہ میں اتنی قوت ہے کہ وہ وہاں طبیعتوں یعنی طبی قوتوں کے برابر ہے۔

جب تک کئی بہتر حادثہ مسلسل تکرار سے مضبوط و محکم نہ ہو، جب تک اس عمل اور حادثہ میں ایک بار بھی تاثر نہ ہو۔ اس لئے کئی حادثہ میں معمولی کوتاہی اور یک بار کی سستی اتنی نقصان دہ ہے جتنا دھماکے کا وہ دہ ریل، جو ہاتھ سے گر جائے تو فرد کو بہت سارا دھماکہ لاسرفہ پہناتا ہے۔

تک کام کی محنت آ رہی، محنت نہ کرنا، یہ نصیحت دے، اس لئے کہ محنت تو اس سے عمل کی صحت صواب ہوجاتی ہے۔ پھر اصل اور ملکی زندگی کی بجائے دوس اور جوانی، نیت میں ہی مذت آئے تھے، فرد اس مذت کو چھوڑ کر عمل اختیار کرے یا نہ وہ نہیں ہوتا۔ (امریکی ماہر فلسفہ و ہم عمر کی کتاب "نفسیت" سے اقتباس)

انسانی فعل کے محرکات

(ایک قدیم مذہب کے کتاب سے حوالے)

خاص غرض کے بغیر اخلاق کا نہ ہو

انسان، بغیر ذرا لالچ کے یا کسی خاص غرض کے نہ کسی کے ساتھ ملحق کے ساتھ پیش آتا ہے اور نہ ہی کسی کی آاد بھگت کرتا ہے۔

محبت کا غرض کی خاطر ہوتا

محبت کا وجود دنیا میں اس وقت تک پایا جاتا ہے، جب تک اس کا کوئی صلہ

لے۔ گائے کا چمرا جب دیکھتا ہے کہ تھن میں دودھ نہ رہا تو وہ ماں سے جدا ہوجاتا ہے۔

ہسٹل کا کھل جب ہو چلتا ہے تو چڑیاں اسے چھوڑ دیتی ہیں، اس کے کتاب سے بگے اڑ جاتے ہیں، بٹلے بنگلے کے برتن چپتے ہوجاتے ہیں، کھیاں، منس سے کوسں دور بھٹکتی ہیں، نوکر چکر چاد رعبہ سے اور برقعے پہنے فائدہ کی تلاش سب سے مقدم بھگت ہے۔

تعلیم یافتہ فرد کا کرڈ چاہوں سے بہتر ہوتا

تعلیم یافتہ فرد میں سارے اوصاف پائے جاتے ہیں اور وہاں میں سب صیغہ ہی صیغہ ہوتے ہیں۔ پس ایک تعلیم یافتہ، کرڈ چاہوں سے بہتر ہے۔

افراد میں طلب کے بغیر ہونے رہتا

بنگل میں رونے کے مترادف ہے

عاطف سے جب سوال کیا جائے تو اسے بے دھڑک ہو کر بولنا چاہئے، جب کوئی نہ پوچھے تو بولنا ایسا ہے، جیسے بنگل میں رونا۔

مال کو دیکھ کر بڑکی کے دل میں

بھی لٹکان کا بڑپا ہوتا

عاقل کو چاہئے کہ اپنا مال کسی کو نہ دکھائے، چاہے وہ مقدار میں کتنا ہی کم ہو، لیکن مال کو، بکھر بڑکی کے دل میں بھی لٹکان بڑپا ہوجاتی ہے۔

جس دشمن سے پہلے لڑ چکا ہے، وہ اگر دوست بھی ہو جائے تو اس پر اعتدال نہ کیا جائے۔

بد اطواری کے خراب خمرات

انسان کی بد اطواری (و بد اخلاقی) ایک ایسا درخت ہے، جس کے پھل بھاری،

رج، دایم، سوشل دلی اور مصیبت ہوا کرتے ہیں۔

پرنس آدی کے منصوبوں کا چارہ نہ ہوتا

سب اور پرنس آدی دوسروں کا مال چراتے ہیں ان کی بندھیں اور منصوبے چارے نہیں ہوتے، سچی وجہ ہے کہ دنیا کا دھڑا اب تک قائم ہے۔

صحت کے اثرات پر جیتی بھٹ

اس دنیا میں کوئی شخص اس سے زیادہ غریب بھٹ نہیں ہے، جس کا کوئی ایسا دوست ہو، جس سے وہ نہیں کر سکتے، جس کے ساتھ وہ رہ سکے۔

باطلواروں کے ساتھ اشتقاق ایملی لفظی ہے، جس سے ایک آدمی بھی بدل جاتا ہے۔ اس سے ہر شرافت آدمی کم غریب سے خصلت میں رہتا، اپنے سے ادنیٰ فی صحت سے آدمی کم خصل ہو جاتا ہے، ہم چلے کی صحت سے اس کے برابر رہتا ہے، اپنے سے خلی کی صحت انسان کو خلی دوج پر پہنچاتی ہے۔

کھڑا، کھرب، ہتھیار، مرد، عورت ان سب کا بگڑنا یا بڑھنا اس پر منحصر ہے کہ ان کو کیسے دلی سے سادہ پڑا ہے۔ (بحوالہ "تدین ہنر" سوسائٹیان)

امت کی ایک مہلک بیماری

(مولانا محمد الیاس رحمت اللہ کا تجویز)

امت کی مہلک بیماریوں میں سے ایک بڑی بیماری وہ اختلاف ہے، جو خواہ مخواہ لفظ نہیں، پرگتیوں اور یک دوسرے سے دور رہنے کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ خیال کے تھوڑے سے اختلافات اور عرصے سے ایک دوسرے سے دور رہنے سے اباحت کی مختلف برائیاں میں ایک دوسرے سے دشت پیدا ہو گئی ہے۔ ہر برائیت اپنے دین کی حفاظت میں اس میں بھیجتی ہے کہ دوسرے کے سامنے سے ہمارے ایک دوسرے کے محسن کی ہانک خیر نہیں۔ ایک دوسرے سے نفع اٹھانے کے راستے مسدود ہو گئے ہیں، ان اختلافات کو دور کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اعتقاد و اکرام سے ان کی گرہیں کھولی

چائیں اور دل کی سطحوں اور محسن دور کے چائیں۔ تعلق پیدا کیا جائے۔ ایک دوسرے کو قریب سے دیکھنے سے لفظ نہیں خود بخود درخ ہو جائیگی۔

مسلمانوں میں جب تک دوسرے مسلمانوں کیلئے متاع نہیں ان کے مقابلہ میں لپٹا ہونے اور ان کے سامنے ذلیل ہونے کی خصلت پیدا نہ ہوگی، اللہ کی رحمت و مدد بڑی رحمت آتی ہے۔

داعی کے لئے کچھ نصیحتیں

(مولانا سعید احمد خاں)

ایک بڑے اصول کی بات یہ ہے کہ کسی کی فطری اور بے اصولی پر فخر نہ ہو، دوزخ اپنے اندر فساد آ جاتا ہے، اس شخصیت ہوتا اور فخر ہو کر اس کے لئے دعا نہیں کرتا، اس سے اپنی اصلاح ہوگی۔ فخر ہونے کا مقام ہر ایک کا نہیں، یہ مقام ہر استاد کا ہے، طالب علم کے اوپر، یا بادشاہ کا ہے، رحمت پر یا باں باپ کا ہے، اور ہر بڑا خود کا ہے، بانی کے اوپر، اس کے مدد کر کوئی فخر کرے گا تو شیطان یہی شر کو لانے کا کہ فخر کرنے والے کے اندر مہلک پیدا کر دے گا اور اس کو اپنی اصلاح کی غرضیں رہے گی، جب کہ دوسروں کی اصلاح کے پیچھے پڑا رہے گا اور اپنی اصلاح ہوتا مشکل ہے۔

"اگر اپنے سے کوئی فطری اور بے اصولی سرزد ہو تو وہ سوچنے سے سمجھ میں نہیں آ سکتی، بلکہ اس کیلئے اپنا حراقت ضروری ہے، تاکہ اپنی اصلاح ہوتی چل جائے، جان کے بعد بھی ہر ایک اپنا مردہ کرے کہ میں نے اصولوں سے جان کیا، کوئی بے اصولی تو نہیں ہوگی۔

حضرت مولانا محمد الیاس امت کے تمام انفرادی و اجتماعی اور سیاسی مسائل کا حل اسی رحمت کے کام لیتے تھے، دوسری چیز دل اور کاموں میں تھوڑا سا بڑی نفع نظر آتا ہے۔ اور تباہی دہشت ہوتا ہے۔

اہل علم و اہل دکر سے صحت کر، غرا، وہ تبلیغ میں لگیں یا نہ لگیں، غرا وہ

محتاج ہوتے ہیں۔ لیکن اعمال کی قیادتِ حذکیہ سے ہوتی ہے۔ اس لئے اس کی فکر کی جائے۔ (”تکمیل الفتاح“، صفحہ ۱۰، مولانا ابوالفتح صاحب)

اللہ نے اپنے خاصوں کی تمام ضروریات و مسائل کا ذمہ لیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حالات کو اس طرح ان کے موافق بنا دیکھتا کہ وہ آسانی پنی ضروریات چوری کر سکیں، وہ ایسے مسکاتے پیدا کرے گا، جن کو استعمال کر کے، وہ اپنی کار برآمدی کر سکتے ہوں۔ وہ لوگوں کے دلوں میں ان کے بارے میں ایسے خیالات ڈالے گا کہ وہ ان کے کام آئیں، وہ ان کے ذہن کو ایسی تھروں کی طرف لے جائیگا، جس کے بعد مسائل خود بخود حل ہو جائیں، وہ ایمان کی ہدایت دلائی اور نیک نیتی سے ملاحیت کو ایسی جادو دیکھ کر کہ ملاحیت والے بہتر ملاحیت والوں سے زیادہ کام کر سکیں گے۔ مقابلہ کے وقت وہ ان کے دل کو مضبوط بنا دیکھتا۔ وہ کم تر مسائل سے زیادہ کام لے سکیں گے۔ اور معمولی سادہ مسلمان کے لئے جو اس سے زیادہ نتائج حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکیں گے۔

آج کا انسان بھٹتا ہے کہ اس کا کھیت، اس کا دکان اور ملازمت دھارے ہیں، جو کسی کو بذاتِ خود دیتے ہیں۔ اس کو خدا کے عظیم کرشمے کی سر سے یہ فخر ہی نہیں، اس کو معلوم ہی نہیں کہ یہاں ایک اور دروازہ بھی ہے، جو کہ معلوم خزانوں سے زیادہ بھرا ہوا ہے۔ اس لئے لوگ خدا کے خزانے کو چھوڑ کر، اس ذاتی خزانوں کے سامنے دامن پھیلائے کھڑے ہیں۔ وہ چھوٹے ذریعہ کو پا کر، خوش ہیں۔ مگر ان کا وہ اس سے بڑا ذریعہ بھی پا سکتے تھے۔ ایک شخص کو حکمت کی طرف سے ملے کہ وہ تم لوگوں کو اپنی علاقہ میں دعوت آفریاد کیا گیا ہے، تم لوگوں جا کر اپنی ذاتی سہولتوں کو اس کے ذہن میں فوراً چھوڑ دو، اس سے پیدا ہو سکتے ہیں اس وقت وہ سرکاری ملازمتوں سے متعلق حکمت کے شعل شدہ قواعد مضامین سے رجوع کرے تو وہ دیکھے گا کہ وہاں اس کے سارے سوالات کا مثالی جواب لکھ دیا گیا ہے۔ مگر سے ذاتی کے

مواثقت کریں یا مخالفت کریں اور ان کے ساتھ تواضع سے پیش آتا اور اس کی خدمت میں دعا کیلئے حاضر رہنا، کبھی خلیفہ کا طم سے یا ذکر سے مقابلہ نہ کرنا، بلکہ تجب کو ضروری سمجھنا۔ (ماہنامہ الفاروق ۱۳۱۹ھ)

داعی، ماحول سے متاثر نہیں ہوتا  
(حضرت مولانا ابراہیم علیہ السلام)

فرمایا، دعوت میں تھک کر آ کرے، تھکیر نہ کرے، تھکیر حرام ہے، اسی سے عباد اور نذرت پیدا ہوتی ہے۔

فرمایا اسلام کا کام شفقت سے ہوا ہے، اسی سے تھک اور توجہ سوتی ہے، اُس کسی میں شفقت کی کہ: تو آئے ایک لاکھ پندرہ سو آیت، لیکن اللہ ہی میں ہند۔

(آپ جس کو چاہیں چاہت تھیں دے سکتے تھے، اللہ جس کو چاہے چاہت کرتا ہے۔) عبادت کی ہے کہ وہی اللہ، ماحولی سے حاضر نہیں ہوتا۔ ہم کو حکم دیا گیا ہے مرد و عورت اور کسی مٹا کر کا، اِن سَمْعُوا اللہ پھر حکم کا حکم نہیں تھکت دے، وہ ہے۔

دین کی دعوت کا کام کرنے والے کو حضور ﷺ نے دعا کی ہے اللہ تعالیٰ خوش ظم رکھے، اس آئی کو جو میری بات سنے، دین کی بات سن کر، اسے محفوظ کرے اور پھر اسے دوسروں کو بتائے، اللہ تعالیٰ اسے سزا بخشے۔

تعلیم و تربیت اور تزکیہ میں لگنا، یہ سب دین کے کام ہیں۔ جو شخص جس شعبہ میں مصروف ہو، وہ دوسرے شعبہ والوں سے حسنِ عمل رکھے اور حق الامتیاع ادا کرے، فردِ خود جس دین کے کام میں مصروف ہو، اس کی بڑائی دوسرے دینی کاموں پر ظاہر نہ کرے، اس سے مخالفتِ بلاحق ہے۔ تعارف کا کام لیا جائے، تضائل سے تضائل پیدا ہوتا ہے، دوسرے شعبہ دین میں مشغول ہونے والوں کی خدمات کو بھی سر ہر جائے، اس سے دوسرے کو تضائل پیدا ہوتا ہے اور وہ عیسائے فریق بننے کے رشتے بننے میں۔ تخیلف سے اعلیٰ وجود میں آتے ہیں۔ لوگ دین کی طرف

مقام تک جانے کی صورت کیا ہوگی؟ جواب یہ ہے کہ تم کو چوری سزا دی گئیے معقول سزا عرغ دی جاتا ہے۔ میں وہاں جا کر کسی جگہ رہوگا؟ اس کا جواب یہ ہوگا کہ وہاں تمہارے رہنے کیلئے سرکاری بنگلہ موجود ہے۔ بنگلہ میں اپنی حفاظت کیلئے کیا کروں گا، حفاظتی دستہ تمہارے لئے موجود ہوگا، مگر کے اخراجات کیلئے کیا ہوگا، تم کو ماہانہ تنخواہ کے طور پر ایک معقول رقم دی جائیگی۔ اسی طرح ملازم کو ہر سوال کا ایک اطمینان بخلی جواب حکومت کی طرف سے موجود ہوگا۔

اسی طرح اللہ نے اپنے خادم کی تمام ضروریات کا انتظام کر دیا ہے۔ آپ خدمت دین کا ارادہ کر بیٹے، اس کے بعد سوچئے کہ اس کام میں آپ کی کیا یا ضرورتیں ہو سکتی ہیں۔ یعنی معقول ضرورتیں اور واقعی مسائل آپ کی سمجھ میں آئیں، ان سب کی ایک فہرست بنائیں۔ اس کے بعد خدا کی کتاب تمہیں کر، ان کو ابتدا سے پڑھنا شروع کیجئے۔ بالکل نئی طرف، جیسے ایک سرکاری ملازم اپنی خدمت کے مسائل سے متعلق ہونے کیلئے حکومت کے قواعد و ضوابط کا مطالعہ کرتا ہے۔

موجودہ دور میں دینی کے سامنے سب سے پہلا سوال آتا ہے، وہ یہ ہے کہ یہ بڑا مشکل کام ہے۔ میں نہایت کثرت اور علم و عمل کے اعتبار سے جی دست ہوں۔ زبان اور حکم کی مصلحت میں بہت پیچھے ہوں۔ یہ مسئلہ زبان میں رکھ کر جب ہم قرآن کے صفحات پر نظر آتے ہیں تو یہ قومی سرائیل کی تاریخ کا ایک واقعہ ہمارے سامنے آتا ہے۔ یہ اسرائیل کی ایک شخصیت کہ وہ تہی کوہ طور پر بار کریمبرہی مطاف کرتا ہے۔ وہ اس کو یہ خدمت سمجھتا ہے کہ وہ فرعون اور مصر کی قبلی قوم کے پاس جا کر اس کو اللہ کا پیغام پہنچائے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام، تقوم قوم سے تعلق رکھتے تھے، ان کو ملک کی سرکاران قوم کو خطاب کرنے کا کام سونپا جا رہا تھا، اس تقریر کو سن کر وہ بے اختیار پکار اٹھے کہ خدا یا، میں اپنے اندر اس کام کی ہمت نہیں پاتا اور میری زبان میرا ساتھ نہیں دیتی۔

لَا رِبَّ إِلَّا أَنْفَاعُ أَوْ مَكْلُفُونَ وَبَعْدَ ذَلِكَ مَطْلَبُ لِسَانِي (سورۃ الشعراء)

۱۲ ۱۳

میرے رب مجھے اندیشہ ہے کہ وہ مجھے بھلائیے۔ میرا سیدنگ ہو رہا ہے اور میری زبان نہیں چلتی۔

انہی کی طرف سے جواب ملتا ہے کہ تیری ضرورت کی سب چیزیں تم کو داری طرف سے دی گئی ہیں۔

لَا تَلْزَمُ تِلْكَ تِلْكَ بِمَنْعَتِي يَوْمَئِذٍ اور دینے جانے کا واقعہ جو قرآن میں نقل کیا گیا ہے، وہ بنی اسرائیل کی تاریخ کے ایک واقعہ کی شکل میں داری اسی قسم کی تکلف کا جواب ہے۔ امت مسلمہ کے افراد جو ختم نبوت کے بعد نبوت کے کام پر مامور ہوئے ہیں اور جن کے متعلق حدیث میں آیا ہے کہ اللہ اپنی کار نیماہ بنی اسرائیل میری امت کے اہل علم اپنی امت داروں کے لحاظ سے بنی اسرائیل کے انبیاء کی مثل ہیں، ایک پیش رفتی بات ہے۔

دوسری ضرورت، جس کا اس سلسلہ میں سوال پیدا ہوتا ہے، وہ معاش کا مسئلہ ہے، آدمی دین کی طرف جھکے تو اس کے ذاتی کاموں میں کمی آتی ہے اور ذاتی کاموں میں توجہ صرف کرنے لگے تو دین کا فائدہ نہ دے جاتا ہے، یہ دوسرا سوال ہے جو دینی کے سامنے پیش آتا ہے۔ اس سلسلہ میں کتاب اللہ ہمیں ان آیتوں کے ذریعہ یقین دلاتی ہے۔

وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا

جو تعزلی اختیار کرتا ہے ہم اسے (مشکلات سے) نکالنے کے واسطے پیدا کرتے ہیں۔

وَلْيَضْحَكُوا بَهِيمَ ضَحِكِهِمْ

اور اللہ اس کی ضرورت اور کچھ جو اس کی ضرورت ہے۔

وَمَا كَانَ حَقًّا

اور ایمان والوں کی ضرورت ہم پر حق ہے۔

وَلَهُمْ أَجْرٌ كَثِيرٌ

اور اللہ کافی ہے ہر کیلئے۔

بِأَنفُسِهِمْ لَوْ أَنَّهُمْ كَانُوا يَافِقُونَ ۝ وَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَخْلَعُونَ

اور ہم اپنے رسولوں اور ایمان والوں کی دنیا کی زندگی میں بھی ہر کرتے ہیں

اور اس دن بھی، جس دن گواہ کھڑے ہوں گے۔

اپنی لاعلمی کے احساس کا ہونا ہی اصل دانائی ہے

ایک بار سڑاک کو اللہ ہوا کرتا تھا وہاں سب سے زیادہ جھنڈ تھیں انسان ہوا،

اس پر وہ سوچنے لگا کہ وہ کیسے جھنڈ ہو سکتا ہے، جب کہ اسے بہت ساری چیزیں دلی کا

عمی ہی نہیں۔ بہت غرور و خوشی کے بعد وہ سنجیدہ بن گیا کہ چنگر اسے اپنی مٹی اور

گم مٹی کا احساس ہے، اس لئے بھی اس کی دانائی ہے۔

کسی سے نہائی کرنا اسے

ہدایت حاصل میں دیکھنا ہے

کسی سے نہائی کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کو موجودہ حالت سے ہدایت

حاصل میں دیکھیں اور چاہئے۔ اسی طرح بھلائی کرنے سے مراد یہ ہے کہ اس کی

حالت کو بہتر بنائے جائے۔

افراد کا فکری ڈھانچہ

آدی جن خاص حالات میں پیدا ہوتا ہے اور جن افکار سے ماوس ہوتا ہے

ن کے فن میں اس کے اندر ایک طرح کی صیغہ پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کے مطابق

ن کا ایک فکری ڈھانچہ بن جاتا ہے جس کے تحت وہ سوچتا ہے، یہی فکری ڈھانچہ

جگہ ہات کو قبول کرنے کی راہ میں رکاوٹ بنتا ہے۔

دعوت کا کام

جو لوگ دعوت کے ساتھ اپنے وجود کو مکمل طور پر پیش کر دیتے ہیں، ان پر ہی

اس راہ کے پیچھے نکلتے تھے ہیں، جن کو شکست کب جاتا ہے۔ دعوت کا کام صرف وہ

لوگ کرتے ہیں، جو اس کی خاطر اپنا سب کچھ دے دیتے ہیں کہ وہ دعوے سے کسی

قسم کی مادی توقع نہ رکھیں۔

پھر ایرانی صاحب کے بیان کردہ کچھ اہم نکات

دنیا سے دلی رجعت کے نتائج

پس جو کوئی دنیا سے رجعت رکھے گا، ضرور تنہا ست سے آلودہ ہو جائیگا۔ اور اس

کو (دنیا کے) کتے کاٹنے کے اور اس پر دانت ٹکانے کی جگہیں گے، پھر بڑی مصیبت

پھیلے گی۔ دنیا اس پیچیدہ ڈھانچے کی طرح ہے، جس پر بہت سے کتے جھینا جھینا

کر رہے ہوں۔

تخلیہ سے خودداری کو کھینچ لینا

گھڑی کی ٹیک تک گذرے ہوئے لحاظ کو یاد دلانی ہے اور آئندہ لحاظ کو

کار آہ جاننے کا شوق پیدا کرتی ہے۔

جب کسی کو عمل پر تیار کرنا چاہو تو اس کی کتہ چٹائی نہ کرو، تاکہ اس کی خودداری

کو نہیں نہ لگے، تمہاری عیب جوتی سے وہ گھبرا جائے اور خوش دلی سے کام نہ کرے گا، کیونکہ

نفسانی طور پر ہر شخص اپنی کمزوری کے انکشاف سے رنجیدہ ہوتا ہے۔

اہل دوزخ کے بارے میں

بعض اہل اللہ کی قن

بعض اہل اللہ قننا کرتے ہیں کہ انہی قسم جملہ لوگوں کے بدلے میں جہنم میں

اولیٰ دیا جائے اور سب کو بخش دیا جائے۔ لیکن دوزخ اپنے باہم مقدس دھانچہ

اشخاص کے وجود سے خدایا پناہ مانگی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے وجود کی سہاٹی سے

اسے محفوظ رکھے۔

دوزخ کے سات دروازے افعال کی مناسبت سے

جہنم کے سات دروازے جہنم کے سات دروازے۔ اس طرح مشہور ہیں

آئے ہیں۔ باب نفاق۔ باب شرک۔ باب کفر۔ باب کذب۔ باب بدعتی۔ باب

تک حلق منہا۔ باب تک حلق اللہ۔

دنیا میں جنت اور دوزخ کی  
کمزریں مکمل جاننے کا عمل

سارک کو اپنے اہل خانہ، افراد خاندان اور بھائیوں کے ساتھ حسن اخلاق،  
حسن سلوک اور رواداری سے کام لیکر اپنے مکانوں میں جنت کے دروازے کھول  
یتا چاہئے۔ جس گھر اور جس محلہ میں کسی کا دھار محفوظ نہ ہو، کچھ جینی و چپ جوتی کے  
ارپیہ شیشے پنگا، بوس ڈن جائیں تو ان کی دنیا میں ہی دوزخ کی کمزریں مکمل  
جاتی ہیں۔

روح انسانی فیضان الہی کا نچر

انسانی روح فیضان الہی کا نتیجہ ہے اور اس کا تعلق عالم ارواح سے ہے۔  
جب روح کو کمالی تجرد اور طہری کا موقع ملتا ہے اور وہ عالم ارواح کی جانب  
پرداز کرتی ہے تو اپنے ساتھ پیش بیا معارف اور معلومات لاتی ہے، قلب میں  
قدر پاک در مصط ہوگا، اسی قدر معارف عالیہ کے اکساب کی اس میں زیادہ  
استعداد پیدا ہوگی۔ (پیر ابراہیم شاہ صاحب)

مسلک صالحین کی درسگاہوں کا

بین الاقوامی سق

(صوفی حرکت ملی لہروائی)

محفل عرفان ہر شے کی خبر ہو یا شر، اللہ کی طرف سے عکس پہنچے سمجھ کر  
فائدہ ویشائی سے حسیم کرنا عرفان کا ابتدائی مقام ہے۔ کھانے کیلئے معمولی کھانا،  
پینے کیلئے معمولی لباس اور رہنے کیلئے معمولی گھر کے سوا ہر قسم کے آسائش  
و استراحت کے مال و اسباب سے کلچہ حد موڑ کر اپنے کام میں بھرپور دامن  
خود مشغول رہنا، عرفان کا میاں مقام ہے اور اپنے کام کے سوا کائنات کی ہر  
شے کو بھول جانا اور کسی بھی شے سے کوئی دلچسپی نہ رکھنا عرفان کا انتہائی مقام  
ہے۔

شرف و صحت، حسن عبادت، راست بازی، قلب سلیم اور خلق مستقیم سے

انسانیت کا مقام بلند ہوتا ہے، محض عبادات کی بدولت نہیں۔ اور یہی اسباق سلف  
صالحین کی درسگاہوں کا بین الاقوامی، جامع نصاب ہوا کرتا تھا۔ جب تک کوئی  
فاضل مذکورہ اسباق سے فیضیاب ہو کر فارغ التحصیل نہیں ہوتا، مقبول اور سلام  
و جہاد نہیں ہوتا اور نہ ہی دین کو اس سے مطلوبہ تقویت پہنچ سکتی ہے۔  
گزرے ہوئے دور کا صوفی بے فکر ان اسباق سے آراستہ و بیاراستہ ہو کر دنیا  
کے میدان میں قدم رکھا کرتا تھا۔ جو بھی دین کے اکھاڑے میں ارتقا، نیکی  
تکلیفیں اس کا زار راہ ہوتیں۔

(سلف صالحین کی درسگاہوں کے جس سبق کا ذکر کیا گیا، وہ دنیا سبق  
ہے، جس کے بغیر صوفی حقیقی مسکن میں صوفی نہیں بن سکتا۔ جب تک اس کے  
کردار میں پاکیزگی، حسن سیرت اور اللہ کی مخلوق سے محبت کے جوہر پیدا نہیں  
ہوتے، (جو قلب سلیم کی علامت ہیں) اس وقت تک اسے راہ سلوک میں مسلسل  
چلتا پڑتا ہے، جب وہ کثرت ذکر کے نور سے عکس کی گندگی سے نہایت حاصل  
کر کے تزکیہ کی استعداد کا حامل ہو جاتا ہے، اس کے بعد ہی وہ انسانی جوہروں  
سے بہرہ ور ہوتا ہے اور صحیح مسکنوں میں دینی خدمت کے کاموں کے اہل ہوتا  
ہے۔

گزرے دور کا صوفی الہی اسباق سے آراستہ و بیاراستہ ہوتا تھا، جب کہ  
اس دور میں یہ روایت غالب ہوتی چارہا ہے اور طالبوں کو کچھ مایوس کے بعد  
یہ خلافت کی منہ عطا کردی جاتی ہے۔ اگر خلافت یافتہ فرد ملی، دینی، تعلیمی اور  
خطابت کی صلاحیتوں سے بہرہ ور ہے اور لوگوں کو اپنے گرد جمع کرنے کی  
استعداد کا حامل ہے تو وہ جلد ہی مالداروں کے گھیراؤ میں آئے لگتا ہے اور  
دیکھتے ہی دیکھتے وہ فخر کے اجزاء سے بے نیاز ہو کر مالدار کی روش پر گامزن  
ہونے لگتا ہے۔ یہ اسی بات کی علامت ہوتی ہے کہ سلف صالحین کی درسگاہوں  
کے جدید علمبرداروں نے راست بازی اور خلق مستقیم کی صفات معکم ہوئے بغیر  
خلافت کی منہ عطا فرمادی۔ ورنہ قلب سلیم کی دولت عطا ہونے کے بعد یہ فخر

بچا نہیں جو پاتا، اس لئے کہ کتبِ مسلم اس کی دشمنی کرے، اسے ملعون دنیا اور  
مبارکوں کے اثرات سے بچانے کا سوچنا ہوتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ سلفِ صالحین کی درسگاہوں سے خلافت کی سند طویل  
عمر کے غیر معمولی مجاہدوں کے بعد حاصل ہوئی تھی تاکہ صوفی کی زندگی انسانیت  
کے لئے ہر اعتبار سے ماضی بن سکے۔ (مرحب)

لا الہ الا محمد و لا حاکم الا اللہ لینا

(مولانا محمد عظیم صاحب)

جدید دور کے بعض مفکروں نے لالہ کے فکر سے لاکھوں اہل اللہ عوامی  
سے اور پھر پورے اسلام کی تحریکِ خدا کی حاکمیت کی بنیاد پر کی ہے، جس کی وجہ سے  
خدا کی حاکمیت کا قیام مقصود بن کر رہ گیا۔

دوسری بات جو سمجھنے کی ہے وہ یہ ہے کہ خدا کی جلالی اور جہانی صفات دونوں  
کے سلسلہ میں انسانوں میں شروع سے افراط و تفریط موجود رہی ہے۔ ان سلسلہ میں  
اہلِ مہجور پر خدا کی حاکمیت کا زیادہ لہجہ رہا ہے، جبکہ عیسائیت و رومنِ قد کے  
جہلی پیروں پر زیادہ رہا ہے، اس لئے عیسائیت میں برہنیتِ آدمی اور مرچا مفکروں کی  
چیٹائی پر یہ غرور بنا ہوا رہا ہے کہ ”حکمت“ خدا ہے، لا الہ الا اللہ (نہیں کوئی معبود  
سوائے اللہ کے)، اس کی بجائے معنی تو یہی ہے، لیکن جدیدیت سے متاثر مفکروں نے  
اس کی معنی ”نہیں کوئی عالم، سوائے اللہ کے“ ہی ہے، جس کی وجہ سے اللہ کی عظمت  
و معرفت کا رنگ غالب بننے لگا، البتہ اللہ کی حاکمیت کے طلبہ کے لئے جدوجہد کے لئے  
مرد و جنگ ۱۱۰۰ ہو رہی ہے، یہ جنگ ۱۱ ویں صدی سے ۱۱۰۰۰ ہو رہی ہے کہ اللہ کو معبود  
نہ کر اس معبود کے سامنے جس کو پاؤں کے بغیر برت و ذکر، امر کی تعمیل اور ترکِ نفس  
ممكن نہیں۔ ۱۱۰۰۰ ترکِ نفس کے بغیر اللہ کی حاکمیت کی جدوجہد چہ نتیجہ ہی رہتی ہے۔  
(ممتاز عالم دین مولانا محمد عظیم صاحب، ۱۵ جنوری ۱۹۸۶ء، ملاقات کے وقت  
چون کرد و نکات)

اسلامی سیاست کا نقشہ

”جدید اسلامی مفکروں نے اسلام کے سیاسی اور عسکرانی کے تصور کو دین کے  
تجربہ انہیں کی حیثیت سے پیش کیا ہے۔

میری تحقیق یہ ہے کہ یہ نقشہ اور خاکہ انہوں نے برطانوی مفکر بنے کے نظری  
کی کتاب ”تھریہ سلطنت“ سے لیا ہے۔ یہ کتاب جو پانچ سو صفحات کے لگ  
بھگ ہے، جس کا اردو ترجمہ قاضی محمد حسین صاحب نے کیا ہے۔ یہ کتاب اردو میں  
پہلی بار ۱۹۲۸ء میں شائع ہوئی تھی، جس کا اردو سے شائع ہونے سے اس میں سلطنت کی  
فیسلم بنی سمیت اور انسانی زندگی پر ان کے غیر معمولی اثرات اور سلطنت کے حوالے  
سے پیش ہونے والے نظریات و تصورات اور وہ جدید میں سلطنت کے خاکے اور  
خواب کا سلطنت سے تحقق و اہمیت جیسے موضوعات پر جامع بحث کی گئی ہے۔ جدید  
اسلامی مفکروں نے اسلامی سیاست کا جو نقشہ پیش کیا ہے، وہ اس کتاب سے متاثر  
ہو کر پیش کیا ہے، ورنہ اس سے پہلے امت میں اسلامی سیاست کی وہ جامع تصویر  
سرے سے پیش ہی نہیں ہوئی، جس میں دور میں پیش ہوئی ہے، اگرچہ قرآن میں  
حکومت و اقتدار کو اسلام کے تابع کرنے اور ریاست کی اسلامی بنیادوں پر تشکیل پر  
بھی رد و اذیت ہے، لیکن اس کا کہ ”حکومت ایک فریڈم کی ہے، یہ دین کا نصب  
انہیں کا نہیں ہے۔ کہ اس کی ساری تعلیمات کا مرکز و محور یہ نصب العین ہو۔ اس کام  
کو دین کی ساری تعلیمات کا محور قرار دینے کی وجہ سے تعلیمات کا کام بری طرح  
متاثر ہو رہا ہے۔ تعلیمات کے بغیر معاشرہ کی ساری تعلیمات و نظریات و نظریات کے خلاف  
باطن میں یہ فتنہ قوت کی تیار کیا کام ممکن نہیں۔ (مولانا محمد عظیم صاحب)

انسانی شخصیت کے بارے میں

تصوف و جدید نفسیات کا تجزیہ

(مہد اکرم صاحب)

صوفی شعور کی بنیاد آدی کے تحت اشعور اور لاشعور کو متاثر کرتے ہیں اور



اس میں تبدیلی پیدا کرتے ہیں، جب کہ عام مذہب صرف شعور اور عقل سے اہل رہتا ہے۔ شعور میں شعور میں تبدیلی لانے کے لئے مختلف عقیدے اور پریکٹس کرتی جاتی ہیں، جن کو سوک کہا جاتا ہے۔ دوسرے عرصے جنس کا ہے، جن کو حیات ہیستہ جی ہے۔ عقلی شعور کے بعد جسمی جذبہ کی اہمیت نہایت حلیم کرتی ہے۔ یہ جذبہ اپنی تسکین کے لئے مختلف شکلوں میں ظاہر ہوتا ہے۔ صورتی بھی اس کو مانتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ عقلی عاری نہ ہو تو عقل حقیقی نہیں سمجھا جاسکتا، اس کو یوں سمجھئے کہ عقل یا جنس کوئی نہایت کو سے چل کر دیتی ہے، اس سے نہایت حاصل کرنے کے لئے انسان ادب، آرت، شاعری اور مذہب میں پناہ تلاش کرتا ہے۔ اس طرح اس چیز کا ارتقا عقل میں ہوتا ہے۔ گرساں عقلی اور نفسیاتی حور پر مطمئن ہوتا اسے تو شعر کہنے کی ضرورت ہو اور نہ ہی مذہب کی۔ یہ انسان کی دماغی بے چینی ہی ہے، جس کی وجہ سے مذکورہ چیزوں کی تلاش رہتی ہے اور ان سے بے چینی رفع ہوتی ہے، جب کہ مادی چیزوں سے یہ بے چینی دور نہیں ہوتی۔

صوفی مزید کہتے ہیں کہ انسان کے نفس کے اندر مختلف طبقات ہیں اور علم فہمت و نفس ہی کا دوسرا نام "ذہن" سبب لگتی ہے۔ اس سبب عقلی کی رو سے "سانی" ذہن کی مختلف پریشیں ہیں۔ صوفی بھی کہتے ہیں کہ اسات، نفس، اہلہ اور نفس واد سے عبارت ہے اور نفس معنی کی تلاش میں ہے۔ نفس امارہ وہ شعور ہے، جس میں بُرائی موجود ہے، جو بُرائی پر اکتفا کرتا رہتا ہے۔ نفس ناطقہ وہ نفس ہے، جو اس کو اس کی برائی خوشبات یا حرکتوں پر غفلت طاعت کرتا رہتا ہے اور روک ٹوک کرتا رہتا ہے۔ یا جانتا دیکھتا ہے انسان کا ضمیر ہے۔ ان دونوں کی تکمیل جاتی رہتی ہے۔ ایک انسان کا شیطانی وجود ہے۔ دوسرا روحانی اور کھلی وجود ہے۔ اس تکمیل میں روحانی اور کھلی وجود کو غالب کرنا، اس کے بغیر ممکن نہیں کہ انسان مخصوص قسم کی نفسیاتی عقیدوں اور ریاضتیں کرے۔

جدید نفسیات کی رو سے انسان کی تمام نفسیں ایک ہی جنس (مچھرنے کی

میں) سے پیدا ہوتی ہے۔ ایک چیز جب آگہ کے پردوں سے چھوٹی ہے تو بصارت کی جس وجہ سے آتی ہے، کان کے پردوں سے چھوٹی ہے تو سماعت پیدا کرتی ہے، رہاں سے چھوٹی ہے تو لہو کو پیدا کرتی ہے، اگر ایک شخص ارتقاء کر کے چوٹی صحن پیدا کر سکتی ہے تو اس پندرہ صحن بھی پیدا ہو سکتی ہیں۔ جس طرح انسان کے اندر ظاہری صحن ہیں، اسی طرح باطنی صحن بھی ہیں، ان کا بھی ارتقاء ہو سکتا ہے۔ مثلاً یہ کہ میں اپنے ذہن کی قوت سے آپ کے اس قلب کی تعمیر کروں، ایک بات جو میرے ذہن میں ہے، وہ آپ کے ذہن میں وارد ہو جائے گا کر کے اپنے پسند کا کام آپ سے کرواؤں۔ اس قسم کی باطنی صحن پیدا کرنے کے لئے تسکین اور روحانی عقیدوں گرائی جاتی ہیں۔ مرشد کا اثر اپنے مریدوں پر وہی ہوتا ہے، جو چنانچہ کام ہوتا ہے اور مرشد اس قوت باطنی سے مریدوں میں بھی قسم کی عادات پیدا کر سکتا ہے اور پرانی عادات چھڑا سکتا ہے۔ ان باطنی قوتوں یا صحنوں کو عقیدوں کے ذریعہ بیدار کر لینے کے بعد بعد مقصد کے لئے بھی استعمال کیا جاسکتا ہے، اگر صحیح مقصد کے لئے بھی۔ صحیح مقصد یہ ہیں کہ آدمی کو اس کی عقل اور شیعہ کی حرکات پر قابو پانے کی طاقت دے اور اس کے روحانی اور کھلی وجود کو عقلی وجود پر غالب کر دے۔

صوفیاء اس بات کے قائل ہیں کہ اگر ہم اپنی ذہنی قوت کو ترقی دے دیں تو ہم ان شخصیتوں کو خواب یا بیماری میں مجسم دیکھ سکتے ہیں، جو انتقال کر چکی ہیں، ہماری ذہنی قوت کی وجہ سے وہ مجسم ہو کر نہ صرف ہمارے سامنے آتی ہیں، بلکہ ہماری رہنمائی بھی کرتی ہیں۔ اس میں کوئی تاخیر کا مقام وہ ہے، جہاں شیخ کی شخصیت سے مستقل رابطہ رہتا ہے۔ کوئی تاخیر اس کا مقام وہ ہے، جس میں ایک مسلمان کا ذات رسالت مآب ﷺ سے تعلق قائم ہو جاتا ہے۔

مولوی سے خوف زدگی کی نفی کا ہونا

معاشرہ میں ایک طرف مولوی کا احترام پایا جاتا ہے تو دوسری طرف اس سے خوف بھی لاحق ہے کہ یہ زندگی کو آسان بنانے کی بجائے مشکل بنا دیں۔ احمد کی



## مغرب پرستی حدیث رسول کی نظر میں

صحیح بخاری کی حدیث ہے کہ قیامت کی علامتوں میں سے پہلی چیز ایک آگ ہے جو لوگوں کو مشرق سے مغرب کی جانب ہانکا لے جائے گی۔ رسول کریم کی نگاہ کھلی۔ مشاہدہ بیان ہو رہا ہے کہ جب لہجہ کائنات کے زہرہ زہر کا ہونے کا وقت قریب آنے لگے گا تو اس کی ایک تبدیلی علامت یہ ہوگی کہ ایک ایسی آگ بھی کی جو لوگوں کو مشرق سے ہانکا مغرب کی جانب لے جائے گی، آگ جس لفظ ”ہار“ کا ترجمہ کیا گیا ہے، وہ ہار ہزار بہت سے معنی میں آتا ہے۔ ہار اعراب (آتش بنگہ) ہار اعداوت (آتش عداوت) وغیرہ بھی، شارقین حدیث نے یہاں سے فائدہ اٹھایا ہے اور اس آگ کو کھنڈ کی آگ قرار دیا ہے۔“

آپ کے کانوں نے یہ سنا، آپ کی آنکھیں آج دیکھ رہی ہیں، مشرق آپ کی آنکھوں کے سامنے کس چیز کی اور کس وقت کے ساتھ مغرب کی جانب ہانکا جا رہا ہے۔ (صفحہ ۶۳۹ جلد اول دہر دیا ہادی)

## اصلاح نفس، اللہ کی محبت اور ذکر و فکر کے حوالے سے نکات (نورسوی بیٹو)

انسان کا جذبہ محبت سے عبارت ہوتا  
اور اس کی تسکین کی صورت

انسان۔ نفس و عورت سے عبارت ہے، یہ محبت اس کی فطرت کا سب سے طاقتور دھبہ (نکات) ہے، پاکیزہ فطری محبت کی راہ میں جب رکاوٹیں ڈال دی جاتی ہیں تو یہ محبت یا تو ذاتی افراسی کی محبت میں تبدیل ہو جاتی ہے یا بھڑکسی مادی تصور کی صورت اختیار کر جاتی ہے یعنی دلچسپی یا تو عینیت کے نگرینے سے محبت یا کسی صاحب حسن و صاحب صلاحیت شخص کی صلاحیتوں کی وجہ سے اس سے محبت وغیرہ میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

جب کہ فطری اور حقیقی محبت وہی ہے، جو فرد کی محبوب حقیقی یعنی اللہ سے ہوتی ہے۔ یہ محبت اللہ کی ذات سے اس کی ذات کے تقدس اور برتر و بالا یعنی اس کی اور ماری کا نکات کی خالق ہستی اور سارے حسن کی منبع ذات ہونے کی وجہ سے یہ ذاتی نوعیت کی محبت ہے، جو انسان کے غریب میں گردش کرتی رہتی ہے اور یہ فطرت کا ایسا نامزد و عید ہے، جس سے انسان کے سارے جذبہ، ساری حسرتیں، اور سارے اذیان ثابت ہیں۔ اللہ کی ذات سے فرد کی یہ محبت ایسی ہے، جو غائب ہونے کی صورت میں فرد کے دل کو دوسری چیزوں سے غافل کر دیتی ہے، ذات کی اس محبت کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ محبت، محبوب اور محبت تینوں کے درمیان سارے واسطے ختم ہو کر، وہ یکساں ہو جاتے ہیں جس کا نام ملکہ کان اللہ وہ (جو اللہ کا ہو جانا ہے اللہ اس کا ہو جانا ہے) کی صورت ہو جاتی ہے۔ یہ وہ مقام ہوتا ہے، جہاں محبوب کی مرض بندہ کی مرض بن جاتی ہے، محبوب کی طاعت، اس دہان کا حصہ بن جاتی ہے۔ وہ جی وہ محبت سے، جس سے انسانی شخصیت کی ساری

فرشتوں واپس ہیں اور یہی طاقتور جنت، فرد کو اللہ کے بندوں سے ممتاز اور بے  
فرمانہ جنت کے تعلقات استوار کرنے کا ذریعہ بنتی ہے، جو حق کا احکام اسی جنت  
سے وابستہ ہے، دین و شریعت کی عمارت بھی محبوب حقیقی کی اسی جنت پر قائم ہے۔

اللہ کی ذات سے یہی جنت فرد کو دنیا میں غلامت کا انتقال دلا کرتی ہے۔  
قرآن میں مومنوں کی یہی طاعت و خصوصیت یہ کی گئی ہے واللہ اعلم بالصواب  
اللہ کی جس ذاتی جنت سے دین و دنیا کی جملہ سعادتیں وابستہ ہوں، اس جنت کا  
حصول اور اس کے ارتقائی مراحل طے کرنا، ایسا کام ہے، جو دین و شریعت کے لئے  
نصبِ امین کی حیثیت رکھتا ہے۔ اسی اللہ کی جنت کے راز دلوں کا کہنا ہے کہ  
سارے انبیاء کرام کی محنت کے مقصد کو مٹھ کر اللہ تعالیٰ میں بیان کرے کہ لے لے لے  
چائے تو بیک کہ چائے گا کہ انسانی فطرت میں محبوب حقیقی سے دو جنت شدہ پاکیزہ  
جنت، جسے گھر کا ماحول اور تعظیم و تہذیب کا ماحول دیا دیتا ہے، اسے بیدار کرے  
محبوب حقیقی کی طاعت کے ذریعہ اسے ارتقائی صورت دی جائے۔

اللہ نے دل کی عادت اپنے نام پر رکھی ہے، اس لئے محبوب حقیقی کے لئے  
دل کی چاہت بے پناہ ہے، بلکہ نہ ختم ہونے والی ہے۔ جب دل کو اللہ کے نام کے  
عمرار کے ذریعہ اس کے انوار حسن کی خوراک دی جاتی ہے تو دل کی ایک حد تک  
تھکن دور ہونے لگتی ہے، اس کی تھکن ہونے لگتی ہے۔ دوسری صورت میں دل، جس  
کے تابع ہو کر، مادی حسن پر فریضہ ہونے لگتا ہے، اور جس اسے مادیات کی دلدل  
میں چسپاں دیتا ہے۔ مادیات کی وہ دلدل ایسی ہے کہ اس سے ہر نکلنے کی صورت کا  
پیدا ہوتا ہے نہ کہ رخسار ہو جاتا ہے۔

دنیا میں پیدا ہونے والا سارا انسان دل کی اس تھکن کی وجہ سے ہی پیدا ہوتا  
ہے، جو اس کے عقل و پاکیزہ پنہایت جنت کی تسکین کی راہ میں رکاوٹ پیدا کرتے  
اور اسے مادی جنت کی راہ پر لگانے کی صورت میں دھکا دیتا ہے۔

دس چنک یک جہری چیز ہے، جس سے دودھ سے مادی چیز ہے، بلکہ وہ محبوب  
حقیقی کے ساتھ مشق و محبت کا ایک نہ ختم ہونے والا شعلہ ہے، جو مشق سے ہی

فروزاں دیتا ہے، محبوب کے ساتھ دل کا یہ مشق دین اور موت کے بعد اور قیامت  
میں مسلسل ارتقائی مراحل طے کرنے کا اور مشق کے اس شعلہ کی تسکین پنہایت میں  
محبوب حقیقی کے دیدار کے علاوہ کسی اور چیز سے ہونا ممکن ہی نہیں۔

وہ لوگ جو محبوب کے ساتھ دل کے مشق کو بیدار کر کے ذکر و فکر اور غصہ نہ  
عبادت کے ذریعہ اسے ارتقائی صورت دینے کے کام سے غافل ہیں، جو سراپا مادی  
رنگی میں مستغرق ہیں، وہ ہر اقتدار سے قابلِ رحم ہیں، ان کی رحم کی یہ حالت ایسی  
ہے، جس پر جس قدر صدمہ و تاسف کا اظہار ہوا، وہ کم ہے، اس لئے کہ محبوب حقیقی  
کے بغیر دل کی حالت طمس و اندیش کی ہی ہوتی ہے، ایسا دل رحمت کے مساکے سے  
صدمہ برآ ہونے کے سلسلہ میں حوصلہ ہمت اور خود اعتمادی سے محروم ہوتا ہے، وہ قدم  
قدم پر پاس کا فکار ہو جاتا ہے، وہ اعتدال اور تسکین کا جھکی صفات سے بے بہرہ ہوتا  
ہے، ایسے دل کی حالت اس شخص کی ہی ہوتی ہے، جو شک و اور پھگٹنے سے مل کر  
رو جاتا ہے، موت کے وقت موت کے بعد اور قیامت میں اس دل کی جو حالت ہو  
سکتی ہے۔ وہ ناقابلِ بیان اذیت کی حالت ہے۔

اللہ کی محبت کی بات کو سادگی سے لینا اور اسے اہمیت نہ دینا اور اسے سمجھ  
میں سمجھتی اختیار نہ کرنا اپنے آپ کو علمِ عظیم ہے، اور قیامت چیزِ حالت سے گزرنے  
کے مترادف ہے۔

لگشی قوتوں و شکست اسے کہ محبوب حقیقی کا قرب حاصل کرے اور مشق و محبت  
کے انعام اور لطائف کا حصاد ہونے کے لئے جن چیزوں کی ضرورت ہے، وہ  
دریافت کیا۔

(۱) اسلامی شریعت پر پوری محبت و استقامت سے گامزن ہونے کی کوشش کی  
جائے، خود خدا تعالیٰ کا مظاہرہ کرتے ہوئے جس اس عادت کو چھوڑنے کی سعی کی جائے،  
جو شریعت کے خلاف ہے اور ہر مسئلہ پر عمل کرنے کے لئے فکر مند و اختیار کی  
جائے۔ شریعت کی یہ راہ بظاہر جتنی بھی دشوار نظر آئے، ساری قوتیں جمع کر کے اس  
دشواری پر قابو پانے کی کوشش کی جائے۔ ایسا کرنے سے اللہ کی محبت کا رجحان آہستہ

آہستہ غالب ہوتا جائے گا۔

(۲) اللہ کی قربیت، بے کس اور محتاج مخلوق کی عود و خدمت کو دیکھ کر بڑا چاہئے، اس خدمت کے لئے اپنے آپ کو ہر ممکن طریقہ سے آمادہ کرنے کی کوشش کی جائے۔ خدمت کا یہ کام ایسا ہے، جس کی وجہ سے محبوب کی طرف سے عطا ہوتی ہے اور فرد و افراد کی یہ ادا اللہ کی محبت کا ذریعہ بنتے گئے ہیں۔

(۳) ذکر، غز، عبادت اور قرآن سے اپنا تعلق مستقیم سے مستقیم کر لیا جائے، جب تک محبت کی راہ وادب ہو جائے اور ایک حد تک اصلاح نفس کا عمل نہ ہو جائے، جب تک دوسروں کی اصلاح کا کام ہاتھ میں نہ لیا جائے۔ اس لئے کہ سکیمات مصلحتیت پیدا ہوئے اور نفس کی کچھ تہذیب ہونے سے پہلے دوسروں کی اصلاح کے کام کو دیکھ کر ہالے سے دھکی اور ٹکڑا ہوا ہونے اور اس سے استغناء میں تقسیم پیدا ہونے کا شعور لاحق ہے۔

ایک اہل اللہ کا یہ قول بہت اہم ہے کہ جب تم مخلوق کو دعوت دینے کا عزم کرو تو پہلے خود کو دعوت دینا، اس لئے کہ جب تمہیں کوئی دوسرا دعوت دے تو تم اس کو ناپسند کرتے ہو، جب تک تم خود کو دعوت دینے والے نہیں ہو گے، اس وقت تک دعوت دینے والے نہیں بن سکتے۔

(۴) اہل اللہ کی محبت، اختیار کی جائے اور اس محبت اختیار کرنے کو دیکھ کر بڑا چاہئے۔ اس محبت کے ذریعہ ذکر و فکر کی مشق بھی پختہ ہوتی جائے گی تو ساتھ ساتھ آہستہ آہستہ پر فی فائدہ عادات سے نہایت کی صورت بھی پیدا ہوتی جائے گی، ساری شریعت پر عمل ہوا ہونے کی استعداد بھی آتی جائے گی۔ باطنی برائیوں کا دھماکہ اور ان کے ازالہ کے صورت بھی پیدا ہوتی جائے گی۔

اہل اللہ کی محبت سے اللہ کی محبت کا رنگ غالب سے غالب تر ہوتا جائے گا۔

فرد کو یہ سیکھنا بھی طرح سمجھنا چاہئے کہ وہ اللہ کی جس محبت کی خاطر مادی ترقی اور دولت کو ترجیح دے رہا ہے، یہ دولت آفت ہے آفت، جب فرد میں دولت کی

محبت اور اس کی کشش پیدا ہو جاتی ہے تو یہ وقت کو اس طرح برباد کرتی ہے کہ موت تک فرد جوش و احساس میں نہیں رہتا، فرد پر حالت جنون طاری رہتی ہے، نہ نئی مادی سرگرمیوں اور مادی زندگی کی ترقی کے لئے نئے امکانات کی تلاش اسے جنون وار بنا دیتی ہے۔

دولت کا سبکی جنون دوسروں کی حق تلفی، شہادت کلی، جنگ دلی اور دولت پر سانپ بننے کی تعلیمات، پانڈے سے پانڈے تر معیار زندگی اور آخرت کی زندگی سے بے لگاری جھکی محبت ساری غریباں اپنے ساتھ لانا ہے۔

اگر قافیت، سادگی اور خوشی سے پر راضی رہنے کی زندگی اختیار کر لے، اللہ کی رحمت اختیار کی جائے تو نہ، مسکون و مسکینت کے ساتھ رات، وقت، دوسرا دینہ و نہ چیز میں حرکت عطا فرماتے ہیں۔

یہ بھی فرد کو ہر روزی ملتی ہے وہ تو دل کر رہے گی۔ دولت کی فکر کو مصلحت کر کے زیادہ روزی کے لئے ساری توانائیاں بیشتر توانائیاں استعمال حاصل ہے، اس لئے کہ روزی کی ایسی جدوجہد اپنے ساتھ نئی آفتیں لاتی ہے۔

دل کی نشلی تھکین کی واحد صورت اللہ کی محبت کی راہ ہے، دوسری صورت میں اگر دل کو کائنات میں موجود سارے حسن کے مناظر و مظاہر بھی عطا ہوں اور اور مادی دنیا کا فزائ بھی حاصل ہو تو اس سے اس کی حسرت قائم ہی رہے گی اور موت کے بعد دل کو مادی جسم کو چار و پنج و ذرا بیخ سے آسائش فراہم کرنے اور مادی حسن پر قناعت کی وجہ سے آفت کے شعلوں سے گھڑا ہوگا، اور اس سے بچو؟ کی صورتیں مسدود ہو جائیں گی۔ تعلق علی الاطلاق (آگہ دل کا گھیرا کر کے گی)۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ سے محبت کی زندگی سے جو لذتیں اور مسرتیں دہشت ہے، اگر افراد کو ان لذتوں کا معمولی سا ادراک بھی حاصل ہو جائے تو وہ مادی زندگی کی ان ساری خوشیوں کو اللہ کی اس محبت پر نثار کر سکتا ہے۔ بلکہ مادی زندگی کی ساری خوشیاں اس کے لئے اللہ کی محبت کے مقابلہ میں ذرہ کی حیثیت بھی نہیں رکھتی، اللہ ہمیں اپنی محبت سے آشنا دل دلا فرمائے، تاکہ ہم اس کی محبت کی راہ پر

ہر چیز کو بنیاد کرتے ہوئے تیز رفتاری سے چل سکیں، تاکہ اس محبت میں آخرت میں رتقا پر ارتقا کی سعادت حاصل ہو سکے۔

اللہ کی محبت سے محروم دل کو جہاں اس دنیا میں جبراً ہر آدمیوں سے گرج پڑتا ہے، آخرت میں اس سے جبراً ہر گناہی آدمیوں سے گزرا دینا پڑے گا، فطرت سے بیدار ہوئے اور اٹھنے کی ضرورت ہے۔

ذاتی دباؤ اور بے چینی سے  
بچاؤ کی واحد صورت

جب دس درجہ بے یگانہ ہوتے ہیں تو خطرات، دوسرے خدشات، بے چینی اور اپنے سوا کسی مستقبل کے خطرات لاحق ہونے لگتے ہیں۔

ان خطرات کی دوری کی صورت ایک ہی ہے، وہ ذکر و فکر کے ذریعہ دل و راس کو محبوب حقیقی کے انوار حسن کی خوراک دینے رہتا اور اخص اور پوری توجہ سے اس کی محبت ہو، تا ہے، حضرات، بے چینی اور دوسروں سے بچنے کی اس کے علاوہ کوئی صورت نہیں ہے۔

صرف وہ جو کسی قوتوں کا ہالیہ پھاڑنے کر چکے ہوتے ہیں اور جو کسی بیماریوں کے عکس ہیں۔ خطرات کے بارے میں ان کا تجربہ یہی ہے۔ طالب کو ہر طرح کے خطرات و دوسروں کے بارے میں ان کے تجربہ کردہ نیکو استعمال کرنے کی تعلیم کا نتیجہ دیکھنا پڑتا ہے۔

طالب پر جس وقت بھی بے چینی اور مستقبل کے حوالے سے خطرات لاحق ہوں اور وہ سخت دباؤ کا شکار ہو، اسے حوصلہ دہشت کے کام لے کر، ذکر و فکر کے نیکو استعمال کر لیتا چاہئے، ان شاء اللہ، سارے خطرات جو اس کی نفسیات میں پکڑ اور اس کے ایمان کو متاثر کر دیتے ہیں، دور ہو جائیں گے، اس لئے کہ ذہن، نصیحت اور سنی حیا سب دس درجہ کے تابع ہیں۔ اور دس درجہ، وہ جوہری حقیقت ہیں، جو محبوب حقیقی سے رابطہ کے لئے ہر وقت مضطرب رہتے ہیں۔ ہمیں جس محبوب حقیقی کے ذکر کی غور کرنا چاہئے ہے تو ان کے اضطراب میں ہی واضح ہونے لگتی ہے۔ اور ان میں شہداء آجائے سے ذہن، اعصاب اور نفسیات میں بھی

شہداء اور قوازم آجاتا ہے۔ فرد و افراد انہوں تجربہ کر کے دیکھ سکیں، بے چینی اور خطرات سے نجات کی صورت کا پتہ پانا ممکن نہیں۔

اضطراب اپنی چیز ہے، جو فرد و افراد کو نفسی قوتوں کی گرفت سے آزادی دل کر محبوب حقیقی تک پہنچانے کا ذریعہ ثابت ہوتا ہے۔ اس لئے روح اور دل کا اضطراب اس اعتبار سے فرد کے لئے نعمت ہے۔ یہ اضطراب ہی اسے ذکر و عبادت کے ذریعہ محبوب کی رہبر مشعل عروسی سے ملنے پر کھاتا ہے۔ اس لئے اس اضطراب کی قدر کرنی چاہئے، نہ کہ اسے سختی اور محبوب سے دوری کا ذریعہ بنانا چاہئے۔

ذکر، بندہ مومن کی ایسی باتگاہ ضرورت ہے کہ اس کے بغیر اس کی زندگی کی کوئی نگر درست نہیں ہو سکتی، ذکر کی مطلب تقدار میں خوراک کے بغیر اسے زندگی کے بے تاتہ معاملات بگڑتے ہوئے نظر آتے ہیں، وہ جس چیز میں بھی الجھا رہا ہے گا، اس میں خیر کے بجائے بگاڑ واقع ہوگا۔ اشتغال، چڑچڑاہٹ، آپ سے باہر ہو جائے، زندگی سے بے ذہنی کی کیفیات، ہر معاملہ کے منتی پہلو کا غالب آجائے، نیک کی راہ میں بہت حوصلہ کا فقدان، تکبر اور احساس کمتری و احساس برتری خود راہی بھی ساری چیزیں ذکر و محبت سے عروسی کا نتیجہ ہی ہوتی ہیں۔ ذکر کی بجائے مادی کوششوں اور زمانہ ساری کے ذریعہ بگڑے ہوئے معاملات کے حل کی کوششیں تو عارضی ثابت ہوں گی یا پھر وہ ناکافی سے وہ چار ہوں گی۔

یاد رہے چاہئے کہ انسان کے اندر بے تالی کی ایک آگ بجی گئی ہے کہ اگر ذکر و فکر اور حضانہ عبادت کے ذریعہ اسے بجھائے رہنے کی راہ اختیار نہ کی گئی تو فرد و افراد کا دل اس آگ میں جتا رہے گا، جس کے نتیجہ میں زندگی حباب بن جائے گی۔ اگر یہ کیا جائے تو یہ پانچ ہوگا کہ ذکر و فکر اور حضانہ عبادت سے عروسی کے نتیجہ میں فرد کی حیثیت اس شخص کی ہی ہو جاتی ہے، جو آگ کی شہید نہیں اور جہنم کا شکار ہو جائے۔ وہ سرمایہ دیکھ، غم اور اذیت سے مرہون آجاتا ہے۔

اسے غافل انسان، جس جتنی سے جتنی وہ جہاد پیش ہے، جس نے تجھے، روحی عطا کی ہوئی ہے تو چہیں گھنڑوں میں دل کی گہرائیوں سے اس کے ذکر کے لئے ایک گھنڈ بھی نہیں نکال سکتا اور اس کے لئے غفلت بھانے بناتا ہے، یہ بھانے ہارنی مصروفیات کے سلسلہ میں کہاں پہلے جاتے ہیں یعنی دیکھنا بھانے کے کاموں اور مصروفیات

کے نئے وقت حاصل ہے۔ اگر وقت نہیں ہے تو محبوب سے ساتھ مصروفیت سے نئے وقت نکلیں، اس سے بھر محبوب منتقلی (جو کسی کی سب سے بھر محسوس سستی ہے) اس کی سب قدری ۱۰ یا سو یعنی ہے۔ تاکہ سب کی سستی دھو دے، اس وقت سے ذکر و فکر کے ذریعہ تعلقات کے نتیجہ میں وہ ۳۰ کو خود ہی سادگار بنا لیتی ہے، یہ ۱۰ ہم وقت سے جو انوائے شیطانی کے نتیجہ میں سب کر رہی جاتی ہے۔

یاد رکھیں، ذکر سے عروسی اپنے ساتھ نیکوڑوں مسائل بھڑکھٹا لاتی ہے، جس میں بہت دھول کا قدر، نفیست دکھائی کا قلب، فکری اعتبار، اللہ کی بجائے بندوں کی رضا جوئی سے مسائل کے حل کی نفسیات، اپنے معاملات کے بگاڑ میں دوسروں کو مورد اہتمام ٹھہرانا، ہر وقت دنیا کے مستقبل کی فکر کا لالچ ہونا۔ سو ہم خیالات کی وجہ سے دوسروں سے شکوک و شبہات میں مبتلا ہوتا، افراد سے کام لینے اور ان کی دل جوئی و خوش دلی کی صلاحیت سے محروم ہوتا، دل اور زبان پر سسرال کا نہ ہونا۔ دوست احباب مزاج واکار سے بدگمانی کا ہونا، دین کی کیفیت کا طالب ہونا، بکران سے نکلنے کے لئے ہادی و سائل کو حرف آخر کھینچا اور فی فی ہادی تہجروں سے کام لیتے رہنے پر اکتفا کرنا وغیرہ یہ ساری چیزیں ایسی ہیں جو دل کی، ذکر سے عروسی کا نتیجہ ہیں۔ دل روئے کو جب اس کی منتقلی خدا سے تھی تو وہ توانائی سے سرشار ہوجاتے ہیں، وہ یہ توانائی سارے صفا کو حمل کرتے، بچے ہیں، جس سے فرد ہمہ مصائب سے نجات پا کر حوصلہ و صبر سے زندگی کے مسائل سے عہدہ برآ ہونے کی صلاحیت سے بہرہ ور ہوجاتا ہے اس وقت فرد کو احساس ہوتا ہے کہ میں جن مسائل مصائب کی شدت سے دوچار ہوا تھا، وہ تو ذکر سے عروسی کے نتیجہ میں بچا ہونے والا تاریک احساس تھا، اور احساس کی پاکیزگی کی وجہ سے سارے مسائل کی احساس شدت ختم ہوگئی اور مسائل، مسائل باقی نہ رہے۔

ذکر سے عروسی سے روش ہی ایسی چیز ہے جو فرد کو زندگی کے دوراے پر کھڑا کر دیتی ہے جس سے وہ زندگی بھر نئے نئے تجربوں میں مبتلا ہوتا رہتا ہے، اور اس کے تھکرات ختم ہونے کا نام ہی نہیں لیتے اور اس کے لئے زندگی اگلاؤں پر لینے کے برابر ہوجاتی ہے۔

اہل اللہ، جو اللہ کی محبت کے راز و دان اور اس کے ذکر کا ذخیرہ جمع کئے ہوئے

ہوتے ہیں، ان کی محبت ہی ایسی چیز ہے، جس سے فرد کو ذکر کی مسلسل یاد دہانی بھی ہوتی رہتی ہے تو ساتھ ساتھ ذکر و فکر کے لئے بہت دھول بھی پیدا ہوتا رہتا ہے۔

پائنتی ملت کی حالت زار

اور ذکر کے اہتمام کے ذریعہ اس کے تدارک کی صورت

آج مسلم ملت کی جو حالت زار ہے، اس پر ہر جنس فرد خون کے آنسو بہاتے ہیں۔ مسلمانوں کو مسلم امت کی زندگی کا کوئی شبہ اور کوئی محاذ نہیں رہا، جس پر وہ عالمی کفر کے ہاتھوں شکست و ریخت سے دوچار نہ ہو۔ تہذیب محاذ ہو یا ذاتی آزادی کا محاذ، معاشی خود کفایت کا محاذ ہو یا تعلیمی و ترقی اور معرکی دیسی۔ "روٹی کا محاذ، ہر اقتدار سے وہ بارہ پرست عالمی طاقتوں کی مقابلہ دوست گھر ہے۔ ان محاذوں میں سب سے خوفناک محاذ ذاتی آزادی اور تہذیبی خلیفہ کا محاذ ہے، جس نے عالم اسلام کو کفر کی طاقتوں کا قہر بردار بنا دیا ہے۔

ان محاذوں پر شکست کا نتیجہ ہے کہ ہماری سیاسی آزادی ختم ہے، ہماری سیاست کا سارا نقشہ عالمی قوتوں اور عالمی شہنشاہ کی طرف سے بن کر آتا ہے اور ہمارے حکمران اس پر عمل پیرا ہونے کے پابند ہوتے ہیں۔ ہماری معیشت آراء نہیں، ساری معاشی پالیسیاں، عالمی دینیوں کی طرف سے بن کر آتی ہیں یا نافذ ہوتی ہیں۔

ہمارے تعلیمی و ترقی نظام آراء نہیں، عالمی کفر کے تعلیمی و ترقی نظام پر پوری نگاہ رکھتا ہے کہ اس کے ذریعہ سے ہجرت و مسلمان دین کے فرد، چار، چار، چار کی بجائے غلے پرست اور تہذیبی جہاد پر فریاد افراد چار ہو کر سامنے آئیں، اس سلسلہ میں ہمارے پڑوسی کفر کے نصاب سے لے کر اسلام کے نصاب کی سطح تک ایک ایک چیز کی گہرائی کی جاتی ہے۔ ہماری میڈیا کو مختلف طریقوں سے خرید لیا گیا ہے، چنانچہ اس کی طرف سے مسلم معاشرہ کو دیوانے بنانے اور بار بار آزار و نقصان پہنچانے کی کاوشیں عروج پر ہیں۔

پاکستان کی مسلم ملت عرصہ سے امن و امان کی نعمت سے محروم ہے۔ اس لئے کہ عالمی شاہنشاہ نے ہمارے ہی افراد کو خرید کر، انہیں مختلف فرسے دے کر، ان کی ذہنی ساری کر کے، انہیں قتل و کدورت گہری کی راہ پر گامزن کیا ہوا ہے۔ حکمران چونکہ عالمی شاہنشاہ کے مراعات یافتہ ہیں، اس لئے وہ قتل و کدورت گہری کی راہ کے کی سچیدہ کوششوں

کے لئے تیار نہیں، کرپٹی شریکِ عرصہ سے بے گناہ افراد کا قتل کا وہ گیا ہے۔  
مغربی کلامِ تعلیمی کی تباہ کاریاں اس حد تک پہنچی چکی ہیں کہ ہمارے ملک کا ملک  
بھگت بردہ ہیں اور وہ یہ تعلیم پختہ فردِ اخلاقت ہونے کے لئے تیار ہے، ہمارا سے زیادہ  
افراد ہیں، جنہیں ایم ن کی اوز کے ذریعہ پر مار، بیگورم کی فضا پیدا کرنے کے مقصد  
کے لئے استعمال کیا جا رہا ہے۔

یہ صورتحال دیکھی ہے، جسے کسی سیاسی یا کسی بلگامی انتظامی طریقہ سے تبدیل کرنا  
عسکن نہیں۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ مادہ پرست اور نفس پرست قوتوں کے خلاف  
اقدام کے نہ صرف توجہ سے دیا جائے اور نہ ہی اس کے خیر کو بھار کر کے، اس کی باطنی  
صوبوں کو جانور بنا دیا جائے، تاکہ وہ ذاتی منہد کی خاطر ملت فرائض سے کردار سے  
اندرونی یعنی قوت اور یعنی نور کے دور سے ہٹ کر کسک اور مت اسلامی کے جماع  
کے لئے دینی حیات کے جذبات کے تحت کردار ادا کر سکیں۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ (بے شک اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حیات  
میں گمراہی نہیں کرتا جب تک وہ خود اپنے اندر میں تغیر برپا نہیں کرتی۔)

انسانی نفس کی فوجیت کو سمجھنے والے مسلم باہرینِ تعلیمات (مہتممین اصلاح میں  
ال امت اور علمائے رہائش کہا جاتا ہے) اس کا کہنا ہے کہ انسانی نفس کی قوت بے انتہا  
خود ناک ہے۔ یہ قوت ہمارے درمیان کی قوت سے بیکھر خدائے پاک ہے۔ یہ قوت ہم  
ہم سے زیادہ خود ناک ہے۔ نفس کی اس قوت کو اللہ و رسول کے تابع بنانے، اسے  
مہذب بنانے اور اس قوت کو اسلام اور ملت کے عطاوارے کے لئے استعمال کرنے اور  
نفس کی قوت کی طرف سے غارتی دشمن کی ہماری مالی مراعات سے انکار کرنے کی تعلیمات  
پختہ کرنے کی صورت یک ہی ہے کہ مسلم معاشرہ میں رجوع الی اللہ کی تحریک شروع  
ہو، رجوع الی اللہ کی یہ تحریک نہ صرف ہمارے ملکوں کو مستحکم کرنے سے ہی مستحکم ہو سکتی  
ہے۔ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الْمُبْتَلِينَ (اللہ کے ذکر کو معمولی چیز نہ سمجھیں۔ یہ بہت بڑی چیز ہے، بہت  
بڑی طاقت ہے۔)

اللہ کے ذکر کی کہی سے روح دل بپار ہو جاتی ہے، جس سے نفسانی خواہشات  
حافظہ ہو جاتی ہیں، اس سے افراد کی تعلیمات میں فساد برپا ہو جاتا ہے اور معاشرہ میں وہ  
ساری تباہیاں پیدا ہو جاتی ہیں، جس کا ہم دیکھ رہے ہیں اور جس کا اس وقت ہمیں

سابقہ درجہ ہیں۔

جب چاہ وہ جب ہمارے دل کی دوزخ دشمن سے پیچھے لے کر اپنی ملت کو پامال کرنے کی  
سرگرمیوں، کڑی کے حصول کے لئے ایک دوسرے سے دست بردار ہوتا، مگر ہی،  
یعنی فتنہ، فتنہ، فتنہ اور فتنہ، فتنہ کا پختہ اور اس کی وجہ سے کل فتنات  
سُورِی کی روش پر گامزن ہوتا، مگر نوبت و دشمنوں کی طرف سے ٹوٹ مار کا سلسلہ شروع  
ہوتا، تعلیمی طبقات کی طرف سے حدودِ مہتممین کی خاطر ایک دوسرے کو گمراہی کی کارکنوں کا  
ہوتا، ذہنیاتی کی پہنچی ہوئی تباہیوں، سیاست سے لے کر گمراہوں تک کو میدان جنگ  
بنانے کی صورت کا ہوتا، دولت و دنیا کو مقصد بنا کر اللہ کی دہی ہوئی ہماری توانائیاں  
دولت کے لئے صرف کرنے کے جنوں کا ہوتا، زیادہ سے زیادہ الحاک بنانے، بڑی بڑی  
گازیں اور ملکوں سے نہ فتح ہونے والے خواب وغیرہ یہ ہماری پامال ہونے میں  
موجود ایک زبردست خدا کا نتیجہ ہیں، یہ ملا دراصل دل و روح کی کلکتہ ذکر کے ذریعہ  
عجیب و غریبی کے نور جس سے ہم بہرہ ور ہوتے ہیں کہ اللہ ہے، اس ملا کو ذکر بکھر اور اللہ  
اور اس کی خصوصیات اطاعت کے درجہ میں چار کیا جا سکتا ہے اسے بے کرنے کا دوسرے کوئی  
طریقہ نہیں۔

جب تک معاشرہ میں ذکر بکھر اور فضا میں اطاعت اور رجوع الی اللہ کے ذریعہ  
زندگی سے رہا کو بدلنے کی تحریک شروع نہ ہوگی، اگر ہمارے ملکے مستحکم نہ ہوں  
گئے۔ ہماری قومی زندگی میں پھٹنے ہوئے زوال و فساد سے بچاؤ کی ہماری صورتیں  
مستحکم رہیں گی۔

اللہ کے ذکر میں وہ توانائی اور نور موجود ہے کہ وہ فرد و افراد کو باطنی دنیا، باطنی  
جدید اور نفسی قوتوں سے اہم الحاک جوہر انسانیت سے بہرہ ور کرنے کا ذریعہ بنتا  
ہے۔ اللہ کا کلکتہ ذکر اور اس کی فضا میں اطاعت اپنے ساتھ اللہ کی مدد و نصرت، اور  
مہتممین لائے کا موجب بنتا ہے، اللہ کا کلکتہ ذکر افراد کو جوڑنے، امت کے اتحاد کو  
پختہ کرنے اور افراد کے درمیان موجود دشمنیوں اور اختلافات کو ختم کرنے اور وحدت  
امت پیدا کرنے کی خاصیت رکھتا ہے، کلکتہ ذکر، دنیا کے حوالے سے افراد کے  
سارے خیالات، احساسات و جذبات کو پاکیزہ بنا کر ان کی ہماری صورتوں اور اہم نوبتوں  
کی تکمیل کا ذریعہ بنتا ہے۔



کثرت ذکر کا نور فرد کے حوائجِ مادیہ کی اس طرح تکمیل کرتا ہے، جس سے دس میں اللہ کی محبت کے علاوہ دوسری محبتوں کے لئے گنجائش موجود نہیں ہوتی، گروہوتی بھی ہے تو وہ اللہ کی محبت کے تابع اور اس کے احکامات کے مطابق ہوتی ہے، کثرت ذکر کی ایک خاصیت یہ ہے کہ یہ فرد دائرہ نہ کے سوا جنت میں اور اللہ ابن کا ہوتا ہے، حدیث کے مطابق من کن اللہ فہو اللہ ملت کے جس گروہ کے ساتھ اللہ کی محبت شامل ہو جائے، وہ فیما سے وہ چار ہو، اس میں کئی دعواتِ گری کا سلسلہ شروع ہو، دین اسے سازشوں کے ذریعہ پائی کرے، یہ ممکن ہی نہیں۔

کثرت ذکر کا نور اپنے ساتھ صفت، فراست و بصیرت بھی لے کر آتا ہے۔ جمود و جمود المسوس لسانہ بھٹہ ہور اللہ، مومن کی فراست سے فرد، اس لئے کہ وہ اللہ کے نور سے دیتا ہے۔

رسالہ پہلے نے ذکر کے مقول کو جنت کے باغوں سے تعبیر کیا ہے، فرمایا ہے کہ جنت کے باغوں سے گزرا کر تو جنت کے باغوں سے گزرا کر وہ صحابہ کرام نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ، جنت کے باغ کیا ہیں، آپ نے فرمایا۔ ذکر کے بتلئے۔ اللہ کے رسول نے ذکر ہی کو زندگی قرار دیا ہے اور ذکر سے عمری کو موت سے تعبیر دی ہے۔

ذکر تقویٰ پیدا کرتا ہے، جو سارے گناہوں سے بچاؤ کی صورت ہے۔ جس تقویٰ کے نتیجے میں، دین دنیا اور آخرت کی جملہ سعادتوں کی خوشخبری ہے۔ یاد رکھیں، یہ دنیا، اللہ کے ذکر سے ہی قائم ہے۔ جب اللہ کے ذکر کی تعداد کم ہو جائے گی، دنیا کا بڑا بڑا مڑ لپیٹ دیا جائے گا۔ حدیث شریف سے کہ دنیا اس وقت تک قائم ہے، جب تک اس میں ایک بھی اللہ اللہ کرنے والا فرد موجود ہے۔

ذکر اپنے ساتھ اللہ رسول کی قصص، اخلاص، محبت و دین، اشاعت و دین، قلب و دین اور فکر اور فکر کی قوتوں کے خلاف جہاد کے جذبات بھی ساتھ لاتا ہے۔ یہ ساری چیزیں ذکر کی خصوصیات میں شامل ہیں۔

جب اللہ کی قصص، اخلاص والی زندگی حاصل ہو جاتی ہے تو اللہ کی طرف سے دین و دین بشارتیں ملتی ہیں۔

وَمَنْ تَعْلَمِ الْغُرُيَ اسْتَوِ اَنْفُو لَعَسَ عَلَيْهِمْ ثُلُثُ النُّجْمِ وَالْاَرْضِ (اور اگر یہ

دیکھتے والے ایمان لائے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ان کے لئے زمین و آسمان کی رحمتوں کے دروازے کھول دیتے)۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ عَلَىٰ مَا لَمْ يَكُنْ مِنَ الْوَعْدِ (اللہ تعالیٰ ثابت قدم رہے گا مومنوں کو جو بات یقینی (مگر ۱۰۰) کی برکت سے دنیا کی زندگی میں بھی تو آخرت کی زندگی میں بھی)۔

لِّلَّذِينَ آمَنُوا مِن بَعْدِ الْمَوْتِ وَالَّذِينَ لَا يَرْجُونَ عَذَابَ اللَّهِ (انہوں کو اللہ کے لئے اس دین میں بھی بھرتی ہے تو آخرت میں تو حیرت بھرتی ہے)۔

اپریشان کا بیڑا ہوا مرض

طلاج دہ اندر

اور چہرہ میں دوسری بیماریوں کے ساتھ ساتھ اپریشان کی بیماری غیر معمولی طور پر بڑھتی ہے اور خاص صورت اختیار کر چکی ہے۔ دنیا کا کوئی گوشہ گوشہ اور کوئی گوشہ گوشہ اور شہر کا کوئی حصہ اب نہیں ہے جہاں اپریشان کا مرض عمومی صورت اختیار نہ کر چکا ہو۔ چونکہ ہر نوعیت کے فلسفہ زندگی کی بنیادیں غافل مادی نوعیت کی ہیں، اس لئے وہ انسانی شخصیت کی مہارتوں میں موجود عقلی جذبات و احساسات اور اس کی اصیبت و ذہنیات کو سمجھنے، اس کے علاج کی کچھ فکر کرنے کی بجائے مادی نوعیت کے حور طریقوں اور حکمت عملی سے اپریشان کا علاج کرنے کی راہ پر گامزن ہے۔ مسلم معاشرہ میں صدیوں سے لوگوں کی ذہنی تربیت اس طرح ہوتی ہے کہ اول تو یہ بیماری ایک خاص حد سے آگے نہیں بڑھتی تھی، اگر بڑھتی بھی تھی تو اس کے علاج کی آسانی سے صورت پیدا ہو جاتی تھی، اہل میں اپریشان کے مسئلہ میں مسلم نوعیت کا موقف نہیں کیا جا رہا ہے۔

مسلم نوعیت، جس کی تاریخ چودہ سو سال پر محیط ہے، اس کا کہنا ہے کہ انسانی شخصیت وہ طاقتور روحانیات و مادیات سے عبارت ہے۔ سانی شخصیت کو بنانے و بچانے کے لئے اس کے حلق و حصار و دیکھنا سنا بنانے میں اس انانوں طاقتور مادیات کا فیصلہ کن کردار ہے۔ اس دنوں کو تمدنی اور مادی قوتوں سے عبارت کیا جاتا ہے، جو افسوس کہانی ہائی کی مہارتوں میں موجود ہیں۔ طاقتور عقلی جذبات و احساسات اور طاقتور جذبات مادیات و روحانیات کا مرکز ہے۔ شعور بھی ہائی ہی ہے۔ لفظی و عقلی قوتوں اور

رجائی قوتوں کے دوسرے ٹکڑا کا عمل گفتگو یعنی بحثی نوعیت کا ہے۔ فرد کی بچپن سے جس ماحول میں نشوونما ہوتی ہے، وہی ماحول لاشعور میں موجود ان احساسات و خیالات و رجحانات کی فروغ پذیری اور ظلم کا ذریعہ بنتا ہے۔ چونکہ عام طور پر فرد کو بچپن سے نفسانی جذبات کے مظاہرہ و مناظر اور نفسانیت سے عمارت ماحول ملتا ہے، اس لئے فرد کے لاشعور میں شروع سے مادہی جذبات و احساسات کی فروغ پذیری اور ان احساسات کے پھیلنے رہنے کے عمل کا غلبہ ہوتا لگتا ہے، یہی جذبات آئے ہیں کہ فرد کی شخصیت کو حادہ و کاروائیس، اچھی نوعیت کے سنے کاوش، یعنی جذبات کے بے راکہ مظاہرہ اور دوسروں کی تحقیر وغیرہ کی راہ پر گامزن کرتی ہیں۔ اس طرح یہ طاقتور نفسی احساسات اور نفسی نوعیت کی سرگرمیاں لاشعور میں ایسا سمندر بنا کر جاتی ہیں، جس سے شعور غیر معمولی تیز و حساس ہوتا ہے اور فرد دماغ اور عرش ہوا سے

ہوتا۔  
مسلم نفسیات کا کہنا ہے کہ اگر فرد و افراد کو بچپن سے لاشعور میں موجود طاقتور مثبت خیالات اور خیالات کے فروغ پذیری کا موقع ملتا ہے، اور شخصیت کی تربیت اور تعمیر میں مثبت میدان سے کام لے کر، اس کو طاقتور بنادے تو یہ لاشعور یعنی باطن کی اپنی ایک روشن بڑھتی ہے جس سے نہ صرف باطن میں موجود نفسی قوتوں پر غلبہ پڑتا ہے، بلکہ اس کے قوتوں کو طاقتور بنا کر رکھ سکتا ہے، بلکہ اس سے فرد و افراد و دانش گروار کے عالمی عمل بن جاتے ہیں۔ ایسا روشن کردار، جس سے انسانی معاشرہ و کیر کی سے عمارت بن جاتا ہے۔ اس طرح معاشرہ میں نفسیاتی مریضوں کی پیدائش و نشوونما کا عمل لازماً رک جاتا ہے۔

لاشعور یعنی باطن میں موجود پاکیزہ محبت کے جذبات (جو نہ کہ دوسری مخلوق سے ممتاز بناتے ہیں) انہیں دیکھنے کا نتیجہ ہے کہ جدید طبیعت کا رخ پڑ جاتی ہے، نفسیاتی مریضوں کی سلف تحقیق سے ہی ممکن و ترجیحی راہوں اور میدان سے دیرپا انسانی شخصیت کی صحیح نوعیت اور اس کے حقیقی عناصر کو سمجھ کر، اس کی تسکین کی راہ میں غیر معمولی مکاویں پیدا کردی ہیں۔ اس طرح انسانی معاشرہ نفسیاتی مریضوں کے معاشرہ میں جبریل ہو گیا ہے۔

مسلم نفسیات کے ماہروں کا کہنا ہے کہ انسان کی گفتگو کچھ اس طرح واضح ہوتی

ہے کہ اس میں محبوب گفتگو سے محبت کے، اور ال جذبات و رجحانات گمیا ہے۔ سن کے دوسرے سال سے جذبات اس ایک جذبہ کے تابع رہنے لگتے ہیں۔ اگر پاکیزہ محبت کے جذبات کی تسکین و تسکین کا احساس نہ کیا گیا اور ان جذبات کو نشاندہ نہ کر رکھا کے آخری مدت تک پہنچا دیا تو گوکہ سن کے سارے جذبات کی تسکین کی صورت پیدا ہوئی۔ اس کے بعد شعور سے نفسی جذبات و احساسات اس کی پڑائی پڑا دیں مگر فرد کے شعور و جذبہ پہنچ کر، جس کی نہیں، اس کے سبب لاشعور یعنی باطن دوسروں سے نفی ہو گیا، اور پاک و صاف اور منہب ہو گیا تو اس کی طرف سے بچے شروع ہوا کہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس طرح لاشعور یعنی باطن کے جذبات کے عمل سے بڑھتے ہوئے ذہنیاتی کے عرش سے انفرادیت کی صورت پیدا ہوجاتی ہے۔

ماہروں کے کہنا کی لاشعور کی صحیح نوعیت کو دیکھنے و سمجھنے کا حکم تربیت اور مہذبیت پر اتنا چھوٹا ہے کہ مسلم نفسیات کے ماہروں کے اس نقطہ نگاہ کو مہذبیت سے شریعت و عہد سے پیش کرے کی صورت میں ہی مسدود ہوگی ہیں، کی سی یہ سہا ہے، جو انسانیت و ملکیت ہی سے کہ جتنی بولی نفسیاتی چاروں سے پیدا ہو اس کے حادہ کی صورتیں بنیں ہوگی ہیں۔ اور انسانی نفسیات میں پیدا کردہ ایک آگ ہے، جس میں آج انسانیت جمل رہی ہے۔

مسلم نفسیات میں ذہنیاتی کے پڑنے سے بڑے مریضوں کا ایسا نفسیاتی انتظام موجود ہے کہ جدید نفسیات کے ماہروں کے دہان اس کا تصور بھی بشار ہے۔ مسلم نفسیات میں ذہنیاتی کے مریضوں کو بتاتا ہے کہ وہ مسلم ماہر نفسیات (بڑے روحانی سہا اور مرئی کہا جاتا ہے) اس کی صحبت میں مسلسل آتا رہے، روزانہ نفس کو کم از کم ہفتہ میں ایک بار ضرور آتا رہے، اور اپنے آپ کو مریش بنکر آتا رہے اور اپنی طبیعت کو عمل طور پر روحانی استاد کے حوالے کر دے، صحبت کے اس عمل سے روحانی استاد کے لاشعور میں باطن سے طاقتور مثبت شعاعیں نکلتی ہیں، مریض کے لاشعور کو بدل کر، اسے مثبت بناتے اور اس کے شعور اور اس کے رخ کو بدلنے میں کردار ادا کرتی رہیں گی۔ اس کے ساتھ ساتھ مریض کو اہم ذات کا ذکر بھی دیا جاتا ہے، اس ذکر کے نتیجہ سے اس کے قلب میں لازماً ہستی کے انوار حسن کا درود ہونے لگتا ہے، جس سے لاشعور میں موجود نفسی قوتوں کے خلاف جنگ کا عمل شروع ہونے لگتا ہے۔

صحبت اور ذکر کے عمل سے آپریشن میں محسوس شدہ کی آگ شروع ہوجاتی ہے اور نئی زندگی کا احساس مریض کو خوشیوں سے سرشار کرتے لگتا ہے۔

مسلم نفسیات کے ماہروں یعنی روحانی استاذوں کا کہنا ہے کہ پاکیزہ صحبت اور ذکر کے عمل میں ہمسائیت تہذیب غش اور محبوب جنتی کی رضامندی کی ہوتی چاہئے، فرداں نیت سے صحبت اختیار کرے گا تو اسے حیا و عیبت یعنی پاکیزہ زندگی اور لذت ترین زندگی کی نعمت عظمیٰ حاصل ہوگی اور آج انسانیت کا جو جو ہر رخصت ہو گیا ہے، اس جو ہر سے بہرہ ور کی صورت پیدا ہوگی۔

آج مغرب کے مادی پرست انسان کی مادی قومیت کی زندگی اور اس سے نفع اٹھانے اور حور و اطوار کو دیکھ کر مسلم معاشرہ بھی اسی مادی زندگی کی تلاش میں لاپرواہی کا حشر ہے۔ اس خاص مادی زندگی کے لیے تاجی چڑیاہاں خود ہو چکے ہیں، وہ مادی چیزوں پر فخر ہوئے، غم و ہوس کے نشہ فحش ہونے والے جذبات کا ہذا ہے، لاکھ جیسی جذبات کا شکار عورت و وقار دہی کے پاکیزہ جذبات کے خاتمہ بھی چڑیا ہیں۔ آپریشن دراصل ان پاکیزہ جذبات و احساسات کے حشر کے ذریعہ تاجی ہیں۔ حاصل مادی قومیت کا کردار اور زندگی میں مادی قومیت کی روایت اپنے ساتھ آپریشن لاتی ہے۔

مسلم نفسیات کے ماہر اس کی نظر میں آپریشن بھی بیماروں سے بچانے کی واحد صورت نہیں ہے کہ ہم حشرے دہانی کی صحبت اور ذکر سے اذیت کا شکار بھی باطن کو مستعد رہا دیں اور اس کی مستعد خطوط پر قربت کا اہتمام کریں۔ اس سے جہاں میں دانی دہا جیسے ہندو خزانوں سے نکلنے میں مدد ملے گی، وہاں اپنی پاکیزہ قدر اور پاکیزہ تہذیب پر عمل پیرا ہونے کی صورت بھی پیدا ہوگی۔

مسلم ماہرین جتنی حد تک رہا لگن کا کہنا ہے کہ ذکر فکر اور تفصیلات مطالعات کے ذریعہ حد سے محنت کے جذبات سے غمزدگی کے نتیجہ میں فرد و افراد کو جو برا ملتی ہے، وہ ناقابل برداشت اذیت اور ہیبت انسان کا ہوتی ہے۔

اس سزا کی قومیت کچھ اس طرح ہوتی ہے۔

شخصیت میں ٹوٹ پھوٹ کا عمل شروع ہوتا ہے۔ اور احساسات کی دنیا بہت تاریک ہوجاتی ہے۔ معمولی مادی نقصان اور معاشرتی قومیت کے معمولی واقعہ معاملہ کے خلاف حراج ہونے سے دل کا نظام درہم ہونے لگتا ہے۔

خواہدگی کا بحران واقع ہوجاتا ہے اور زندگی کے معاملات میں فرد، صحیح سمت میں مثبت فیصلہ کرنے کی صلاحیت سے محروم ہوجاتا ہے۔

دل، دامن اور نصیبت میں چند روزہ زندگی کے مستقبل کے سلسلہ میں خوف ویران اور بے چینی کی ٹھکانا پیدا ہونے لگتی ہے۔ اسی خوف ویرانی سے آپریشن پیدا ہوتا اور فروغ پذیر ہوتا ہے۔

فرد پر اپنی باطنی زندگی اور دوسروں کی حقیر کے جذبات غالب رہنے لگتے ہیں۔ اشتعال، چڑچا پن، حسد، حسد اور عدم برداشت کا رویہ مزاج کا حصہ ہونے لگتا ہے۔

مادی حشر پر قدائیت کا رنگ غالب ہونے لگتا ہے۔

دل میں تصویریں اور مادی قومیت کی حسرتیں چڑیاں میں اٹکتا اور دھج رہتا ہے۔ آخرت کی بھڑکی کے لگنے کی بجائے دنیا کی فکر مسلط ہوجاتی ہے۔

مزاج و افکار اور افراد سے معاملات اور رویوں میں توازن اور ملوث کے بجائے اشتعال، جذبات اور عدم توازن کے میلانات کا غلبہ ہونے لگتا ہے۔

معمولی سے معمولی مادی نقصان اور مزاج کے خلاف رویوں سے قلب پر قیامت سے پہلے قیامت کا حشر قائم ہونے لگتا ہے۔

تفکرات و وسوسات کھیرے رہ جاتی ہیں اور ان سے چھٹکارے کی ساری راہیں مسدود ہوجاتی ہے۔

اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونا ادا شمار ہوتا ہے، جیسے حامیہ پہاڑ لے کر ہوا۔ حیوانی و فنی جذبات کے زیر اثر نہ چاہئے ہونے لگی حیوانی و فنی رویوں اور مظاہرہ کا صدور ہونے لگتا ہے۔

قربت کے رشتوں کا فقدان عروج ہونے لگتا ہے۔

فرد و افراد، اپنی طور پر مطمئن، قابل رحم اور آدمے جنوں کی حالت تک پہنچتے لگتے ہیں۔

ذہن کے تار پر نقصان، گردہ بندی اور دوسرے ذہنی گردہوں کے خلاف مادی کی حالت جاری ہونے لگتی ہے جو برحق نفس غش اور ملامت کے خلاف جہاد میں صرف ہوتی چاہئے۔ وہ جو نفس اپنے مخالف ذہنی گردہوں کو کمزور کرنے میں صرف

ہوئے تھے ہیں۔ اخیرہ و اخیرہ۔

تختی بانی سزا ہے، جو اللہ سے محبت سے محرومی کے نتیجہ میں ملتی ہے۔ یہاں ہوئے اور سنبھلنے کی سخت ضرورت ہے۔ اور حالت ڈپریشن کے غلبہ کے ساتھ ساتھ دنیا و آخرت دونوں کے خسارہ سے بچنا پڑے گا۔

حقیقت یہ ہے کہ کامیابی کے سارے راستے لاشعور یعنی باطن کو منہب اور منور بنانے سے ہی گزرتے ہیں۔ اسی سے نفس کی بے باک قوتیں تابع ہوتی ہیں۔ اسلامی شریعت پر عمل ہی ہونا آسان ہو جاتا ہے، بلکہ لذت کا مسئلہ ہی جاتا ہے، باطنی حسن پر فریگی سے بچاؤ اور باطنی مندرجات سے بھڑکی کی صورت پیدا ہوتی ہے، انسانیت کے طبقے سے بہرہ دہی ہوتی ہے۔ توحید کے عقیدہ پر سراسر کا ٹکدہ حاصل ہوتا ہے۔ اور ہر طرح کے باطنی اذیت سے بچاؤ کی صورت پیدا ہوتی ہے، لاشعور یعنی باطن کو منہب بنانے کے سارے راستے ذکر فکر کے ذریعہ عجیب جتنی سے محبت کے جذبات کو فرداغ دے کر، نہیں بھٹاتی صورت دینے سے آیت ہیں۔ اور ذکر فکر کے حوائی ساچنے کی تعمیر کا کام اہل اللہ کی محبت کے ذریعہ ہی سرانجام ہوتا ہے۔ یہی امت کا شمل ہے، اب تک مسلم امت اگر اپنے تہذیبی شمل کو قائم رکھے جس کا سبب ہونی ہے تو وہ قرآن و سنت کی موجودگی کے ساتھ ساتھ دنیا سے بے نیاز اور شریعت پر گامزن اہل اللہ کی محبت ہی کا ثمرہ ہے۔ اس وقت ہم اگر اپنی نسلوں کو دینی، اخلاقی اور تہذیبی اعتبار سے سبھانے میں ناکام ہیں اور انہیں عالمی حالت پرستی کی طوائف ہونے کے رعب اور ڈپریشن کے مار سب سے بچانے میں ناکام ہیں تو اس کا مادی سبب نہ کی محبت کے راز و خاں یعنی اہل اللہ سے دوری، بلکہ انہیں غیر ہم اور حقیر سمجھنے کی روشنی ہے۔ اس سارے تجزیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ درپیش ایک جزوی نتیجہ ہے، لاشعور کی مادی قوتوں پر فریگی، مادی زندگی کو درپیش ضرورت اور نفس پرستی کے جنس کی پرستش کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی تاریکی و ظلمت کا۔ بد قسمتی سے لاشعور کی مادی قوتوں کے ساتھ ساتھ مادہ پرستی کی عالمی قوتوں نے میڈیا، روزگار کے جملہ ذرائع و وسایل پر قبضے اور ذہن سازی کے سارے ذرائع پر تسلط کی وجہ سے لاشعور کی قوتوں میں شدید اشتعال پیدا کر کے صورتحال کو عکسین سے عکسین ترک کر دیا ہے۔

البتہ یہ ہے کہ تہذیب و تمدن اور اس کے علمبرداروں نے میڈیا نے جزو ذرائع اور

مادی زندگی کے مطابق محتاط کر، ذریعہ لاشعور کی قوتوں کو مشتعل کر کے مادی زندگی میں سرایت شدہ ذہر کے ازالہ کا جو طریقہ اختیار کیا ہے، وہ خاص مادی نوعیت کا ہے۔ یعنی مادی نوعیت کی قوتوں کے ذریعہ لاشعور کے جذبات میں پیدا شدہ عالم کو کنٹرول کرنے کی کوشش کرنا، اس کوشش کی مثال ایسی ہے، جیسے شیر کو مشتعل کرنے کے بعد معمولی خیمہ، یا ٹکڑی کے ذریعہ اس کے خوف و رعب سے بچنے کی سعی کرنا۔

اصلاح نفس کے بغیر

روحانی کام پر ایک نظر

(روحانی کام کے حوالے سے دہائی مطالعات کی یہ تقریر ۱۹۸۸ء کی انٹرویو سے ماخوذ ہے، یعنی آج سے ۲۷ سال پہلے یہ نکات ذہن میں آئے تھے اور لکھے گئے تھے، اب اس میں اتنا تغیر کرنا چاہتا ہوں کہ دعوت کا دائرہ، دائرہ رسالت کے تحت کو، رائج کرنے، خود دستیابی سے کام لینا، عاجزی و انکساری اور دوسروں کی تحریک کے جذبہ و انجم کے ساتھ کیا جانے تو یہ کام غیر دیرکت کا باعث بنتا ہے، ایسے کام سے باطنی فریاد کی دوری نہ ہونے سے امت کی تعمیر اور امت کے دوسرے طبقات کی ترقی و ترقی و ترقی نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ ذکر و عبادت، خود دستیابی اور دوسروں کی تحریک کے جتنی باطن کے ان فریادوں کی اصلاح کا ذریعہ بنتی ہیں۔ مرتبہ)

محبت صالحہ اور نکلت ذکر کے ذریعہ اتنا اور کثیر کے جن کو توڑے بغیر، انہیں کی خدمت کا جو کام ہوگا، اس سے محلا دین کی خدمت کم انتشار لپہہ پیدا ہوگا، جس لئے کہ ایسی صورت میں دین کیلئے کھیلنے والے کام سے فرد کی جو توجہ ہوتی ہے، وہ زیادہ تر اس لئے ہوتی ہے کہ دین کا وہ جنم اور دین کا وہ صدف اور شط لگاؤ اور دین کا وہ کام، جو اسے پسند ہے اور جس کو وہ چاہتا ہے، اس کی اشاعت اور تبلیغ ہو۔ اس طرح اتنا اور کثیر جو پہلے نکلا ہوا ہوتا ہے، وہ اب چھپ کر دین کا کام اور دین کا ہر وہ کام پر سامنے آتا ہے۔ اب دینی جدوجہد کے نام پر فرد کی انسانیت کی تسکین سامان ہوتا ہے، جیتنا بظہر کام، انہیں ہی کا ہوتا ہے، لیکن وہ پردہ فرد کو یہ خوش ہوتی رہتی ہے کہ دین کے اس کے اپنے کام اور اپنے موقف کی تقویت کا سامان

ہو رہا ہے، چونکہ فرد کو اپنے ذاتی کام سے زیادہ دلچسپی ہوتی ہے، اس لئے وہ اپنی فکر و کام کے سارے کام اور مجموعی کام کی بجائے اسی کام سے دلچسپی ہوتی جو وہ کر رہا ہوتا ہے، اگرچہ یہ بات ایک حد تک فطری ہے، لیکن اس کام کو دین کے سب سے اہم کام کی حیثیت سے پیش کرنا اور دین کے لئے ہونے والے دوسرے کاموں کی تعہید و تردید کرتے رہنا، یہ فکری قوتوں کے غلبہ کی علامت ہے، چنانچہ اس طرح کی اپنی جدوجہد میں اکثر خود کو تنہی اور دوسرے اپنی سہولت و آسائش کیلئے مخالفت اور دشمنی کی نفس پائی جاتی ہے۔

یہی علامت ہے، اس بات کی کہ اس طرح کا ذاتی کام انا کی تسکین کیلئے زبردہ ہوتا ہے، خالص اللہ کیلئے کم ہوتا ہے، اگر خالص اللہ کیلئے ہوتا تو اس کام میں لوگوں سے کدورت اور افسوس کی تعہید تو نفی نہ پائی جاتی، بلکہ اپنے سہولت کو اس طرح پیش کیا جاتا اور دین کا کام اس طرح ہوتا کہ ذاتی مقصود اور مقصود میں اشتکار پیدا نہ ہونے پائے۔

دراصل صحبت صالحہ اور کثرت ذکر سے علم، ذہانت، زہد اور فصاحت کا بہت پائش پاش ہونے لگتا ہے۔ اس کے بعد دین کی خدمت کے لئے جو کام ہوتا ہے، اس میں سختی کی بجائے محبت اور شفقت کا انداز لیا جاتا ہے۔ اس شفقت سے فرد کی ذاتی جدوجہد اور ذاتی مصروف (اگر وہ زیادہ جاندار ہے) کیلئے بھی حالات سازگار ہو جاتے ہیں۔ گہری اصلاح کے بغیر چونکہ فرد میں انا کا بہت چمپا ہوا موجود ہوتا ہے۔ چنانچہ جہاں ہی فرد، ذاتی کی حیثیت سے سامنے آتا ہے، شیطانی اس پر حملہ آور ہوتا ہے۔ ذاتی کام کے نام پر جہاں بھی شفقت اور محبت کے بجائے تنہی اور تشدد کا دستور ہوگا، وہاں تعصب، گردہ بندی، مخالفت اور دشمنی کی فضا ضرور پیدا ہوگی، فرد کتنی ہی کوشش کریں کہ ایسا نہ ہو، لیکن عکاس ایسا نہ ہونا دشوار ہوتا ہے، کیونکہ ذاتی کیلئے صلاح ذات اور حراج میں نرمی اور عیسائیت اسلوب سے کام لینے جو شرط ہے، اسے چھوڑ کر نہیں کیا گیا۔ اب فرد چاہے یا نہ چاہے اس طرح کی ذاتی جدوجہد سے معاشرہ

میں نفیست، تقویٰ اور ذاتی، اخوت و محبت کی فضا پر داں چڑھ سکے، ممکن نہیں، اس لئے کہ وہ پردہ فرد میں موجود انا کا بہت اسے مجبور کر رہا ہوتا ہے کہ دین کے جس کام سے ذاتی طور پر تہہ را تہقل خاطر ہے، اس کے فروغ کا کام ہوتا رہنا چاہئے۔ اس سے ثابت ہوا کہ پہلے علم، ذہانت، اور فصاحت کے ہضم اور اس کے بہت کو توڑنا ضروری ہے۔ اس کے بعد دعوت کا کام بہت کامیاب بنتا ہے، دوسری صورت میں دعوت کا کام کبیر کے ماحول میں ہوگا، جو اپنے ساتھ تڑپھوڑ لائے گا، جس سے دین و مذہب کے نام پر معاشرہ، فساد سے اس طرح دوچار ہوگا کہ آخر وقت تک پتہ ہی نہ چل سکے گا کہ معاشرہ میں اس کی ذاتی جدوجہد کا یہ شریکوں ہو رہا ہے۔

حدیث شریف ہے جو نرمی سے عزم کیا گیا، وہ سارے خیر سے عزم ہو۔

اسلامی تاریخ کا گہرا جانکر لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ مسلمانوں کی تاریخ میں واقعی طور پر جیتے جیتے بچے ہوئے ہیں، جنہوں نے مسلمانوں کو نقصان پہنچا۔ وہ زیادہ تر کبر، انا اور خود مانی کے جذبات کی وجہ سے ہی پیدا ہوئے ہیں۔ اس جذبے نے اہل اقتدار اور اہل ثروت کو مجبور کیا کہ وہ ذاتی خود مانی کیلئے قوی وسائل کو اختیار کریں۔ اس جذبے نے اہل علم اور اہل دانش کو مجبور کیا کہ وہ قرآن و سنت کی انکی تفسیر کریں، جو مسلمان کی متعلقہ تفسیر سے مختلف ہو، چنانچہ اس سے اسلام میں مختلف فرقے پیدا ہوئے اور طاقتور ہوئے، تاکہ ان کی اپنی علمی وجہت قائم ہو، اس جذبے نے داعیوں اور خطیبوں کو مجبور کیا کہ وہ اپنے علم کی کمالات اور دار و ستاس کی خاطر معاشرے میں منافقوں اور منافقوں کی آگ کریم کریں اور جہاد کی اشتعال کو بنیادی اشتعال کی حیثیت سے پیش کر کے، ایک دوسرے کے خلاف دست و گریبان ہوں۔

اس طرح سے تاریخ کے مختلف ادوار میں مسلم معاشرہ، اہل اسلام کی انا اور خود مانی کے جذبات کے ہاتھوں کمزور ہوتا رہا، اس طرح دشمنوں کو اسے حربہ کمزور

کرنے اور حلا آور ہونے میں آسانی رہی۔

غش، دوسروں کو آگے بڑھنے  
ہونے دیکھنے کا روادار غش

غش کی مثال چکھوے کی سی ہے کہ چکھوے کو جب بھی ضرب کاری لگائی جائے تو وہ منہ چھپا لیتا ہے، جب کہ اس کی جسمانی صورت ایسی ہے کہ اس کے جسم پر لگائی جانے والی کوئی ضرب اس پر کارگر ثابت نہیں ہوتی۔ البتہ اس کے منہ پر لگنے والی ضرب اسے مارنے کا موجب بنی ہوئی ہے، لیکن منہ کو چھپانے کی اس میں ایسی مہارت حاصل ہے کہ ہر ضرب کے موقع پر وہ بہت فٹ کاری اور تیزی سے منہ کو چھپا کر ضرب سے بچ جاتا ہے، یہی حال غش کا ہوتا ہے کہ اس پر کوئی وار کارگر ثابت نہیں ہوتا، سوائے ذکر، عداوت، ٹیکہ کاری وغیرہ کے، لیکن لفظ عاجوں ماحول کے اثرات ہر کی وجہ سے ذکر و عداوت اور ٹیکہ کاری کے لئے اس میں نہ صرف یہ کہ طبع مناسب موجود نہیں ہوتی، بلکہ وہ غش پرستی کی آخری حدود پہنچنے لگتا ہے، یہی ٹیکہ کار افراد کے غش کی حالت بھی عام طور پر ہوتی ہے کہ حش وہیں اور حد و ملکی کے جذبات انہیں بے قابو کر دیتے ہیں۔ اور غش کو یہ جذبات ان کے دل کو فاسد اور بے یقین ضرور کرتے رہتے ہیں۔ مثلاً غش، سیاست، معیشت، معاشرت اور اجتماعی زندگی میں اپنے ساتھیوں اور جاننے والوں اور معاشرہ غشیتوں کو آگے بڑھتے ہوئے، ترقی کرتے ہوئے اور معاشرہ میں اپنا مقام بناتے ہوئے ہرگز دیکھنا نہیں چاہتا۔ حتیٰ کہ مذہبی دائروں اور دینی محاذ پر کام کرنے والے افراد کے غش کی بھی عام طور پر یہ حالت ہوتی ہے کہ ان کا غش بڑھان حال کہہا ہوتا ہے کہ میرے ہوتے ہوئے دینی محاذ پر دوسروں کی جتن قدری اور لوگوں کا دوسرے داعیوں اور شیعہ کی طرف رجحان یا دوسرے داعیوں اور شیعہ کی، افراد معاشرہ میں مقبولیت، یہ ایسی بات ہے جو میرے لئے تشویش کا موجب ہے، اگرچہ فرد بظاہر اپنے دکاں اپنی داعیہ نہ حیثیت اور اپنے غشوں کو قائم رکھنے کی خاطر عملی طور پر اس کا اظہار نہ

کر سکے اور ایسی شخصیتوں کی مخالفت نہ کر سکے، لیکن اس کا غش انہیں آگے بڑھنے ہونے دیکھ کر کدورت ضرور لیتا ہے۔ غش کی ان غریب شکرتوں اور فریب کاریوں کی وجہ سے ہی بزرگوں نے غشوں کے لئے یہ تجویز کیا ہے کہ وہ عرصہ تک صمت اور ذکر و فکر کا خصوصی اہتمام کریں اور عرصہ تک لوگوں سے غیر ضروری تعلقات کو قطع کریں، غش کی فریب کاریوں سے بچاؤ کی یہی عاثر صورت ہے۔

مالک کے حالات

مالک جب ذکر و فکر کی دنیا میں داخل ہوتا ہے تو ہاٹن کی دھت تر دنیا میں رہائی اور شیطانی و فطانی قوتوں کے درمیان شدید گھراؤ شروع ہو جاتا ہے۔ اس گھراؤ میں بھی شیطانی قوتیں طلب پاجاتی ہیں، یہی رہائی قوتیں۔ اپنے بچے اور سیاہ کار ہونے کا شدید ترین احساس ہوتا، یہی گناہ صغیرہ کو بھی گناہ کبیرہ کی حیثیت سے تصور کرتا، اولیٰ بدلتی کیفیات کا ہونا، دل کا دنیا سے اچھٹ ہو جانا، دنیاوی کاموں کو سمجھنا سرانجام دینا، دنیا دار افراد سے تعلقات و روابط میں اذیت محسوس کرنا، غیر ضروری چیزوں میں مشغولیت سے تکلیف محسوس کرنا، یہی حالت فح کا ہونا، یہی غیر معمولی مسرت کا ہونا، یہی دل میں ذکر کی غیر معمولی چاہت کا ہونا، یہی ساری کوششوں کے باوجود دل میں آبادی ذکر کا نہ ہونا، یہی اپنے آپ کو بڑا دیکھنے کے احساس کا غالب ہونا اور دوسروں کی حقیر کے کیفیات کا پیدا ہونا، یہی معمولی سی معمولی بات پر مشتعل ہونا، یہی حجاب کے خلاف بڑے سے بڑے واقعہ اور نقصان کے باوجود غمی کا غالب ہونا، یہی لگا ہوں کی اخذ و خاکست کی صورت کا پیدا ہونا، یہی لگا ہوں کی مخالفت میں ناکام ہونا، یہی نماز کے لئے دل کا آمادہ ہونا اور یہی نماز کے لئے نفسی قوتوں کی طرف سے شدید حراست کا ہونا، یہی دوست و احباب دائل و معال کی سخت سے سخت باتوں کے رنج و فح کا کوئی احساس نہ ہونا، یہی ان باتوں سے شدید مشتعل و بے قابو ہونا، وغیرہ یہ سارے حالات راہ سلوک کا حصہ ہیں اور نفسی اور رہائی قوتوں کے گھراؤ کا نتیجہ ہیں۔

طالب کو رنج و غم اور قہقہے دہنے جتنی کے ہر موڑ پر اس بات کا احتضار کرنا چاہئے کہ محبوب حقیقی نے اس کے لئے راہِ صحت و راہِ معرفت کا دروازہ کھول کر اس پر فاضل عظیم فرمایا ہے، بلکہ اسے دین و دنیا کی جملہ سعادتوں سے بہرہ ور فرمایا ہے۔ یہ سعادت ہزار لوگوں میں سے کسی خوش نصیب فرد ہی کو عطا ہوتی ہے، یقیناً محبوب کو طالب کی کوئی ادا پسند آتی ہے، جس کی وجہ سے مادہ پرستی کے سمندر میں ڈبکیاں کھانے والے حالات میں اس نے اس پر اپنا لیٹھان فرمایا ہے اور اسے قہقہے کو مہذب بنانے کی راہ پر گامزن کیا ہے۔ اصطلاح قہقہے کی راہ میں حاکم دُشوار میں سے خوف زدہ ہو کر، راہِ قرار اختیار کرنے کے خیالات کا ظہر، یہ دراصل محبوب کے انعامِ عظیم کی ناقدری شمار ہوگی۔

اگرچہ یہ حالات بظاہر سادگ کے لئے بہت بڑا امتحان ہوتا ہے، اس کے لئے ایک ایک امر قیامت خیز ہوتا ہے، لیکن یہ قیامت خیز حالات و احساسات ہی اس بات کی علامت ہیں کہ سادگ کا سفر جاری ہے اور وہ سعادت دارین کی راہ پر گامزن ہے۔

راہِ متیق دراصل نام ہی محبوب سے وصال کے لئے مصائب کی زندگی اختیار کرنے کی ہے۔

ایک بزرگ مولانا غفر اللہ عنہ عرقی فرماتے ہیں۔

یہ عالم ہر کام کا رنج و غم  
بجہ ہر رند عشقِ نام کریم

(جہاں میں جہاں جہاں رنج و غم نامت موجود تھے، ان سب کو نکال کر کے ان کا نام عشق رکھ دیا گیا)۔

سادگ کو ذکر میں وقت سے چٹا چاہئے۔ صحت کا مسلسل اہتمام کرنا چاہئے، اگر ذکر اور صحت کا تسلسل قائم ہے تو اسے بڑے سے بڑا خوفِ دوزخ بھی کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ جس طرح مردہ انسانوں کے ہاتھ میں ہو جاتا ہے، وہ اس کے ساتھ جو کچھ کرتے ہیں، وہ پتوں پر اُگرنے سے قاصر ہوتا ہے، یہی حالت سادگ

راہِ طریقت کی ہوتی چاہئے، کہ اپنے آپ کو مکمل طور پر محبوب حقیقی کے حوالے کرنا چاہئے۔ وہ اس کے حسبِ حال جو باطنی کیفیت اور جو حالات اس کے لئے مناسب، مفید اور بہتر سمجھے گا، وہ اس پر طاری فرماتا رہے گا۔

طالب کو اس بات کا ہر وقت دھیان رکھنا چاہئے کہ وہ قہقہے کی گمرانیوں میں موجود قہقہے پرستی کے انگاروں کو بچانے کی راہ پر گامزن ہے، جب تک قہقہے کے یہ انگارے اخلاقی رذائل اور بد اطواری کی صورت میں شعلہ زن ہیں، جب تک طالب کو آرام، سکھ اور طمانیت کی نیند سونا اور ذکر و فکر سے بے نیازی کی روش ہو، اس کے لئے روا نہیں۔

مہندی و حوسہ طالب قہقہے کی دُشوار گنہگار مشکلات کو نہ جاننے یا اس کا احاطہ نہ کرنے کی وجہ سے غم زدہ رہتا ہے کہ نہ معلوم وہ راہِ سلوک میں چل بھی رہا ہے یا نہیں، اس کی اصطلاح قہقہے کی صورت پیدا بھی ہو رہی ہے یا نہیں، کہیں اس کا سُر رک تو نہیں گیا ہے یا اپنا تو نہیں ہے کہ وہ راندہ درگاہ ہو گیا ہے۔ مہندی و حوسہ طالب اس طرح کے احساسات میں گمراہ رہتا ہے، جو بعض اوقات طالب کو پاس کی طرف لے جاتے ہیں، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ کیفیت کے اونٹنے کے اونٹنے کے یہ حالات، راہِ سلوک کا بنیادی حصہ ہیں، بڑے بڑے اہلِ اللہ کو انہی حالات سے گزرنا پڑا ہے، آج جو اولیائے کرام ہمارے لئے قابلِ فخر ہیں، جن کا ذکر ہم کتابوں میں پڑھتے ہیں، وہ سب اشغراب کے انگاروں سے گزر کر اس مقام پر فائز ہوئے ہیں۔

سادگ کی تربیت کے لئے اس کے ساتھ خاص معاملہ کیا جاتا ہے۔ ایک طرف تو اس پر وقفہ وقفہ کے ساتھ خوفِ دوزخ اور حبِ طاری کردی جاتی ہے، تاکہ اس کے قلب میں حسن کے نئے احساسات کے قہقہے کی صلاحیت ابھر سکے، دوسری طرف سادگ کے لئے ابتدا میں کافی عرصہ تک غیر ضروری میل جول اور معاشی خوشحالی کے لئے زیادہ توانائیاں صرف کرنے کے راستے سدود کر دیئے جاتے ہیں۔ اگر وہ غیر ضروری میل جول میں وقت صرف کرے گا یا معاشی جدوجہد کے

لئے ضرورت سے بہت زیادہ مصروف ہوگا تو اس کے دل کے نظام کو درہم برہم کر دیا جاتا ہے، دل میں شدید ترین قبض کی کیفیت کا پیدا ہو جاتا، بظاہر سالک کے لئے ناقابل برداشت اذیت اور دکھ کا موجب ہوتا ہے، لیکن باطن وہ اس کے لئے راحت ہوتا ہے، اس لئے کہ اس کے ذریعہ تو اس کا رشتہ اسباب و مسائل سے منقطع کر کے، محبوب سے استوار کیا جاتا ہے، وہ یہ ہے کہ اس طرح سے اس کے روحانی ارتقاء کے راستے کھول دیئے جاتے ہیں، قبض وسط کے ذریعہ سالک کو روحانی ارتقاء کے راستے اس طرح ملے کر آتے جاتے ہیں، کہ اسے اس کا علم اور شعور بھی نہیں ہو پاتا۔ بالکل اس طرح جس طرح بچے کو اپنی عمر کے ساتھ اپنی قدر و قامت اور عمر میں اضافہ کا علم نہیں ہو پاتا۔

سالک کا نفس مطہر کا سر قبض واضطراب کے ذریعہ جلد ملے ہونا شروع ہوتا ہے، اس لئے کہ ذکر میں تو لذت ہوتی ہے، جس سے نفس محفوظ ہوتا ہے، لیکن خوف و ذن کی کیفیات میں سالک سے اس کی ساری لذتیں اور باطنی کیفیات چھین جاتی ہیں، وہ اپنے آپ کو زندگی کی شاہراہ پر یکدم تنہا اس طرح پڑا ہوا محسوس کرتا ہے کہ گمراہ اس سے سب کچھ چھین گیا ہے اور وہ دنیا میں سب سے زیادہ قابل رحم حالت میں ہوتا ہے۔ اسے مالی اسباب، چاہنچاہ اور اہل و عیال کے خیال سے وہ اذیت نہیں ہوتی، جو قبض کی خاص حالت سے ہوتی ہے۔

جو کچھ سب سے زیادہ اہم ہے، نئے نئے ضروری ہے، وہ یہ ہے کہ قبض اور خوف و ذن کی واردات کے ذریعہ سالک کے نفس کا اس طرح تزکیہ کیا جاتا ہے کہ اس کے اندر کا سارا گندہ نکال دیا جاتا ہے۔ نفس کی خاصیت دراصل جہنم کے انگاروں سے مشابہت رکھتی ہے۔ ذکر و فکر، محبت اور قبض کے ذریعہ جوں جوں نفس کا تزکیہ ہونے لگتا ہے، اسی متابعت سے سالک کو جہنم کے انگاروں (جو نفس کی طبیعت کی صورت میں اس کے داخل میں یعنی نفس کی گمراہی میں موجود ہوتے ہیں) اسے نہایت ملنا شروع ہو جاتی ہے۔ قبض کی بدولت واردات کی صورت میں سالک کو جو غیر معمولی اذیت اور تکلیف ہوتی ہے، وہ دراصل نفس کی ان ہیجانہ خاصیتوں کے

اخراج اور چھٹی انگاروں کے بچھ جانے کی وجہ سے ہوتی ہے۔ جس کی تپش اور گرمائش سے سالک کا دل دوبارہ تھوڑی دیر کے لئے مستقل سا ہو جاتا ہے اور وہ اذیت کے پہاڑ محسوس کرنے لگتا ہے۔ وہ جو فرمایا گیا ہے کہ اس دنیا میں نفس کا تزکیہ نہ ہونے کی وجہ سے نفس کی خرابیاں جب کرار ہر صورت میں ظاہر ہوتی ہیں تو ایسے افراد کا تزکیہ آخرت میں جہنم کی آگ سے کیا جائے گا۔

آگ سے تزکیہ اور آلائشوں سے پاک ہونے کے بعد ایمان کی صورت میں اسے جہنم سے نکال کر بہشت میں داخل کیا جائے گا۔ سالک راہ حق کے نفس کا تزکیہ دراصل اس دنیا میں ہی ہونا شروع ہو جاتا ہے اور خوف و ذن کی صورت میں وہ تزکیے کے ان اثرات کے چھٹی انگاروں کو واپس کی صورت میں محسوس بھی کرتا ہے۔

سالک پر جب مستقل کی کیفیت طاری ہوتی ہے (جو ابتدا میں وقفہ وقفہ سے ہوتی ہے، آخر میں مستقل طور پر ہوتی ہے) تو اس کا دل خوشی سے اس طرح لبریز ہو جاتا ہے، گویا اسے دین و دنیا کی جملہ مصلحتوں سے نوازا گیا ہے۔ یہ خوشی دراصل جنتی زندگی کا عکس ہوتی ہے، جو انوار الہی کے ورود سے سالک کو مشاہد ہوتی ہے۔ نئے قرآن میں حیات طیبہ سے بیان کیا گیا ہے۔ اس لئے فرمایا گیا ہے کہ مومن کے لئے جنتی زندگی اس دنیا سے ہی شروع ہے، آخرت میں اس کی تکمیل ہوگی۔ اسی طرح کافر کے لئے بھی جہنمی زندگی اس دنیا سے شروع ہو جاتی ہے۔ آخرت میں اس کی تکمیلی صورت میں ظاہر ہوگی۔

اس دنیا میں سالک کو آخر میں سب سے بڑی کامیابی جو حاصل ہوتی ہے، وہ یہ ہے کہ وہ خوف سے اسومن محفوظ ہو جاتا ہے اور خوف کی زندگی سے اوپر اٹھ جاتا ہے۔ خوف کیا ہے؟ فرد پر اکثر اوقات دنیا کی طبیعت کے بارے میں ناجاہلی کے جو احساسات غالب ہوتے ہیں، خوف الہی احساسات کا نام ہے۔ خوف کی حالت میں فرد کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ میں جو کچھ چاہتا ہوں، مبادا مجھے وہ کچھ حاصل نہ ہو اور اس کی وجہ سے میری زندگی خراب ہوگی وہ دھار ہو۔ دنیا میں افراد کی ناکامیوں کی



سادہ داستان خوف کے احساسات سے ہی وابستہ ہے۔ جب افراد پر خوف کا غلبہ ہوتا ہے تو اس سے کفر، فریب، جھوٹ، دھند، غلطی، خیانت، بد مہدی، رشوت، لوٹ مار، قلم، استحصال اور قتل جیسے گناہ سرزد ہوتے گئے ہیں۔ اس لئے کہ خوف کی نفسیات افراد کو مادی مستقبل کی زندگی کو لاحق خطرات سے بچانے کے لئے اس طرح کی حرکات اور جرائم میں پناہ لینے پر مجبور کرتی ہے۔ خوف کی یہ زندگی دراصل جہنمی زندگی کا عکس ہوتی ہے، معاشرہ کا سارا قیاد (جس سے انتہائی زندگی زبرد زبر ہوجاتی ہے) خوف ہی کا نتیجہ ہوتا ہے اور معاشرہ کی اکثریت عام طور پر خوف کی اس بنیادی میں جٹکا ہوتی ہے اور خوف کی یہ تباہی پروردگار میں خدوں اور شکوں میں ظاہر ہوتی ہے، راہ حق کا غائب، صحبت، ذکر و فکر اور خالصانہ طور پر مخلصہ رسول کے ذریعہ آہستہ آہستہ خوف کی زندگی سے بلند تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ صحبت اور ذکر و فکر کی برائی خوراک کے ذریعہ اللہ کی صحبت کا غائب، جہاں حسن کے سنے جلوں سے فیضیاب ہوتا ہے وہاں اس کے کردار میں بلندی اور علم میں بھی اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ اس طرح صحبت اور ذکر و فکر کا مسلسل عمارت فرد کے حسن کے احساسات کے حقیقی محبوب سے صحبت کے راز و دان فرد پر اللہ کا ایک بڑا فیضان ہوتا ہے کہ وہ علم کے سمندر میں غوطہ زن ہو کر علم کا دافر ذخیرہ اپنے ساتھ لاتا ہے، جس سے اسے "فرقان" کی دولت عظمیٰ حاصل ہوتی ہے، جسے قرآن میں "جمل کلم فرقان" سے بیان فرمایا گیا ہے، علم کے اس سمندر میں غوطہ زنی کا عمل یک وقت نہیں ہوتا، یہ نگاہ ریاضتوں سے ہوتا ہے۔ لیکن اس عمل کے آغاز سے ہی عاشق کو اس جوہر علم سے کچھ حصہ ملنے لگتا ہے، اس کے نتیجہ میں رضاءِ الہی اس کا مطلوب بن جاتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں عاشق کو محبت و معرفت کے نتیجہ میں وہ نگہ حاصل ہوتا ہے، جس سے زندگی کا ہر عمل محبوب کے عین رضاء کے مطابق ہونے لگتا ہے۔ اس علم کی کچھ خامتیں یہ ہیں۔ مادی حسن سے دستبرداری کی صلاحیت پیدا ہوجاتی ہے، ایسی خوشحال زندگی جو محبوب کی رضاء کے برعکس ہو، اس سے بے خبر پیدا ہوجاتا ہے۔ استغنا اور فقر کا حراج رائج ہونے لگتا ہے، زندگی کے معاملات میں گھج کیا ہے اور غلام کیا ہے، یہ فراست حقا

ہوجاتی ہے۔ افراد کی نفسیات سے آشنائی حاصل ہوجاتی ہے۔ اور واسطیہ دار افراد کے بے وقایہ کردار کا پچھلے سے اندازہ ہوتا ہے، اس لئے ان کی بے وقائی اور دھوکہ دہی پر اسے زیادہ دکھ نہیں ہوتا۔

ایک اور بات جس کا سالک کو دورانِ سلوک مشاہدہ ہوتا ہے، وہ یہ ہے کہ مصیبت اور اذیت نام ہے محبوب کی عبادت اور اس کے ذکر سے اعراض اور غفلت کا۔ محبوب سے دوری اور جہدائی کا احساس (جو ذکر و فکر سے غفلت کا لازمی نتیجہ ہے) غم کے پھاڑ اپنے ساتھ لاتا ہے، مصیبت دراصل عبادت کی پریشانی اور محبوب حقیقی کی یاد کی دہی ہوئی قوافل کا نتیجہ ہوتی ہے۔ جو غم کی فطرت کا حصہ ہے۔ انسانی فطرت کی مکمل رفیق اور دائمی رفیق کے بغیر کسی صورت میں تسکین نہیں ہوتی ارتقا کا ذریعہ بنتا ہے۔

وہ اپنی حقیقی کائنات کے لئے پر آں مضطرب اور بے چین ہے، بظاہر مصیبت کا ظاہری سبب چاہے کچھ بھی ہو، لیکن یہ مصیبت کے اظہار کا ذریعہ ہوتا ہے، جب کہ اس کا بنیادی اور حقیقی سبب فطرت میں موجود جہد و عبادت سے اعراض اور غفلت ہوتا ہے۔ اس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ جہل ہی فرد عبادت اور ذکر و فکر میں بے غری قزاقی اور خشوع و خضوع کے ساتھ مصروف ہوتا ہے۔ اس سے غم کے بادل چھٹنے لگتے ہیں اور تکلیف، مصیبت اور اذیت کے احساسات کا عدم ہونے لگتے ہیں۔